

خود القادر

**منظر اول**

حضرت علیؓ حضرت عباسؓ  
مشرق آن مبلغ اسلام پیر الواصلین  
پای و شیخ الحدیث جامع نظر بدیدہ ساهیل بال

## پارہ نمبر 11

**www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985**

## جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب \_\_\_\_\_ تفسیر نور القرآن (پارہ نمبر 11)  
 مصنف \_\_\_\_\_ علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب  
 کمپوزنگ \_\_\_\_\_ محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال  
 معاون کمپوزنگ \_\_\_\_\_ محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال  
 پروف ریڈنگ \_\_\_\_\_ ظہیر احمد بابر۔ احمد رضا فرید  
 طباعت \_\_\_\_\_ فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک  
 ساہیوال فون 040-4221485  
 تاریخ طباعت \_\_\_\_\_ نومبر 2010ء  
 ناشر \_\_\_\_\_ مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال  
 فون: 040-4466685, 4466985

## فہرست مضامین (پارہ نمبر 11)

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت	صفحہ
۱	اللہ حضور کو منافقین کے جھوٹے بہانوں سے مطلع فرمادیتا ہے	۹	۹۴	۲۳
۲	منافقین جھوٹے بہانے بنا کر اللہ کی قسمیں کھائیں گے	۹	۹۵	۲۴
۳	اللہ کبھی بھی فاسق لوگوں کو پسند نہیں فرماتا	۹	۹۶	۲۴
۴	دیہاتی لوگ نفاق میں شہریوں کی نسبت زیادہ سخت ہوتے ہیں	۹	۹۷	۲۶
۵	کچھ دیہاتی صدقہ کو جرمانہ قرار دیتے ہیں	۹	۹۸	۲۶
۶	ایماندار دیہاتی صدقہ کو تقرب الہی و تقرب مصطفیٰ کا ذریعہ سمجھتے ہیں	۹	۹۹	۲۷
۷	صحابہ پر اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور وہ اللہ پر راضی ہو گئے	۹	۱۰۰	۲۹
۸	منافقین کو دو مرتبہ عذاب دیا جائے گا	۹	۱۰۱	۳۰
۹	غزوہ تبوک سے رہ جانیا لوں کی توبہ کا ذکر	۹	۱۰۲	۳۲
۱۰	رہ جانیا لوں سے توبہ کے بعد مال و صدقات وصول کر نیکا حکم	۹	۱۰۳	۳۲
۱۱	اللہ تعالیٰ صدقات کو خود اپنے دست قدرت میں لیتا ہے	۹	۱۰۴	۳۴
۱۲	اللہ تعالیٰ ہر عمل کی خبر دے گا	۹	۱۰۵	۳۴
۱۳	توبہ قبول ہونے میں جلدی بھی ہو سکتی ہے اور دیر بھی	۹	۱۰۶	۳۵
۱۴	منافقین کی مسجد ضرار کی تعمیر اور اس کے مقاصد	۹	۱۰۷	۳۷
۱۵	مسلمانوں کو مسجد ضرار میں جانے سے روک دیا گیا	۹	۱۰۸	۳۷
۱۶	مسجد ضرار کا انجام دوزخ ہے جبکہ مسجد قبا کا انجام جنت ہے	۹	۱۰۹	۴۰

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۷	مسجد ضرار دوزخ کے گڑھے پر ہے	۹	۱۱۰	۴۰
۱۸	مومنوں کی جانوں کو اللہ نے خرید لیا ہے	۹	۱۱۱	۴۲
۱۹	مومنوں کی صفات کا تفصیلی تذکرہ	۹	۱۱۲	۴۴
۲۰	مشرکوں کیلئے دعاء مغفرت کی اجازت نہیں اگرچہ رشتہ دار ہی ہو	۹	۱۱۳	۴۶
۲۱	ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ (چچا) کیلئے دعا کرنا وعدہ کی ایفا تھا	۹	۱۱۴	۴۶
۲۲	حکم نازل ہونے سے پہلے کی غلطی معاف ہے	۹	۱۱۵	۴۸
۲۳	اللہ کے سوا کوئی والی اور مددگار نہیں	۹	۱۱۶	۴۸
۲۴	مشکل گھڑی میں حضورؐ کا ساتھ دینے والوں پر اللہ کی خاص رحمتیں	۹	۱۱۷	۴۹
۲۵	غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں کی توبہ کی قبولیت	۹	۱۱۸	۵۱
۲۶	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو	۹	۱۱۹	۵۳
۲۷	مومنوں کو چاہئے کہ وہ جہاد میں حضور ﷺ کے ساتھ جائیں	۹	۱۲۰	۵۵
۲۸	اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا	۹	۱۲۱	۵۵
۲۹	سب کی بجائے ہر گروہ سے ایک جماعت دین سیکھنے کیلئے آئے	۹	۱۲۲	۵۶
۳۰	پہلے اُن کافروں سے جہاد کرو جو تمہارے قریب ہیں	۹	۱۲۳	۵۸
۳۱	ہر اُترنے والی آیہ پاک مومنوں کے ایمان کو نور بخشی ہے	۹	۱۲۴	۶۰
۳۲	ہر اُترنے والی آیہ پاک کفار کے کفر کو اور بڑھادیتی ہے	۹	۱۲۵	۶۰
۳۳	منافقین کو ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے	۹	۱۲۶	۶۱
۳۴	جب آیہ پاک نازل ہوتی ہے تو منافقین آنکھ بچا کر بھاگ جاتے ہیں	۹	۱۲۷	۶۱



نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۵	اللہ کے محبوب ﷺ مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں	۹	۱۲۸	۶۳
۳۶	آپ کہہ دیں مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں	۹	۱۲۹	۶۳
۳۷	<b>سورۃ یونس</b>	۱۰		۶۵
۳۸	یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں	۱۰	۱	۶۶
۳۹	حضورؐ کو نبی بنانے پر کفار حیرانگی کا اظہار کرتے ہیں	۱۰	۲	۶۶
۴۰	اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ دن میں تخلیق فرمایا	۱۰	۳	۶۸
۴۱	دنیا سے لوٹنے کے بعد کفار کیلئے دردناک عذاب ہے	۱۰	۴	۶۹
۴۲	اللہ نے چاند کی منزلیں سالوں اور مہینوں کے حساب کیلئے بنائیں	۱۰	۵	۷۱
۴۳	رات اور دن کے بدلنے میں اللہ کی عظیم نشانیاں ہیں	۱۰	۶	۷۱
۴۴	جو اللہ کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے وہ دوزخی ہیں	۱۰	۸، ۷	۷۲
۴۵	ایمان اور عمل صالح کے بدلہ میں دائمی جنت ملے گی	۱۰	۹	۷۴
۴۶	جنتی لوگ جنت میں پہنچ کر اللہ کا شکر ادا کریں گے	۱۰	۱۰	۷۴
۴۷	کفار اپنے منہ سے عذاب مانگتے ہیں جبکہ اللہ ڈھیل دیدیتا ہے	۱۰	۱۱	۷۵
۴۸	انسان مصیبت میں خدا کو پکارتا ہے بعد میں بھول جاتا ہے	۱۰	۱۲	۷۷
۴۹	اللہ نے ماضی میں مجرم قوموں کو عذاب دیا ہے	۱۰	۱۳	۷۹
۵۰	تم ان کے جانشین ہو صحیح عمل کرو تا کہ عذاب سے بچ سکو	۱۰	۱۴	۷۹
۵۱	کفار حضور ﷺ سے قرآنی آیات بدلنے کا مطالبہ کرتے ہیں	۱۰	۱۵	۸۱
۵۲	محبوب! آپ فرمادیں یہ سب کچھ تو خدا کی طرف سے ہے	۱۰	۱۶	۸۳

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۵۳	اللہ پر جھوٹ باندھنے اور آیتوں کو جھٹلانے والے ظالم ہیں	۱۰	۱۷	۸۳
۵۴	کفار اپنے جھوٹے معبودوں (بتوں) کو اپنا سفارشی سمجھتے ہیں	۱۰	۱۸	۸۴
۵۵	پہلی قومیں بھی بُت پرستی میں مبتلا رہی ہیں	۱۰	۱۹	۸۶
۵۶	کفار اعتراض کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء کی طرح معجزات لاؤ	۱۰	۲۰	۸۶
۵۷	مصیبت دور ہونے کے بعد لوگ آیات کی مخالفت میں لگ جاتے ہیں	۱۰	۲۱	۸۸
۵۸	جب سمندری طوفان میں پھنس جاتے ہیں تو خدا کو یاد کرتے ہیں	۱۰	۲۲	۸۹
۵۹	جب اللہ انہیں بچا لیتا ہے تو وہ زمین میں ناحق زیادتی کرتے ہیں	۱۰	۲۳	۹۱
۶۰	دنیا کی زندگی آسمان سے نازل ہو نیوالی بارش کی طرح ہے	۱۰	۲۴	۹۳
۶۱	اللہ تعالیٰ تو سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے	۱۰	۲۵	۹۴
۶۲	نیک لوگوں کے چہرے جنت میں چمکنے والے ہونگے	۱۰	۲۶	۹۶
۶۳	بُرے لوگ جہنم میں ذلیل و خوار ہوں گے	۱۰	۲۷	۹۷
۶۴	معبودان باطل قیامت کیدن کفار سے بیزاری کا اعلان کریں گے	۱۰	۲۸، ۲۹	۹۹
۶۵	قیامت کے دن ہر شخص اپنے کئے اعمال کو جان لے گا	۱۰	۳۰	۱۰۰
۶۶	صفات الہیہ کا خوبصورت تذکرہ	۱۰	۳۱	۱۰۲
۶۷	یہی اللہ ہے جو تمہارا برحق رب ہے	۱۰	۳۲	۱۰۳
۶۸	فاسقوں پر اللہ تعالیٰ کے دلائل قائم ہو چکے ہیں	۱۰	۳۳	۱۰۳
۶۹	کیا تمہارے شریک اللہ کی طرح تخلیق کر سکتے ہیں؟	۱۰	۳۴	۱۰۵
۷۰	اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے لہذا وہی فرمانبرداری کا زیادہ مستحق ہے	۱۰	۳۵	۱۰۵

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۷۱	ان میں سے اکثر لوگ گمان کی پیروی کرتے ہیں	۱۰	۳۶	۱۰۷
۷۲	قرآن کریم ایسی چیز نہیں کہ اللہ کی وحی کے بغیر اُسے گھڑ لیا جائے	۱۰	۳۷	۱۰۷
۷۳	کفار کو چیلنج۔۔۔ کہ قرآن جیسی کوئی ایک سورۃ بنا کر دکھاؤ	۱۰	۳۸	۱۰۹
۷۴	پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا پھر دیکھ لو ظالموں کا کیسا انجام ہوا	۱۰	۳۹	۱۰۹
۷۵	اللہ تعالیٰ فساد یوں کو خوب جانتا ہے	۱۰	۴۰	۱۰۹
۷۶	کفار سے کہہ دو تمہارے لئے تمہارا عمل میرے لئے میرا عمل	۱۰	۴۱	۱۰۹
۷۷	کفار دل کے بہرے، دل کے اندھے اور بے عقل ہیں	۱۰	۴۲، ۴۳	۱۱۲
۷۸	اللہ لوگوں پر ظلم نہیں فرماتا بلکہ لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں	۱۰	۴۴	۱۱۴
۷۹	قیامت کے دن کفار دنیا کی زندگی کو ایک گھڑی سمجھیں گے	۱۰	۴۵	۱۱۴
۸۰	کفار و مشرکین پر دنیا میں بھی عذاب آئیں گے	۱۰	۴۶	۱۱۵
۸۱	ہر اُمت کیلئے رسول ہے جو انکے درمیان عدل قائم کرتا ہے	۱۰	۴۷	۱۱۵
۸۲	کفار عذاب نازل ہونے کے بارہ میں مذاق کرتے ہیں	۱۰	۴۸، ۴۹	۱۱۷
۸۳	اگر اللہ کا عذاب اچانک آ گیا تو کیسے اپنا بچاؤ کرو گے؟	۱۰	۵۰	۱۱۹
۸۴	کیا تم اس وقت ایمان لاؤ گے جب تم پر عذاب آ ہی جائے گا	۱۰	۵۱	۱۱۹
۸۵	دوزخ میں ظالموں کو ہمیشہ عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا	۱۰	۵۲	۱۱۹
۸۶	کفار پوچھتے ہیں عذاب کا آنا حقیقت ہے یا مذاق؟	۱۰	۵۳	۱۲۱
۸۷	زمین بھر دولت بھی کفار کو عذاب سے بچانہ سکے گی	۱۰	۵۴	۱۲۱
۸۸	زمین و آسمان کی ہر شے کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے	۱۰	۵۵	۱۲۳

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۸۹	اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے	۱۰	۵۶	۱۲۳
۹۰	قرآن ایمانداروں کیلئے سینوں کی شفاء، ہدایت اور رحمت ہے	۱۰	۵۷	۱۲۴
۹۱	مومنوں کو چاہئے کہ اللہ کے فضل اور رحمت ملنے پر خوشیاں منائیں	۱۰	۵۸	۱۲۴
۹۲	کفار رزق الہی کو اپنی طرف سے حلال و حرام بنا دیتے ہیں	۱۰	۵۹	۱۲۶
۹۳	اللہ تعالیٰ پر ایسے جھوٹ باندھنے والے قیامت کو رسوا ہونگے	۱۰	۶۰	۱۲۶
۹۴	حضور ﷺ اور مومنوں کے اعمال صالح کو اللہ خوب جانتا ہے	۱۰	۶۱	۱۲۸
۹۵	بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم	۱۰	۶۲	۱۲۹
۹۶	پرہیزگار ایمانداروں کیلئے دنیا و آخرت دونوں میں خوشخبری ہے	۱۰	۶۳، ۶۴	۱۲۹
۹۷	اے محبوب! تم کفار کی باتوں کا غم نہ کرو، بیشک غلبہ اللہ کیلئے ہے	۱۰	۶۵	۱۳۳
۹۸	اللہ کو چھوڑ کر شریکوں کو پکارنے والے گمراہ لوگ ہیں	۱۰	۶۶	۱۳۳
۹۹	اللہ تعالیٰ نے رات کو سکون کے حصول اور دن کام کاج کیلئے بنایا	۱۰	۶۷	۱۳۵
۱۰۰	مشرکین نے کہا اللہ کی اولاد ہے حالانکہ وہ اس سے پاک ہے	۱۰	۶۸	۱۳۵
۱۰۱	جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے	۱۰	۶۹	۱۳۶
۱۰۲	کفار کو آخر کار اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر عذاب چکھیں گے	۱۰	۷۰	۱۳۶
۱۰۳	نوح علیہ السلام کی ہمت قوت اور کفر کو لٹکانے کا ذکر	۱۰	۷۱	۱۳۸
۱۰۴	نوح علیہ السلام نے کہا میرا تبلیغ کرنا صرف اللہ کیلئے ہے	۱۰	۷۲	۱۴۰
۱۰۵	جن لوگوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا انہیں ڈبو دیا گیا	۱۰	۷۳	۱۴۰
۱۰۶	اللہ تعالیٰ سرکشی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے	۱۰	۷۴	۱۴۱



نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷	موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کی جماعت نے جھٹلایا	۱۰	۷۵	۱۴۳
۱۰۸	جب ان کے پاس حق آیا تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے	۱۰	۷۶	۱۴۳
۱۰۹	موسیٰ علیہ السلام نے جواباً کہا کہ جادو گر تو کبھی کامیاب نہیں ہوتے	۱۰	۷۷	۱۴۵
۱۱۰	لوگوں نے کہا کیا تو ہمیں ہمارے باپ دادا دین چھڑانے آیا ہے؟	۱۰	۷۸	۱۴۵
۱۱۱	فرعونیوں نے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے انکار کر دیا	۱۰	۷۸	۱۴۵
۱۱۲	فرعون نے ہر ماہر جادو گر کو اپنے پاس بلالیا	۱۰	۷۹	۱۴۷
۱۱۳	موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا تم ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو	۱۰	۸۰	۱۴۷
۱۱۴	بیٹھک اللہ فساد کرنے والوں کے کام کی اصلاح نہیں فرماتا	۱۰	۸۱	۱۴۷
۱۱۵	اللہ اپنے کلمات سے حق کا حق ہونا ثابت فرما دے گا	۱۰	۸۲	۱۴۷
۱۱۶	موسیٰ علیہ السلام پر صرف چند افراد اسلام لائے	۱۰	۸۳	۱۴۹
۱۱۷	موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے قوم اگر تم مومن ہو گئے تو ڈرو مت	۱۰	۸۴	۱۴۹
۱۱۸	ایمانداروں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور کفار سے نجات کی دعا کی	۱۰	۸۵، ۸۶	۱۵۰
۱۱۹	موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو قوم کیلئے مکانات بنانے کا حکم	۱۰	۸۷	۱۵۲
۱۲۰	فرعونیوں کا مال مسلمانوں کیلئے پریشانی کا سبب بن رہا تھا	۱۰	۸۸	۱۵۴
۱۲۱	موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی فرعونیوں کے خلاف دعا کی قبولیت	۱۰	۸۹	۱۵۴
۱۲۲	اللہ نے بنی اسرائیل کو محفوظ رکھا جبکہ فرعونیوں کو غرق کر دیا	۱۰	۹۰	۱۵۶
۱۲۳	فرعون مرتے وقت ایمان لایا جو قبول نہ کیا گیا	۱۰	۹۱	۱۵۶
۱۲۴	اللہ فرعون کے جسم کو قیامت تک محفوظ رکھے گا تاکہ عبرت رہے	۱۰	۹۲	۱۵۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۵	اللہ نے بنی اسرائیل کو عزت کی جگہ اور صاف روزی عطا کی	۱۰	۹۳	۱۵۸
۱۲۶	حق آنے کے بعد شک کرنیوالوں میں سے نہ ہو جاؤ	۱۰	۹۴	۱۵۹
۱۲۷	اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والے خسارے میں ہیں	۱۰	۹۵	۱۵۹
۱۲۸	جن لوگوں کا کفر پر رہنا مقدر ہو گیا وہ ایمان نہیں لائیں گے	۱۰	۹۷، ۹۷	۱۶۱
۱۲۹	عذاب دیکھ کر یا موت کے فرشتے دیکھ کر ایمان لانا معتبر نہیں	۱۰	۹۸	۱۶۳
۱۳۰	اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو زمین کا ہر فرد ایمان لے آتا	۱۰	۹۹	۱۶۳
۱۳۱	کسی کیلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر ایمان لائے	۱۰	۱۰۰	۱۶۳
۱۳۲	کفار کو زمین و آسمان کی عظیم نشانیاں فائدہ نہیں دے سکیں گی	۱۰	۱۰۱	۱۶۵
۱۳۳	یہ کفار تو عذاب کے دن کا انتظار کر رہے ہیں	۱۰	۱۰۲	۱۶۵
۱۳۴	عذاب آنے پر اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور مومنوں کو بچا لیتا ہے	۱۰	۱۰۳	۱۶۷
۱۳۵	کفار دین اسلام کے بارہ میں شک و شبہات میں مبتلا ہیں	۱۰	۱۰۴	۱۶۷
۱۳۶	مسلمانوں کو دین اسلام پر مضبوط اور ثابت قدم رہنے کا حکم	۱۰	۱۰۵	۱۶۷
۱۳۷	بُت نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان	۱۰	۱۰۶	۱۶۷
۱۳۸	اللہ تعالیٰ کے علاوہ دکھ، تکلیف کو کوئی دور نہیں کر سکتا	۱۰	۱۰۷	۱۶۹
۱۳۹	اور اس کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا	۱۰	۱۰۷	۱۶۹
۱۴۰	ہدایت و گمراہی کو اختیار کر نیوالا اپنے نفع نقصان کا خود مالک ہے	۱۰	۱۰۸	۱۶۹
۱۴۱	آپ وحی کی اتباع فرماتے رہیں فیصلے کا وقت قریب آ رہا ہے	۱۰	۱۰۹	۱۶۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۴۲	<b>سورۃ ہود</b>	۱۱		۱۷۲
۱۴۳	قرآن آسمانی کتاب ہے جس کی آیات مضبوط کر دی گئی ہیں	۱۱	۱	۱۷۳
۱۴۴	آپ اللہ کی طرف سے ڈر سنا بیوا لے اور خوشخبری دینے والے ہیں	۱۱	۲	۱۷۳
۱۴۵	اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور اسکے سامنے توبہ کرو	۱۱	۳	۱۷۳
۱۴۶	زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ اجر عطا کیا جائے گا	۱۱	۳	۱۷۳
۱۴۷	سب نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے	۱۱	۴	۱۷۳
۱۴۸	اللہ تعالیٰ ہر حال میں سینوں کی بات جاننے والا ہے	۱۱	۵	۱۷۵
۱۴۹	<b>پارہ نمبر ۱۲</b>	۱۱		۱۷۸
۱۵۰	ہرزمین پر چلنے والے کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے	۱۱	۶	۱۷۸
۱۵۱	اللہ نے آسمانوں، زمینوں کو چھ دنوں میں بنایا اور اس کا عرش پانی پر تھا	۱۱	۷	۱۸۰
۱۵۲	جو کفار عذاب کا مذاق اڑاتے ہیں وہ اس سے بچ نہ سکیں گے	۱۱	۸	۱۸۰
۱۵۳	اگر انسان کو رحمت کی لذت چکھا کر واپس لی جائے تو ناشکرا ہوگا	۱۱	۹	۱۸۳
۱۵۴	اگر مصیبت کے بعد آرام و سکون پہنچے تو انسان اترانے لگے گا	۱۱	۱۰	۱۸۳
۱۵۵	صبر کرنے والوں کیلئے مغفرت اور اجر عظیم کی نوید ہے	۱۱	۱۱	۱۸۳
۱۵۶	کفار کہتے ہیں آپ ﷺ کے ساتھ فرشتے کیوں نہ نازل ہوئے	۱۱	۱۲	۱۸۵
۱۵۷	اگر کفار قرآن کو من گھڑت کہتے ہیں تو اس جیسی دس سورتیں تو لائیں	۱۱	۱۳	۱۸۵
۱۵۸	یقیناً قرآن تو اللہ ہی کے علم سے نازل ہوا ہے (کفار جھوٹے ہیں)	۱۱	۱۴	۱۸۷
۱۵۹	دنیا کی آسائشیں مانگنے والوں کو صلہ دنیا میں ہی دیدیا جائے گا	۱۱	۱۵	۱۸۷

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ  
قُلْ لَا تَعْتَذِرُونَ لِي أَن لَّوْ مِنْ لَدُنِّي أَتَا  
اللَّهُ مِنْ أَحْبَابِكُمْ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ  
وَرَسُولُهُ ثُمَّ تَرَدُّونَ إِلَىٰ عِلَاقِ الْغَيْبِ  
وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾

اللَّهُ  
الْعَظِيمُ

(ایمان والو) جب تم ان منافقین کی طرف لوٹ  
کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے بہانے بنائیں  
گے (اے محبوب) آپ کہہ دیجئے کہ تم بہانے نہ  
بناؤ ہم ہرگز تمہاری بات نہیں مانیں گے اللہ نے  
ہمیں تمہارے حالات سے مطلع کر دیا ہے اور  
قریب ہے اللہ اور اس کا رسول تمہارے عمل کو دیکھے  
گا پھر تم اس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر  
غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے وہ تمہیں اُن کاموں  
کی خبر دے گا جو تم کرتے رہے تھے (۹۳)

### تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو منافقین کے بہانے اس لئے قبول نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے  
رسول اللہ ﷺ کو مطلع فرمادیا تھا کہ منافق جھوٹ بول رہے ہیں اور اللہ کو علم ہے کہ مستقبل میں منافقین کی کیا  
روش ہوگی جس اخلاص کا وہ ذکر کر رہے ہیں اس پر وہ قائم رہیں گے یا نہیں۔ اس ارشاد گرامی میں اللہ تعالیٰ  
نے اپنی صفت عالم الغیب فرمائی تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے چھپے ارادوں اور ان کے دلی مکرو  
قریب کو اچھی طرح جانتا ہے۔

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں ان منافقین کا ذکر تھا جنہوں نے غزوہ تبوک میں جانے سے پہلے جھوٹے  
حیلے بہانے بنائے تھے اور جہاد میں جانے سے معذرت کر دی تھی۔ اس آیہ پاک میں ان کا ذکر ہے جنہوں  
نے جہاد سے واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی جہاد سے غیر حاضری کے جھوٹے  
بہانے بنائے۔



آیہ مبارکہ مدینہ منورہ میں واپس آنے سے پہلے نازل ہو چکی تھی کہ آپ مدینہ منورہ پہنچیں گے تو منافقین عذر کرنے کیلئے آپ کے پاس آئیں گے۔ ”وَسِيرَ اللّٰهُ عَمَلَكُمْ“ کے ارشاد سے واضح ہے کہ اب بھی تمہیں اجازت ہے کہ تم اپنی اصلاح کرو اللہ اور اس کا رسول تمہارے عمل کو دیکھے گا اگر تمہارے اعمال نے مومن ہونے کی تصدیق کر دی تو ہم بھی تسلیم کر لیں گے اور یہ اچھی طرح جان لو تمہیں اللہ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ محبوب کریم کے جاننا صحابہ سے خطاب فرمایا جا رہا ہے کہ میرے محبوب کے غلامو! ہم تمہیں آج ہی غیبی خبر دے دیتے ہیں جب تم واپس مدینہ منورہ پہنچو گے تو منافقین تمہیں آکر کہیں گے ہمیں افسوس ہے کہ آپ کے ساتھ نہ جاسکے فلاں مجبوری تھی فلاں کام تھا حضور ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان سے فرمادیں بہانے نہ بناؤ، ہم تمہارے بہانے تسلیم نہیں کریں گے ہمیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری ساری کھلی چھپی حالت بتادی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ  
 سَيَعْلَمُونَ بِاَللّٰهِ لَكُمْ اِذَا اَلْقَبْتُمْ  
 اِلَيْهِمْ لِنُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرَضُوْا  
 عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رَجَسٌ ۭ وَمَا وَّرَهُمْ  
 جَهَنَّمَ ۭ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۹۵﴾  
 يَعْلَمُونَ لَكُمْ لَتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ  
 تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰی  
 عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۹۶﴾

ﷺ  
 الْعِظَمَاءُ

جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان کے جھوٹے بہانوں سے ان سے صرف نظر کرو تم ان کی طرف توجہ نہ کرو بے شک وہ ناپاک ہیں ان کا ٹھکانا دوزخ ہے (یہ) اُن کے کاموں کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے (۹۵) وہ تم کو راضی کرنے کیلئے تمہارے سامنے قسمیں اٹھاتے ہیں پس اگر تم اُن سے راضی ہو بھی گئے تو اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتا (۹۶)

## تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں منافقین کے جھوٹے بہانوں کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں منافقین کی جھوٹی قسموں کا ذکر ہے اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیہ کریمہ جدا بن قیس اور اس کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی جب حضور ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ نے ان منافقین سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا جو بہانے بنا کر رہ گئے تھے منافقین کو یہ بات ناگوار گذری کہ لوگ اُن سے بایکاٹ کریں۔ اپنے اس معاملہ کو ختم کرانے کیلئے بارگاہ رسالت میں آئے اور جھوٹی قسمیں اُٹھائیں کہ یہ مجبوری تھی یہ تکلیف تھی تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی غزوہ تبوک کے نمازیوں سے فرمایا گیا جب تم واپس ہو گئے تو منافقین تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں اُٹھائیں گے کہ وہ مجبور تھے ساتھ نہ جا سکے ان کی یہ قسمیں سراسر جھوٹی ہوں گی ہم تمہیں حکم دیتے ہیں ان سے الگ ہو جاؤ رابطے ختم کر دو یہ لوگ گندے ہیں جھوٹے ہیں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے تم لوگ جنتی ہو تمہارا اور ان کا کیا ربط وہ صرف اس لئے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ جھوٹی قسمیں کھانا مومن کا کام نہیں یہ منافقین کی عادت ہے ایمانداروں کو منافقین کی اس بُری عادت سے بچنا چاہئے۔ آیہ مبارکہ کے ارشاد گرامی ”اعرضوا“ سے واضح سبق مل رہا ہے منافقین سے نشست و برخاست دوستانہ تعلقات ناجائز ہیں۔ قرآن مقدس نے منافقین کی گندگی، برائی کو کھول کر بیان کر دیا ہے مومن پر لازم ہے دشمنان اسلام سے بچیں، منافقین چھپے سانپ ہیں جو کسی وقت بھی ڈس سکتے ہیں مسلمانوں کو چاہئے ایسے لوگوں سے بچیں، منافق کا ظاہر و باطن دونوں خبیث ہیں اس سے بہر حال بچنا چاہئے۔ آیہ پاک میں حضور ﷺ کو تین حکم دیئے گئے ہیں کہ ان کے عذر کو نہ مانیں یہ جھوٹے ہیں، دوسرا حکم یہ ہے کہ آپ ان سے اعراض کریں، تیسرا یہ کہ ان سے راضی نہ ہوں یہ جھوٹے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں وہ اسی لائق ہیں کہ ان احکام شریعہ سے بے خبر رہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر اتارے اور اللہ بہت علم والا ہے اور بے حد حکمت والا ہے (۹۷) اور بعض دیہاتی وہ ہیں جو راہ حق میں خرچ کرنے کو جرمانہ قرار دیتے ہیں اور وہ تم پر حالات خراب ہونے کے منتظر ہیں حالانکہ برے حالات انہیں پر مسلط ہیں اور اللہ خوب سننے والا ہے اور جاننے والا ہے (۹۸)

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ  
أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ  
عَلَى رَسُولِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۙ  
وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ  
مَعْرَمًا وَيَتَرَبَّصُّ بِكُمْ الدَّوَائِرَ  
عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ  
عَلِيمٌ ۙ

اللہ  
صَدِيقُ  
الْعَظِيمِ

## تفسیر

عرب کے دیہاتی لوگ شہریوں کے مقابلہ میں کفر و نفاق میں سخت ہیں ان کے کفار شہری کفار سے ان کے منافقین شہری منافقین سے سخت ہیں کہ یہ لوگ مہذب دنیا سے دور رہتے ہیں اس لئے سخت ہیں یا اس لئے سخت ہیں کہ جنگلوں کی آب و ہوا نے انہیں متکبر بنا دیا یا اس لئے کہ انہیں اچھی تعلیم میسر نہیں ہوئی یا اس لئے کہ شہری کفار و منافقین تو حضور اور صحابہ کے قریب رہ کر کسی حد تک نرم مزاج ہو جاتے ہیں اور یہ لوگ اس سے محروم رہتے ہیں۔

انہیں عرب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد پہلے جس جگہ آباد ہوئی اس جگہ کا نام عربہ تھا اسی مناسبت سے یہ عرب کہلائے، ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام زبانوں میں مختصر جامع اور فصیح زبان یہی ہے اس لئے انہیں عرب یعنی فصیح زبان والے کہتے ہیں آیہ مبارکہ میں مسلمانوں سے خطاب ہے کہ اب تک تم نے شہری منافقوں کا حال سنا، مدینہ منورہ کے آس پاس رہنے والے منافقین کفر میں سخت ہیں اور

احکام الہی سے جاہل ہیں کیونکہ انہیں نہ تو تمہاری محفل میسر ہے یہ تو عام دیہاتی منافقین کا حال ہے، رہے ان میں مالدار منافقین اُن میں اور عیب بھی ہیں وہ اللہ کی راہ میں خرچ تو کرتے ہیں مگر محض مجبور ہو کر یا سرکاری ٹیکس سمجھ کر یہ خرچ وہ اس لئے کرتے ہیں کہ اپنا نفاق چھپا سکیں۔ تم مسلمانوں کے متعلق وہ بڑی بے چینی سے انتظار کرتے ہیں کہ تم پر کسی قسم کا وبال پڑے اور خدا پناہ اسلام ختم ہو جائے اور وہ زکوٰۃ وغیرہ سے چھوٹ جائیں مگر یہ خیال رکھو اس قسم کی ہلاکت تباہی انہیں پر آئے گی اسلام کا سورج چمکتا رہے گا اور اس کی روشنی سے لوگ فیض حاصل کرتے رہیں گے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہے شہری بود و باش، تمدن بہ نسبت دیہات کے اچھا ہے یہ بھی پتہ چلا ہے شہری کفار کی نسبت دیہاتی کفار و منافقین سخت مزاج ہوتے ہیں۔ اسلام کی ترقی سے انہیں کوئی دل چسپی نہیں بلکہ اس کی بربادی کیلئے بے چین رہتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا  
عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتُ الرَّسُولِ أَلَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
قُرْبَةً لَهُمْ سَيَدْخُلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ  
إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۹۹﴾

اور بعض دیہاتی وہ ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو اللہ کے نزدیک تقرب کا اور رسول کی نیک دعاؤں کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے ہیں، آگاہ ہو جاؤ یہ اُن کے تقرب کا ذریعہ ہے اللہ عنقریب اُن کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہے بے حد رحم

صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

فرمانے والا ہے۔ (۹۹)



## تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں دیہاتی منافقوں کا ذکر تھا اس آیہ مبارکہ میں دیہاتی مخلص ایمانداروں کا ذکر ہے ان کی نیکیاں قبول ہونے کا ذکر ہے۔ اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیہ مبارکہ قبیلہ مزینہ کے ایک خاندان کے متعلق نازل ہوئی امام کلبی کہتے ہیں یہ آیہ قبیلہ اسلم کے بارہ میں نازل ہوئی، بعض نے کہا یہ آیہ عبداللہ ذی الجادین کے متعلق نازل ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسلم کو خدا سلامت رکھے غفار کی اللہ مغفرت فرمائے، دیہات کے کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور قیامت کے دن پر بھی یہ صورت حال تو ان کے عقیدہ کی ہے ان کے صدقات و خیرات کا یہ حال ہے جو کچھ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُسے اللہ کے قرب و خوشنودی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ حضور ﷺ کی دعائیں لیتے ہیں بے شک ان کے صدقات واقعی ہی ان کیلئے قرب کا ذریعہ بنتے ہیں ان فضائل کے علاوہ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں جنت میں داخل فرمائے گا اور ان کے سارے گناہ معاف فرما دے گا کیونکہ وہ غفور ہے رحیم ہے، آیہ مبارکہ سے واضح ہے اللہ کا قرب رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے ہی نصیب ہو سکتا ہے خدا کو جاننے پہچاننے میں حضور ﷺ کا ذریعہ ہونا بہت ہی ضروری ہے صرف خدا کو ماننے میں تو کفار بھی مانتے ہیں مگر حضور کے انکار کی وجہ سے ان کا خدا کو ماننا بھی قبول نہیں خدا تک پہنچنے کیلئے حضور ﷺ کے دروازہ سے گزر کر ہی پہنچا جاسکتا ہے۔ حضور ﷺ کی دعا سے انہیں اللہ کا قرب نصیب ہوگا۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بلند ترین مقصد ہے اور حضور کی دعائیں اس کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں صلوات الرسول کا معنی ہے آپ کا استغفار کرنا اور دعا کرنا ابن ابی ادنیٰ فرماتے ہیں جب کوئی حضور ﷺ کے پاس صدقہ لاتا تو آپ فرماتے اللہ اس پر رحم فرما اور اس کی مغفرت فرما جب میرے والد آئے تو آپ نے فرمایا اے اللہ آل ابوداؤد پر صلوٰۃ بھیج۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اول درجہ کے سبقت لے جانے والے مہاجر و انصار اور وہ جو اچھائی کے ساتھ ان کے تابع ہوئے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی اور ان کیلئے باغات تیار ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے (۱۰۰)

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ  
وَالْأَنْصَارُ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ  
بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ  
وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ  
جَنَّاتٍ مَجْرَى تَحْتِهَا  
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا  
أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ  
الْعَظِيمُ ﴿١٠﴾

تفسير

حضور ﷺ سے ارشاد ہے اے محبوب! (ﷺ) آپ کے صحابہ کرام میں اگلے پہلے مہاجرین و انصار اور وہ لوگ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کریں ان کی شان یہ ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوگا اور وہ لوگ اللہ سے راضی ہو گئے اللہ نے ان کیلئے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جس کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے، اس کی کچھ تفصیل یہ ہے حضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی کہ کچھ لوگ جو حضور ﷺ پر ایمان لائے جنہیں کفار مکہ نے تنگ کیا، ستایا ان سے اسی (۸۰) مسلمان حضور ﷺ کی اجازت سے حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ شاہ حبشہ کا چرچا تھا وہ انصاف پسند ہے غریبوں کا ہمدرد ہے یہ ہجرت نبوت کے پانچویں سال ہوئی یہ پہلی ہجرت ہے پھر نبوت کے گیارہویں سال پہلی بیعت عقبہ ہوئی، بارہویں سال دوسری بیعت عقبہ ہوئی پہلوں کو مہاجرین اولین اور دوسروں کو سابقین کہتے ہیں۔ جن صحابہ نے دو مرتبہ ہجرت کی پہلی مرتبہ حبشہ گئے پھر وہاں سے مدینہ منورہ آئے انہیں صاحب ہجرتین کہتے ہیں۔ آئیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے صحابہ کرام سابقین اولین قیامت تک کے تمام ایمانداران کے تابع ہیں صحابی کے درجہ کو کوئی بڑے سے بڑا غیر صحابی نہیں پہنچ سکتا جس شخص نے حضور ﷺ کو آپ کی ظاہری زندگی میں بنظر ایمان دیکھا اور آپ کی رسالت و نبوت کا اقرار کیا وہ صحابی ہے اگرچہ وہ چند لحظات رہا نماز روزہ کا موقع

نہ ملا وہ اس غیر صحابی سے بہت آگے ہے جس نے سالہا سال عبادت کی، روزے رکھے، حج پڑھے مگر حضور کی صحابیت سے محروم رہا جس سے واضح ہوتا ہے حضور ﷺ کی صحبت آپ سے ایمان ہزار ہا عبادات سے آگے ہے بلکہ صحابی کے بارہ میں یہ کہا جائے تو بے جا نہیں، چشتی، قادری، نقشبندی سہروردی اولیاء، اقطاب اکٹھے ہو کر بھی روحانی پرواز کریں تو بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے کہ انہیں حضور ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی ہے جس سے یہ محروم ہیں۔

آیہ مبارکہ میں رضی اللہ عنہم سے واضح ہو رہا ہے کہ تمام صحابہ پر خدا راضی ہو گیا اس حکم کے بعد کسی صحابی پر تنقید اس ارشاد کی کھلی مخالفت ہوگی۔ صحابہ کرام سب سے بلا استثناء جنتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے مشرف ہیں۔ محمد بن کعب قرظی سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کے صحابہ کے بارہ میں آپ کا کیا نظریہ ہے فرمایا سب کے سب جنتی ہیں پوچھا گیا دلیل کیا ہے، تو یہ آیہ پڑھی کہ ”خدا اُن پر راضی ہو گیا“ صحابیت کے عظیم درجہ پر صحابہ فائز ہیں مگر جو درجہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا ہجرت میں ساتھ، غار میں ساتھ، بدر میں ساتھ، قبر میں ساتھ یہ کسی دوسرے کو نہ مل سکا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
وَمِنْ حَوْلِكُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ مُنْفِقُونَ  
وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلٰی  
التِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ حَتَّىٰ تَعْلَمَهُمُ  
سَعَدَ بِهُمْ مَّرَتَيْنِ تَحْيِرُ دُونَ اِلٰی  
عَذَابٍ عَظِيمٍ ۝۱۰۱

اور تمہارے ارد گرد کچھ اعرابی منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ (بھی منافق ہیں) وہ نفاق پر ڈٹ چکے ہیں آپ انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے (۱۰۱)

صلی اللہ علیہ وسلم  
الخطیب

## تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں ان منافقین کا ذکر تھا جو دُور کے تھے جنہیں نبوت کا فیض بہ مشکل پہنچا تھا۔ اس آیت مبارکہ میں ان منافقین کا ذکر ہے جو مدینہ منورہ سے قریب دیہات میں رہتے تھے، آیت مبارکہ میں مدینہ منورہ کے ایمانداروں سے فرمایا جا رہا ہے مدینہ والو! تمہارے قرب و جوار میں بھی بعض منافق آباد ہیں اُن سے غافل نہ ہو جانا ان سے محتاط رہنا یہ منافقین قبیلہ مزنیہ، اسلم، اشجع سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ قبائل تو کچھ باہر تھے کسی حد تک تم سے دور تھے مگر کچھ منافقین ایسے بھی ہیں جو مدینہ منورہ میں رہتے ہیں ان کے رگ دریشہ میں منافقت گھر کر چکی ہے انہیں تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں ان شریر لوگوں کو ہم کئی عذاب دیں گے دنیا میں رُسوائی و ذلت کا عذاب دیں گے۔ ایک موقع پر حضور ﷺ نے خطبہ فرمایا یہ جمعہ کا دن تھا اور فرمایا اے فلاں، کھڑا ہو جا تو منافق ہے ایسے ہی ارشاد ہے کئی لوگوں کو محفل سے نکال دیا یہ ان کی رُسوائی تھی اور پہلا عذاب تھا۔ اس حدیث شریف سے یہ واضح ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور کو منافقین کا علم دے دیا تھا تبھی تو ایک ایک کر کے مسجد سے نکالے ہیں۔

مرنے کے بعد بھی انہیں قبر کا عذاب دیں گے قیامت کے دن جہنم کا عذاب دیں گے اور یہ لوگ دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں رکھے جائیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اس سے نجات نہ پاسکیں گے۔ آیت مبارکہ کے ارشاد ”مردد علی النفاق“ کہ نفاق پر ڈٹ چکے ہیں، اس سے واضح ہو رہا ہے یہ لوگ ایسے سخت منافق ہیں کہ انہیں کوئی بھی پہچان نہیں سکتا عام کفار کے مقابلہ میں ان کا عذاب بھی سخت ہوگا کہ آیت مبارکہ کے آخر میں فرمایا انہیں بہت بڑا دردناک عذاب ہوگا۔ ”مردد“ کا معنی ہے وہ نفاق پر ایسے پکے ہو چکے ہیں نفاق کی جڑیں ان کے دلوں میں ایسی راسخ اور مضبوط ہو چکی ہیں کہ ان کے تائب ہونے کی اب کوئی امید باقی نہیں رہی اور وہ اتنے ماہر ہیں کہ اپنے نفاق کو کسی پر ظاہر بھی نہیں ہونے دیتے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



وَاٰخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا  
عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرًا سَيِّئًا عَسَىٰ اللّٰهُ  
اَنْ يَّتُوبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ  
رَّحِيْمٌ ۝۱۰۲ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً  
تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيَهُمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ  
اِنَّ صَلٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ  
عَلِيْمٌ ۝۱۰۳

صَلِّ عَلَيْهِمُ  
الْحَظْمِ

کچھ اور ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا  
اور ایک کام اچھا ملایا اور دوسرا بُرا، قریب ہے  
اللہ ان کی توبہ قبول کرے بے شک اللہ بخشنے والا  
مہربان ہے (۱۰۲) (اے محبوب) اُن کے  
مال سے صدقہ وصول کرو تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ  
کردو اور اُن کے حق میں دعائے خیر کرو بے  
شک تمہاری دُعا ان کے دلوں کا سکون ہے اور  
اللہ سننے والا ہے جاننے والا ہے (۱۰۳)

## تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں غزوہ تبوک سے رہ جانے والے منافقین کا ذکر تھا کہ وہ حیلے بہانے بنا کر رہ گئے اور  
پھر جھوٹی قسمیں اٹھائیں۔ اس آیہ مبارکہ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو رہ تو گئے تھے مگر بعد میں انہوں نے  
خلوص دل سے توبہ کر کے اس غلطی کا کفارہ ادا کیا۔ اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، غزوہ تبوک سے  
دس صحابہ اپنی سستی کے سبب رہ گئے تھے ان میں ودیعہ بن حرام، رفاعہ بن عبدالمندر، اوس بن ثعلبہ، حضرت  
ابولبابہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ جب حضور ﷺ تبوک سے واپس ہوئے تو ان ساتوں نے اپنے آپ کو مسجد  
نبوی کے ستونوں سے بندھوا دیا کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے تبوک نہیں جاسکے اور حضور ہمیں کھولیں گے تو آزاد  
ہوں گے اگر حضور ﷺ نے نہ کھولا تو ہم ایسی حالت میں مرجائیں گے حضور ﷺ تبوک سے واپس آئے تو  
مسجد نبوی شریف میں آکر نوافل ادا کئے فرمایا یہ کون لوگ بندھے ہوئے ہیں، لوگوں نے تفصیل عرض کر دی  
یہ لوگ مسلسل ۱۲ دن بندھے رہے، نماز، استنجاء کیلئے ان کے بچے کھول دیتے پھر باندھ دیتے تب یہ آیہ  
کریمہ اُتری ”وَاٰخَرُونَ اعْتَرَفُوا“ تو حضور ﷺ نے انہیں کھول دیا پھر یہ لوگ اپنے گھروں کو گئے

اپنے سارے مال بارگاہ رسالت میں پیش کر دیئے۔ یہ مال کا نذرانہ بھی اپنی غلطی کا کفارہ سمجھا اور عرض کی حضور اس مال کی محبت نے ہمیں تبوک جانے سے روکا تھا یہ کفارہ ہے آپ غرباء میں تقسیم فرمادیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ مال لینے کا حکم نہیں فرمایا میں وصول نہیں کروں گا تو یہ آئیہ کریمہ نازل ہو گئی ”خذ من اموالهم صدقہ“ اس حکم نازل ہونے پر حضور ﷺ نے ان کا تہائی حصہ وصول فرمایا اور باقی انہیں واپس کر دیا۔ مسلمانوں کے صدقات، زکوٰۃ وصول کرنا اور انہیں ان کے مصرف پر خرچ کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ یہ خطاب صرف حضور کیلئے نہیں بلکہ جو بھی مسلمانوں کا امیر ہوگا وہ اس حکم کا مخاطب ہوگا اس کے فرائض میں ہوگا کہ زکوٰۃ، صدقات وصول کرے اور خرچ کرے۔ زکوٰۃ حکومت پاکستان کا ٹیکس نہیں عبادت ہے۔

اس آئیہ کریمہ میں غزوہ تبوک سے رہ جانے والے اس گروہ کا ذکر ہے جنہوں نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور اپنے اس عمل پر شرمسار ہوئے اور آئندہ کیلئے غزوات میں شامل ہونے کا اقرار کیا یہ وہ حضرات ہیں جن کے اعمال ملتے جلتے ہیں کچھ اچھے کچھ بُرے۔ غزوات میں آپ کے ساتھ جانا اچھا عمل تھا، تبوک میں نہ جانا بُرا کام تھا پھر اس سے توبہ کر لینا بہت اچھا کام ہے۔ قریب ہے اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے، وہ غفور ہے رحیم ہے آپ ان کے مالوں سے کچھ حصہ قبول کر لیں اور ان کے مال، جان، ایمان میں برکت بھی بخش دیں، ساتھ ہی ان کیلئے دعائے خیر بھی فرمادیں کہ آپ کی دعا ان کے دلوں کا سکون ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی باتیں بھی سنتا ہے ان کے خلوص سے بھرے ارادوں کو بھی جانتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ  
عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ  
وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ وَقُلْ  
اعْمَلُوا فَيَسِيرَ عَلَى اللَّهِ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ  
وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَارِدُونَ إِلَىٰ عَلَيْهِ الْغَيْبِ  
وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

اللہ  
الْحَقُّ

کیا انہیں خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ  
قبول کرتا ہے اور صدقے خود اپنے دست  
قدرت میں لیتا ہے اور بے شک اللہ ہی قبول  
کرنے والا مہربان ہے (۱۰۴) اور آپ کہہ  
دیجئے کام کرو عنقریب اللہ تمہارے کام دیکھے گا  
اور اس کے رسول اور ایماندار اور عنقریب تم  
لوٹائے جاؤ گے غیب اور حاضر کے جاننے والے  
کی طرف تو وہ تمہیں خبر دے دے گا جو تم عمل  
کرتے تھے (۱۰۵)

### تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں صدقہ و خیرات اور توبہ کرنے والوں کا ذکر تھا اب اس آیت کریمہ میں توبہ نہ کرنے  
والوں کو توبہ کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ وہ توبہ کریں اور اپنے کو مقبول لوگوں میں شمار کرائیں۔ اس آیت  
کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا وہ سات صحابہ جنہوں نے اپنے کو مسجد نبوی شریف میں باندھ لیا تھا اور کہا تھا  
جب تک حضور انہیں کھولیں گے نہیں وہ اسی حالت میں رہیں گے پھر ان کی توبہ قبول ہوئی اور حضور نے کھول  
دیا تو ان کی مقبولیت کو دیکھ کر لوگوں نے کہا کل تک تو ان کا حال یہ تھا مگر اب ان کا رنگ ہی بدل گیا ہے، عظیم  
ٹھہرہ ہے ان کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جو لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے میں دیر کرتے ہیں  
کیا انہیں معلوم نہیں اللہ ہر خالص توبہ کو قبول فرما لیتا ہے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اس کے بندے جو بھی  
صدقہ خیرات کریں اللہ اپنے دست قدرت میں لیتا ہے اور بڑھاتا ہے حتیٰ کہ کھجور کا ایک دانہ جو خلوص سے  
اللہ کی راہ میں دیا گیا ہے پہاڑ بن کر عطا ہوگا کیا انہیں خبر نہیں اللہ توبہ قبول فرمانے والا ہے پھر وہ کریم ہے

گناہ پر عذاب نہیں دیتا۔ اے محبوب کریم! آپ بندوں سے فرمادیں تم جو چاہو نیک عمل کرو یا بد اللہ تمہیں دیکھے گا وہ خیر بھی ہے اور بصیر بھی اور اُس کے رسول بھی اللہ کی عطا سے، اس کے فضل سے دیکھیں گے اور عنقریب تمہارے اعمال کو مسلمان بھی دیکھیں گے کہ تمہارے اعمال کے آثار تمہارے چہروں پر ہوں گے اور اچھے اعمال والوں کو نیک لوگوں سے پیار ہوگا اور بدکاروں سے نفرت ہوگی۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہے صحیح توبہ جو خلوص سے ہو تو اللہ اُسے قبول فرما لیتا ہے اور اس بندے کو اپنے فضل سے نوازتا ہے ایسے ہی خلوص دل سے کئے گئے صدقات و خیرات کو قبول فرماتا ہے اور تھوڑے صدقے کو بھی بڑھا چڑھا کر عظیم بنا دیتا ہے۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے اللہ ہر چھپی، ظاہرشی کو جانتا ہے اور اس کی عطا سے اس کے فضل سے اس کے رسول بھی جانتے ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر روح البیان میں اس طرح فرماتے ہیں مومنین کے مخلصانہ کام کا ایک نور ہوتا ہے جو آسمان کی طرف چڑھتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے نور اُلوہیت سے دیکھتا ہے اور رسول کریم ﷺ اپنے نور نبوت سے دیکھتے ہیں اور ایماندار لوگ اپنے نور ایمان سے دیکھتے ہیں، نور نبوت سے دیکھنا یا ایسے نور ایمان سے دیکھنا یہ سارے مشاہدات اللہ کی عطا اور اس کے فضل سے ہی ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 وَآخَرُونَ مُرْجُونَ لَأَمْرٍ لِلَّهِ إِمَّا  
 يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَاللَّهُ  
 عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۰۶﴾  
 اور کچھ وہ ہیں جنہیں اللہ کے حکم آنے تک مؤخر  
 کیا گیا ہے یا اللہ انہیں عذاب دے گا یا ان کی  
 توبہ قبول فرمائے گا اور اللہ بہت علم والا ہے اور  
 بے حد حکمت والا ہے (۱۰۶)

صلی اللہ علیہ وسلم  
 العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا اللہ توبہ قبول فرماتا ہے اس آیہ پاک میں ارشاد ہے توبہ قبول کرنے میں جلدی



بھی ہو سکتی ہے اور دیر بھی۔ اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: غزوہ تبوک میں مخلص دس صحابہ کسی وجہ سے غیر حاضر رہے مگر تین شخص کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع انہوں نے اگرچہ اپنے کو ستونوں سے تو نہیں بندھوایا تھا مگر دربار رسالت میں کوئی بہانہ بھی نہیں بنایا تھا، صاف صاف اپنی غلطی کا اقرار کیا اور غلطی مان لی، حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ تمہاری توبہ قبول ہونے کا اعلان فرمائے گا تب توبہ قبول ہوگی ان تینوں حضرات کا مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا ان سے سلام کلام اٹھنا بیٹھنا منع اور خرید و فروخت بند کر دی گئی یہ بائیکاٹ پچاس دن رہا یہ آیہ ان کے متعلق نازل ہوئی یہ تینوں حضرات بدر کے غازیوں میں سے تھے۔ اس آیہ پاک میں اُن کے تاخیر سے قبول ہونے کا ذکر ہے ان تینوں حضرات کے بائیکاٹ کے زمانہ میں حضرت کعب بن مالک کے پاس ملک شام کے بادشاہ نے خط بھیجا اور کہا ہمیں پتہ چلا ہے آپ کے نبی محمد ﷺ نے آپ کی قدر نہ کی آپ تو بہت کام کے آدمی تھے آپ نے ان کی بے شمار خدمات انجام دیں آپ پریشان نہ ہوں ہمارے پاس آجائیں آپ کو حکومت میں بلند عہدہ دے دیا جائے گا آپ نے یہ خط جلا دیا اور بہت روئے اور بارگاہ قدس میں عرض کی یا اللہ میں اس حد تک پہنچ گیا ہوں کہ کفار مجھے دعوت دینے لگے اگر اس زمانہ میں میری موت آگئی تو حضور ﷺ میرا جنازہ بھی نہیں پڑھائیں گے۔ اس تصور نے آپ کو یاد محبوب میں تڑپایا اور یہ عجز و انکساری، آہ و زاری بارگاہ قدس میں قبول ہوگئی اور توبہ قبول ہوگئی۔

اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! کچھ لوگ وہ ہیں جن کا آپ نے بائیکاٹ کیا ہے کچھ عرصہ کے بعد ان کا فیصلہ ہوگا رب کو اختیار ہے کہ انہیں سزا دے اور توبہ قبول نہ کرے یا ان کو توبہ کی توفیق مل جائے اور توبہ قبول ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ علیم ہے ان کے دلوں کے حالات کو جانتا ہے حکیم بھی ہے اس تاخیر سے قبول میں بہت سی حکمتیں ہیں، وہ لوگ انتظار کریں۔

اس آیہ مبارکہ سے یہ واضح ہو رہا ہے حضور ﷺ احکام شرعیہ کے مالک ہیں مسلمان سے مصافحہ کرنا ملنا پیار کرنا دین ہے مگر ان تینوں صحابہ سے بائیکاٹ ہو گیا سلام کا جواب دینا بھی منع ہو گیا ان سے سلام کلام

مصافحہ بھی ممنوع ہو گیا، اس عمل سے پتہ چلتا ہے حضور ﷺ دین کے مرکز ہیں جو چاہیں جیسے چاہیں اللہ کے حکم سے فیصلہ کر دیں وہی دین ہے، ان تین صحابہ سے نہ ملنا، مصافحہ نہ کرنا، ان کے سلام کا جواب نہ دینا بھی دین تھا کہ حضور ﷺ نے روک دیا تھا۔ اس عمل سے ان تینوں کے حالات بہتر ہو گئے اخلاص کے ساتھ اعتراف جرم کر کے تائب ہو گئے تو ان کیلئے یہی معافی کے احکام دے دئے گئے اور پچاس دن کے صبر آزما انتظار کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا  
 وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا  
 لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ  
 وَلَيَعْلَمَنَّ إِنَّ آيَاتِنَا إِلَّا الْخُسْفَىٰ  
 وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٤﴾  
 لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لِّلْمَسْجِدِ آسَسَ عَلَى  
 التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ  
 تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ  
 يَتَّخِذُوا اللَّهَ يَوْمَ الْمُنَافِقِينَ ﴿١٠٥﴾

اور وہ لوگ جنہوں نے نقصان پہنچانے کیلئے مسجد  
 بنائی اور کفر کرنے کیلئے اور مسلمانوں کے درمیان  
 پھوٹ ڈالنے کیلئے اور اُس شخص کی پناہ گاہ بنانے  
 کیلئے جو پہلے سے ہی اللہ اور اس کے رسول سے  
 جنگ کر رہا ہے اور وہ ضرور یہ قسم کھائیں گے کہ ہم  
 نے صرف بھلائی کا ارادہ کیا ہے اور اللہ گواہی دیتا  
 ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں (۱۰۷) آپ  
 اُس مسجد میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی  
 بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس  
 بات کی زیادہ حقدار ہیں کہ آپ اُس میں کھڑے  
 ہوں اس میں ایسے مرد ہیں جو خوب پاکیزہ ہونے کو  
 پسند کرتے ہیں اور اللہ زیادہ پاکیزگی حاصل کرنے  
 والوں کو پسند فرماتا ہے (۱۰۸)

اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم

## تفسیر

بچھلی آیہ مبارکہ میں بعض مومنین کے ایسے اعمال کا ذکر ہوا جو بظاہر اچھے نہیں تھے جیسے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہو سکے مگر انجام اچھا تھا کہ انہوں نے خلوص دل سے توبہ کی، اپنی غلطی کا احساس کیا توبہ کی قبولیت سے نوازے گئے۔ اس آیہ مبارکہ میں منافقین کے بعض ایسے اعمال کا ذکر فرمایا گیا ہے جو بظاہر تو اچھے تھے مگر انجام خراب تھا جیسے منافقین نے مسجد ضرار تیار کی یہ مسجد اسلام دشمنی میں استعمال ہوتی تھی، حضور ﷺ کے خلاف بغاوت کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، زمانہ جاہلیت میں مدینہ منورہ کا ایک شخص ابو عامر راہب اسلام سے منحرف ہو کر عیسائی ہو گیا، تورات انجیل کا ماہر ہو گیا لوگ اس کی قدر کرتے تھے جب حضور ﷺ جلوہ گر ہوئے تو لوگ آفتاب نبوت کی روشنی سے فائدہ اٹھانے لگے عوام جوق در جوق دربار رسالت میں حاضری دینے لگے یہ بندہ حسد کی آگ میں جل گیا، دشمنی شروع کر دی غزوہ احد میں مخالف رہا۔ غزوہ حنین میں جب دشمن بھاگا تو یہ بھی بھاگ کر شام پہنچ گیا وہاں سے منافقین مدینہ منورہ کو پیغام بھیجا کہ ایک مسجد بناؤ جو بظاہر تو مسجد ہو مگر درحقیقت حضور ﷺ کے خلاف سازش گاہ ہو اس میں اسلحہ جمع ہو، مدینہ منورہ کے منافقین نے مسجد قبا شریف کے قریب ایک مسجد بنائی جب حضور تبوک جانے لگے تو انہوں نے درخواست کی ہم نے معذوروں، بوڑھوں، بیماروں کیلئے ایک مسجد تیار کی ہے آپ اس میں ایک نماز ادا فرمائیں حضور ﷺ نے فرمایا اس وقت تو میں تبوک جا رہا ہوں واپسی پر اگر اللہ نے چاہا تو نماز پڑھیں گے واپسی پر پھر منافقین نے نماز پڑھنے کی درخواست کی تب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی حضور ﷺ نے حضرت وحشی (جو امیر حمزہ کے قاتل تھے) مالک بن اشتم، ابن عدی، عامر بن مسکن کو حکم دیا کہ اس مسجد کو جلا دو چنانچہ ان احباب نے اس مسجد کو رکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ سیدنا فاروق اعظم کے دور خلافت میں بہت سی مسجدیں بنائی گئیں مگر حکم تھا کہ اس جگہ کبھی مسجد نہ بنے۔

تفسیر روح البیان شریف میں ہے حضور ﷺ نے یہ جگہ ثابت بن ارقم کو عطا فرمادی انہوں نے

وہاں اپنی رہائش گاہ بنالی ایک دن انہوں نے وہاں کسی ضرورت کیلئے گڑھا کھودا، تو وہاں سے دھواں نکلا۔ منافقین نے یہ مسجد مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلئے بنائی تھی نام تو مسجد کا تھا مگر اس میں کام دارُالندوہ کا ہوتا تھا یہاں پر اسلام کے خلاف سازشیں اور شبہات پیدا کئے جاتے تھے، اس مسجد میں کفر و نفاق پر لوگوں کو مضبوط بنایا جاتا تھا، ہر جگہ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے کیلئے استعمال ہوتی تھی اس جگہ مسجد قباء کے لوگوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی کہ مسجد قباء غیر آباد ہو یہ جگہ ابو عامر کی گھات گاہ کے طور پر استعمال ہوتی تھی، نام مسجد کا تھا لیکن جب ان سے پوچھا جاتا کہ یہ مکان اسلام کے خلاف استعمال کیوں ہوتا ہے تو قسمیں اٹھا اٹھا کر کہتے ہم نے بھلائی کی نیت کی ہے کہ بوڑھوں، بیماروں، معذوروں کو آسانی رہے۔

اے محبوب! یہ لوگ جھوٹے ہیں اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھنا کہ اس سے مخلصین دھوکہ کھائیں گے آپ کے لائق مسجد قبا ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ اس مسجد میں ایسے لوگ نماز پڑھتے ہیں جنہیں پاکیزگی طہارت پسند ہے، ان آیات مقدسہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ بُری نیت سے اچھے کام بھی برے ہو جاتے ہیں منافقین نے بُرے ارادوں سے مسجد بنائی جو مسجد ضرار کہلائی اس واقعہ سے یہ بھی واضح ہوا، حضور ﷺ کی دشمنی میں بظاہر اچھے کام بھی بُرے ہی ہیں جیسے یہ مسجد ضرار حضور کے مخالفین کو رب فرماتا ہے وہ جھوٹے ہیں ایسی مساجد جن میں اسلام کے خلاف، حضور کے خلاف سازشیں ہوں وہ نماز کے قابل نہیں ان سے الگ رہا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



أَمَّنْ أَسَسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَىٰ مِنَ  
 اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٍ أَمْ مَنِ أَسَسَ  
 بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا حُزْبٍ مُّارٍ فَأَنهَارَ  
 بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ  
 الظَّالِمِينَ ﴿١٠٩﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي  
 بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَن تَقْطَعَهُ  
 قُلُوبُهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١١٠﴾

اللہ  
 الصّٰلِحِ  
 العظیم

کہا جس نے اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا پر  
 اپنی مسجد کی بنیاد رکھی وہ بہتر ہے یا وہ شخص جس  
 نے اپنی عمارت کی بنیاد ایسے گڑھے کے  
 کنارے پر رکھی جو گرنے کے قریب ہے تو وہ  
 اُسے لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑا اور اللہ  
 ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا (۱۰۹) جس عمارت کو  
 انہوں نے بنایا ہے گرنے کے خطرہ کی وجہ سے  
 ہمیشہ ان کے دلوں پر کھکتی رہے گی سوا اس کے کہ  
 ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ بے  
 حد جاننے والا ہے، بڑی حکمت والا ہے (۱۱۰)

### تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں مسجد ضرار اور مسجد قبا کا فرق بیان فرمایا گیا۔ اب اس آیہ مبارکہ میں دونوں  
 مسجدوں کے انجام کا ذکر ہے کہ مسجد ضرار کا انجام دوزخ ہے مسجد قبا کا انجام جنت ہے، اب ان دونوں  
 مسجدوں کا فرق فرمایا جا رہا ہے۔ مسجد ضرار میں نماز پڑھنا ممنوع ہے، مسجد قبا میں ثواب ہے، مسجد ضرار  
 دوزخ کے گڑھے پر ہے وہاں نماز کیسی؟

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں اور منافقین کے اعمال کی تشبیہ بیان فرمائی ہے  
 ایمانداروں کے اعمال میں دل کا تقویٰ، پرہیزگاری، اخلاص مضبوط بنیاد ہے۔ منافقین کے اعمال ان کی  
 عمارت ہیں جو ان کے فتنہ و فساد و بدعتی کے باعث بے کار ہے کھوکھلی ہے گرنے والی ہے جو تعمیر کرنے  
 والوں کو بھی برباد کر دے گی۔

فرمایا جا رہا ہے کہ غور کرو، وہ عمارت جو خدا کی رضا کیلئے تیار کی گئی ہے وہ اچھی ہے یا وہ اچھی جس کی بنیاد کھوکھلی ہے ہر وقت گرنے کا ڈر ہے، منافقین کے اعمال کی عمارت بُری نیت پر قائم ہے اس کا نتیجہ یہ ہے وہ عمارت ان کی تباہی کا سبب بنے گی اور دوزخ میں گرا دے گی۔ منافقین کی مسجد ضرار گرا تو دی گئی مگر اس کا صدمہ انہیں ہمیشہ رہے گا، ہاں یا تو یہ مرکز مٹی ہو جائیں ان کا دل بھی گل سڑ جائے، ٹکڑے ہو جائے یا ان کے دلوں سے نفاق نکلے اور ایمان داخل ہو تب یہ صدمہ جائے گا ورنہ نہیں جائے گا۔ محبوب! آپ ایسے لوگوں کی مسجد میں نماز کیوں پڑھیں؟ اللہ علم و حکمت والا ہے، مسجد ضرار اور مسجد قبا کے واقعات سے اخلاص و ریاکاری، محبت و نفاق ایسے مسائل کا پتہ چلتا رہے گا۔

مومن کے اعمال کی بنیاد پانی پر قائم نہیں ہوتی بلکہ سخت زمین پر ہوتی ہے منافق کے اعمال کی بنیاد پانی یا ریت پر ہوتی ہے جس کے گرنے کا ہر لمحہ دھڑکا لگا رہتا ہے، بد نیتی ریاکاری ایسے زلزلے ہیں جو اس عمارت کو برباد کر دیتے ہیں۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ مسجد قباء والے لوگ مخلص، ایماندار، متقی ہیں جو اخلاص کی دولت سے مالا مال ہیں منافقین کے بارہ میں یہی آیہ بتاتی ہے کہ وہ دوزخی ہیں ان کی مسجد بھی دوزخ کے کنارے پر ہے۔ روح البیان شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت درج ہے آپ فرماتے ہیں میں نے اس مسجد سے دوزخ کا دھواں نکلتا دیکھا۔

آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے اگر کوئی کام بظاہر اچھا ہے مگر دین کے خلاف حضور ﷺ کی دشمنی پر مبنی ہو تو اُسے ختم کر دینا بڑا ضروری ہے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ مومن کے اعمال صالحہ مضبوط و پختہ ہوتے ہیں بربادی کا خطرہ نہیں منافق کے اعمال نہایت کمزور جن کی تباہی و بربادی لازمی ہوتی ہے۔ ان ساری آیات مبارکہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے مسجد کی فضیلت کا اصل مدار تو اس پر ہے کہ وہ اخلاص سے بنائی گئی ہو ریاکاری و نمود کا شائبہ نہ ہو، مسجد ضرار کی بنیاد نا پائیدار تھی اس کا انجام یہ ہوا وہ گر پڑی جہنم کی آگ

میں گئی جہنم کی آگ میں جانا مجازی معنی کیلئے بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے بنانے والوں کیلئے اس نے جہنم کا راستہ ہموار کر دیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور  
 جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کیلئے  
 جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں  
 اس کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ تورات، انجیل اور  
 قرآن میں، اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا  
 کون ہے (ایمان والو) اُس سودے کی خوشیاں  
 مناؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بڑی  
 کامیابی ہے (۱۱۱)

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
 أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ  
 يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ  
 وَيُقْتَلُونَ وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي  
 التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ  
 أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا  
 بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ  
 هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۱۱﴾

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ  
 الْعَظِيمُ

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا منافق مسجد بنائیں تو بھی بے ایمان ہیں، مومن مسجد بنائیں تو مقبول۔ کہ کافر  
 کی نیت خراب تھی مومن کی نیت میں اخلاص ہے خدا خونی ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کافر  
 جنگ لڑے تو کافر ہی ہے اس کی جنگ فساد ہے مومن جنگ لڑے تو یہ جہاد ہے کیونکہ یہ اللہ کے ہاں بکا ہوا  
 ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: دوسری بیعت عقبہ کے موقع پر ستر (۷۰) انصار نے حضور  
 ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (عقبہ پہاڑ کے حصے کو کہا جاتا ہے اس عقبہ پر مدینہ منورہ کے لوگوں سے تین  
 مرتبہ بیعت لی گئی، پہلی بیعت بعثت نبوی سے گیارہویں سال، اس مرتبہ چھ حضرات مسلمان ہوئے اگلے

سال دوسری مرتبہ بیعت ہوئی سات افراد مسلمان ہوئے اس کے بعد نبوت کے تیرہویں سال اس جگہ ستر (۷۰) افراد جمع ہوئے یہ تیسری اور آخری بیعت تھی (عبداللہ بن رواحہ نے عرض کی حضور آپ جو چاہیں ہم پر شرط لگا دیں ہم نبھائیں گے حضور ﷺ نے فرمایا تم پر دو شرطیں عائد کرتا ہوں ایک شرط رب تعالیٰ کیلئے دوسری شرط میرے لئے۔ رب کے متعلق شرط یہ ہے کہ اس کی عبادت کرو میرے لئے شرط یہ ہے کہ جو چیز تم اپنے لئے پسند نہ کرو میرے لئے بھی پسند نہ کرو۔ حضرت عبداللہ نے عرض کی حضور! ہم یہ شرائط پوری کریں گے تو ہمیں اجر کیا ملے گا؟ فرمایا جنت، صحابہ نے کہا یہ تو بڑے نفع کی بات ہے اب ہم یہ سودا توڑیں گے نہیں تو یہ آئیہ مبارکہ نازل ہوئی۔

اس آئیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کے جان و مال خرید لئے لہذا مسلمانوں کو چاہئے جب اسلام کو ان کے مال و جان کی ضرورت پڑے تو وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں انہیں قتل کریں تو غازی ہوں گے، خود قتل ہو جائیں تو شہید ہونگے جب جہاد کیلئے نکلو تو خوشی سے نکلو۔ ”الذی بايعتم“ کے فرمان سے واضح ہے یہ سودا بالواسطہ ہے وہ تجارت جو تم نے اپنے نبی کے واسطہ سے کی آئیہ کے آخر میں ”ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ“ فرما کر بتایا گیا ہے مسلمانو! تمہاری یہ بڑی کامیابی ہے اللہ نے تمہارے مال و جان خرید لئے یہ سودا نہایت عالی شان ہے۔

یہ وہ آئیہ مبارکہ ہے جو جہاد کے موقع پر مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ شوق، دین سے وارفتگی پیدا کر دیتی ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جنگ یرموک کے موقع پر مسلمانوں کے سامنے یہ آئیہ پڑھی صحابہ میں جذبہ شوق شہادت اس قدر بڑھا کہ عیسائیوں کی سات لاکھ فوج کو مار دے دی حالانکہ مسلمان صرف چالیس ہزار تھے جنت دینے کا یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر لازم ہو چکا ہے اس وعدہ کا اعلان تورات انجیل میں ہو چکا، قرآن پاک میں کیا جا رہا ہے۔ خود سوچ لو اللہ سے بڑھ کر کون وعدہ پورا کرنے والا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کی خلاف ورزی کا تصور ہی نہیں۔ وعدہ کی خلاف ورزی کسی مجبوری کی وجہ



سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہر مجبوری سے پاک ہے رب پاک خریدار ہے جس کے ہاں کسی شے کی کمی ہی نہیں اللہ نے جنت دینے کا وعدہ فرمایا ہے جس کی خلاف ورزی ممکن ہی نہیں اس وعدہ کا اعلان تورات انجیل میں ہو چکا۔ قرآن میں کہا جا رہا ہے اس تجارت کو کامیابی فرمایا گیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 التَّائِبُونَ الْعِبْدُونَ الْحَمِيدُونَ  
 السَّاجِدُونَ الرَّكْعُونَ السُّجَّدُونَ  
 الْمُؤْمِنُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ  
 عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ  
 اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۲﴾

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد  
 بیان کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع  
 کرنے والے، سجدے کرنے والے، نیکی کا حکم  
 دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ  
 کی حدوں کی حفاظت کرنے والے اور ایمانداروں  
 کو خوشخبری سنادیں (۱۱۲)

ﷺ  
 العظیم

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں تھا مجاہد ہونا، غازی بننا، شہید ہونا بڑی کامیابی ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے اگر وہ کامیابی نصیب نہ ہو سکی تم غازی، شہید نہ بن سکتے تو ان صفات کو اختیار کر لو یہ بھی بڑی کامیابی ہے۔ اس آیہ پاک میں صفات کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ صفات اختیار کرو۔

پہلی صفت توبہ کرنا ہے پچھلے گناہوں پر شرم اور آئندہ نہ کرنے کا عہد، یہ توبہ ہے توبہ کا معنی ہے ”لوٹنا“ یعنی بندہ اپنے گناہوں سے واپس لوٹ جاتا ہے اور نیکیوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ رب قدوس بھی تواب ہے اگر بندہ اپنے گناہوں سے لوٹ جاتا ہے تو رب قدوس اس کو سزا دینے کے ارادہ سے رجوع فرمالیتا ہے توبہ اس طرح ہو کہ دل شرمسار ہو، آئندہ یہ کام نہ کرنے کا عہد ہو ایسا کرنے میں اللہ کی رضا مطلوب ہو ایسے لوگ جو ہر گناہ سے توبہ کرتے ہیں وہ گناہ بڑا ہو یا چھوٹا، خفی ہو یا جلی۔

دوسری صفت فرمائی کہ اللہ کی عبادت کرنے والے، عبادت سے مراد تمام قسم کی بدنی مالی عبادات ہیں تیسری صفت ”حامدون“ ہے کہ وہ اللہ کی حمد کرتے ہیں ہر چھوٹی بڑی نعمت پر شکر ادا کرتے ہیں، حمد کبھی شکر کے معنی میں بھی آتا ہے۔ چوتھی صفت ”السائحون“ ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد روزہ رکھنے والے ہیں۔ ”سائح“ کا معنی سفر کرنے والا بھی ہے چونکہ روزہ سے ہی روحانی سفر طے ہوتا ہے۔ ایک حدیث پاک میں بھی ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”میری اُمت کی سیاحت روزہ ہے“۔ ”الراکعون ، الساجدون“ یہ بھی مومنوں کی صفت ہے اگرچہ نماز میں قیام بھی ہے، بیٹھنا بھی ہے مگر رکوع و سجدہ کو اہمیت حاصل ہے نیکی کا حکم دینے والے برائی سے روکنے والے، یہ بھی ایمانداروں کی صفت ہے۔ ”الناہون عن المنکر“ بھی ایمانداروں کی صفت ہے کہ برائی سے روکتے ہیں۔

آیہ مبارکہ میں مسلمانوں سے ارشاد ہے کہ یہ نہ سمجھ لینا جنت صرف شہیدوں، غازیوں کیلئے ہے عام ایماندار بھی جائیں گے۔ جن میں یہ صفات پائی جائیں گی وہ جنتی ہیں۔ گناہوں کی معافی مانگنے والے، عبادت کرنے والے، اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع و سجدہ کرنے والے ہر برائی سے روکنے والے، رب کی مقرر کی ہوئی حدود کی حفاظت کرنے والے یہ لوگ جنتی ہیں۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا ایمانداروں کو خوشخبری سنا دو جو ایمان والے ان صفات سے وابستہ ہوں گے ان کیلئے جنت ہے اور وہاں ایسی نعمتیں دیئے جائیں گے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان سے سنیں اور نہ ہی کسی کے دل میں کھلیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کیلئے دعاء مغفرت کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ انہیں واضح ہو چکا کہ وہ دوزخی ہیں (۱۱۳) اور ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کیلئے معافی چاہنا وہ نہ تھا مگر ایک وعدہ کے سبب جو ان سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) پر یہ واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اُس سے تعلق توڑ لیا بے شک ابراہیم آہ والے اور حلم والے ہیں (۱۱۴)

للہ  
الْحَقُّ  
الْحَقُّ

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قَرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَكَاذِبًا حَلِيمًا ۝

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کی کئی صفات کا ذکر تھا کہ وہ توبہ کرنے والے، حمد کرنے والے، عبادت کرنے والے ہیں آٹھ توصفات کا ذکر تھا۔ اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو کفار و مشرکین کیلئے استغفار کرنے سے روکا جا رہا ہے گویا اچھی صفات کے بعد بُری صفات سے روکا جا رہا ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا وہ اپنے مشرک رشتہ داروں کیلئے بخشش مانگ رہا تھا، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے منع کیا، اُس نے کہا میں نے یہ کونسا جرم کر لیا ہے، ابراہیم علیہ السلام نے بھی تو اپنے مشرک چچا کیلئے دعا کی تھی۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے یہ بات دربار رسالت میں عرض کر دی۔ اس واقعہ پر یہ دونوں آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔ ان آیات کے اُترنے کے سلسلہ میں ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے بعض صحابہ کرام نے بارگاہ نبوت میں عرض کی حضور ہمارے ماں باپ اپنی زندگی میں بہت اچھے کام کرتے تھے، رشتہ داروں سے حسن سلوک، قیدیوں کو چھڑانا لوگوں سے کئے گئے وعدے پورے کرنا مگر ان کی موت شرک پر ہوئی کیا ہم ان کیلئے دعاء مغفرت کر لیا

کریں تو یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا نہ تو حضور کیلئے لائق ہے اور نہ ایمانداروں کیلئے کہ کفار کیلئے دعا کریں وہ کفار عزیز و اقارب ہی کیوں نہ ہوں کوئی مسلمان اس سے دلیل نہ بنائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا آزر کیلئے دعاء مغفرت کی تھی ان کی دعاء مغفرت کرنا اس وجہ سے تھی کہ آپ نے آزر سے مشروط یا غیر مشروط وعدہ فرمایا تھا کہ میں تیرے لئے دعا کروں گا انہیں اس کے ایمان کی اُمید تھی مگر جب انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ رب کا دشمن ہے یا اس طرح کہ وہ کفر پر مر گیا آپ کو بذریعہ وحی بتا دیا گیا کہ یہ دوزخی ہے تو آپ اس سے متنفر ہو گئے پھر کبھی اس کیلئے دعاء مغفرت نہ کی۔

اس آیہ مبارکہ سے واضح ہوا کہ کسی کافر مشرک کیلئے دعاء مغفرت کرنا اس کیلئے ایصالِ ثواب کرنا اس کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ یا مرحوم یا رضی اللہ عنہ کے الفاظ استعمال کرنا جائز نہیں کہ یہ سارے الفاظ دعا ہی ہیں کفار کو جہنمی فرما کر واضح کر دیا گیا کہ مغفرت صرف ان کیلئے ہے جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا اور جو کفر و شرک کی حالت میں مرے ہوں ان پر مغفرت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ بعض وہ روایات جن میں ذکر ہے کہ ان آیات میں حضور ﷺ کو اپنے والدین کے حق میں دعا کرنے سے منع فرما دیا گیا ہے یہ ساری روایات کمزور اور ضعیف ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی شارح بخاری فرماتے ہیں میں نے ان روایات پر اچھی طرح غور کیا اور سب کو قابلِ اعتراض پایا ہے۔

آیہ مبارکہ میں ”لایبہ“ سے آزر مراد ہے جو آپ کا چچا تھا آپ کے والدہ کا نام تاریخ تھا۔ حضور ﷺ کے آباؤ اجداد میں کوئی کافر نہ تھا ”مساکل الحفء“ میں مضبوط اور قوی دلائل سے واضح کیا گیا ہے کہ سیدنا عبد اللہ سے آدم علیہ السلام تک کوئی ایسی پیڑھ نہیں جس نے شرک کیا ہو۔ سیدہ آمنہ سے لے کر حضرت حوا تک کوئی ایسا پیڑھ نہیں جو شرک میں رہا ہو۔ جن روایات میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کیلئے دعا فرمائی اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کو ایمان، اسلام کی توفیق دے کہ ان کی مغفرت ہو سکے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



اللہ کی شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت کر کے گمراہ فرمائے جب تک انہیں صاف نہ بتادے کہ کس چیز سے انہیں بچنا چاہئے بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے (۱۱۵) بے شک اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت، زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی والی ہے نہ کوئی مددگار (۱۱۶)

اللہ  
الصلوة  
العظيمة

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (۱۱۵) إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَمَا لَكُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ (۱۱۶)

### تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں کفار کے بارہ میں ذکر تھا کہ ان کیلئے مغفرت کی دعا نہ کی جائے اب فرمایا جا رہا ہے کہ ان پر ایسا غضب ہے کیوں؟ وہ اس لئے کہ وہ جان بوجھ کر، علم ہوتے ہوئے وہ کافر رہے۔ ان آیات مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا جب ایمان داروں کو کفار پر دعا کرنے سے روکا گیا تو صحابہ کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ ہم تو اس وقت تک کفار باپ دادا کیلئے دعائیں کرتے رہے ہیں ہمارا کیا بنے گا۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں کہ قانون بننے سے پہلے جو کچھ ہوا وہ معاف ہے کہ ضابطہ اب بنا ہے کام پہلے ہوا ہے یہ قابل گرفت نہیں۔

اس کے شان نزول کی ایک روایت اس طرح ملتی ہے کچھ دیہاتی لوگ مسلمان ہوئے کچھ عرصہ بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو پتہ چلا کہ شراب تو حرام ہو چکی ہے اور قبلہ بجائے بیت المقدس کے کعبہ ہو چکا ہے پریشان ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ہمارا کیا بنے گا ہم تو شراب پیتے رہے نمازیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھتے رہے۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں جن میں تسلی دی گئی کہ تم سے جو کچھ غلطی سے ہو گیا وہ معاف ہے کہ تمہیں یہ احکام پہنچے ہی نہیں تھے۔ جو شخص قانون بننے کے بعد عمل نہ کرے وہ مجرم ہے جنہیں

قانون کی اطلاع ہی نہ ہوئی وہ اس سے بری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے وہ جانتا ہے بے خبر کون ہے اور جان بوجھ کر کون کر رہا ہے۔ مسلمانو! اس بات کا خیال رکھو کہ زمینوں اور آسمانوں کا مالک وہی ہے موت و حیات اسی کے قبضہ میں ہے کائنات کا خالق و مالک وہی ہے اگر تم کفار الگ تھلگ ہو جاؤ تو یہ سارے مل کر بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اگر تم نے ہمیں اپنی حرکتوں سے کفار کی محبتوں سے ناراض کر لیا تو دنیا میں نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے قانون بننے سے پہلے، ضابطہ اُترنے سے پہلے جو کام ہو گئے وہ معاف ہیں جیسے اس موقع پر صحابہ کو مطمئن کر دیا گیا کہ حکم نازل ہونے سے پہلے جو غلطیاں ہو گئیں وہ معاف کر دی گئیں اس ارشاد سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین آپ کے آباؤ اجداد مجرم، گمراہ اور دین حق سے دور نہ تھے کہ ابھی اسلامی احکام ان تک پہنچے ہی نہ تھے۔ حضور ﷺ کے والدین کریمین کے بارہ میں غلط نظریہ رکھنے والے لوگوں کو اس ارشاد پر غور کرنا چاہئے کہ اُن صحابہ پر گرفت نہیں کی گئی جنہیں احکام پہنچے ہی نہیں تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
بے شک اللہ نے نبی پر فضل فرمایا اور اُن مہاجرین  
اور انصار پر جنہوں نے مشکل وقت میں نبی کی  
اتباع کی جب کہ اس کے بعد یہ قریب تھا کہ ایک  
گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں پھر اس  
کے بعد اس نے ان کی توبہ قبول کی بیشک وہ ان  
پر نہایت مہربان بہت رحم والا ہے (۱۱۷)

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ  
وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ  
مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ  
مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ  
رَّحِيمٌ

اللہ  
العظیم

## تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کی برائی کا ذکر ہوا اور ساتھ جانے والوں کی اچھائی کا ذکر ہوا۔ اس آیت کریمہ میں ان خوش بخت لوگوں کا ذکر ہے جو ساتھ گئے کہ اللہ نے ان کی حاضری کی برکت سے ان کی ساری خطائیں معاف فرمادیں۔ رب قدوس جل مجدہ کی کروڑوں رحمتیں ہوں ان لوگوں پر جنہوں نے دکھ کی گھڑی میں حضور ﷺ کا ساتھ دیا غزوہ تبوک میں سفر کی دوری، مشکل راہوں، ناگوار موسم کی پرواہ نہ کی اور حضور ﷺ کا ساتھ نبھایا۔ سوار یوں کی کمی بھی تھی، سواری کی مشکلات یہ تھیں کہ دس مسلمان ایک اونٹ پر باری باری سواری کرتے تھے اور زادِ راہ کی مشکلات یہ تھیں کہ بعض اوقات مسلمانوں کی ایک جماعت باری باری کھجور کی ایک گٹھلی چوستی تھی۔ مگر یہ صحابہ ثابت قدم رہے انہیں قربانیوں کا صلہ تھا اللہ کا فضل تھا ان پر توبہ ڈال دی، رحمت نچھاور کر دی۔ رب تعالیٰ بہت مہربان ہے بندوں کی مصیبتیں مالتا ہے اللہ تعالیٰ کے ان پر یہ سارے انعامات حضور ﷺ کی اطاعت و اتباع کے باعث ہیں۔

آیت مبارکہ سے واضح ہے غزوہ تبوک میں شریک ہونے والے صحابہ قطعی جنتی ہیں اس موقع پر صحابہ کرام سے یا حضور ﷺ سے کسی قسم کی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی مگر توبہ کی نعمت سے نوازا جا رہا ہے اس عنوان سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ توبہ کیلئے ضروری نہیں کہ گناہ ہوں، بغیر گناہ کے بھی توبہ ہوتی ہے۔ یہاں پر توبہ کے معنی ہوں گے کہ درجات کی بلندی فرمائی۔

حضور ﷺ کا معمول تھا آپ اللہ کے حکم پر عمل کرنے کیلئے ہر روز توبہ و استغفار فرماتے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اللہ کی قسم میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو کہ میں ایک دن میں اس کی طرف سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

غزوہ تبوک میں صحابہ کی جاں نثاری فرمانبرداری کے کئی واقعات ہیں ایک جلیل القدر صحابی ابوخیثمہ

تھے مخلص ایماندار ہونے کے باوجود غزوہ میں ساتھ نہ جاسکے ان کا عظیم واقعہ موجود ہے ایک دن دوپہر کے وقت گھر آئے تو ٹھنڈا پانی کھانا تیار ہے، خدام موجود ہیں دہلیز پر رُک گئے خیال کیا ابوخیثمہ خیال کر، اللہ کا رسول تو دھوپ کی شدت میں سفر کی تکلیفیں برداشت کر رہا ہو اور تو ناز و نعمت کے ساتھ آرام کر رہا ہو۔ اللہ کی قسم یہ انصاف نہیں۔ بیوی سے کہا میں حضور کے ہاں جا رہا ہوں اونٹنی پر سوار ہوئے اور تبوک کی راہ لی جب قافلہ کے نزدیک پہنچے تو صحابہ نے دیکھا اور بارگاہ رسالت میں عرض کی حضور یہ سوار ہماری طرف آرہا ہے حضور ﷺ نے فرمایا یہ ابوخیثمہ ہوگا جب قریب آئے تو صحابہ نے کہا، حضور یہ ابوخیثمہ ہی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 وَ عَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّى  
 إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا  
 رَحَبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا  
 أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ  
 تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ  
 التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۱۸﴾  
 اور اُن تین پر جو پیچھے رہ گئے یہاں تک کہ زمین  
 اتنی وسیع ہو کر ان پر تنگ ہو گئی اور وہ اپنی جانوں  
 سے تنگ آ گئے اور وہ جان گئے کہ اللہ کے بغیر  
 ان کا کوئی ٹھکانا نہیں پھر ان کی توبہ قبول کی کہ  
 تائب رہیں بیشک اللہ ہی ہے جو توبہ قبول  
 کر نیوالا ہے اور مہربان ہے (۱۱۸)

صلی اللہ علیہ وسلم  
 العظیم

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں غزوہ تبوک سے حیلے بہانے بنا کر پیچھے رہ جانے والوں کا ذکر تھا اس آیہ کریمہ میں مخلصین کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو محض سستی کی وجہ سے رہ گئے تھے اخلاص میں فرق نہ تھا۔ غزوہ تبوک کے موقع پر لوگوں کے کئی گروہ بن گئے تھے پہلا گروہ منافقین کا تھا جو محض بہانے بنا کر رہ گئے دوسرا گروہ ان مجاہدین کا تھا جو حضور ﷺ کے ساتھ گئے تیسرا گروہ اُن مخلصین کا تھا جو محض سستی کی بناء پر نہ جاسکے مگر بعد میں پچھتائے اور فوراً پیچھے روانہ ہو گئے، چوتھا گروہ ان لوگوں کا تھا جو سستی سے رہ گئے اور حضور ﷺ سے



مل ہی نہ سکے نہ تو ساتھ گئے نہ پیچھے پہنچ سکے۔ ایک گروہ وہ تھا جنہوں نے حضور ﷺ کے واپس آتے ہی اپنے دوستوں سے باندھ لیا اور توبہ قبول ہونے پر کھلے۔ تین حضرات وہ تھے جو ساتھ بھی نہ گئے اور پیچھے بھی نہ جاسکے انہوں نے حضور ﷺ سے واپس آنے پر اقرار جرم کر لیا، تین صاحب تھے جن کا ذکر اس آیہ مبارکہ میں موجود ہے یہ تینوں بزرگ کعب بن مالک، ہلال بن اُمیہ، مرارہ ابن لوی تھے۔ ان کا معاملہ موقوف رکھا گیا تھا ان پر تین سخت آزمائشیں آئیں۔

پہلی یہ کہ وسیع و عریض زمین ان پر تنگ ہو گئی کہ انہیں کہیں چین نہ ملتا تھا دوسری آزمائش یہ تھی کہ وہ اپنی جان سے تنگ آ گئے تھے انہیں حضور کی ناراضگی سے اپنی زندگی بوجھ معلوم ہونے لگی ایک آزمائش یہ بھی تھی کہ حضور ﷺ نے انہیں خدا کے سپرد کر دیا تھا اور انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اب ان کی پناہ وہی ذات خدا ہے جب یہ حال ہو گیا تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اس کا اعلان کیا تا کہ انہیں توبہ کی قبولیت کی قدر محسوس ہو اور آئندہ توبہ پر پکے رہیں۔

حضرت کعب بن مالک کا دردناک واقعہ اس طرح ہوا ایک شخص مدینہ منورہ سے سودا خریدنے آیا اس نے آپ کا پتہ پوچھا اور آپ کے ہاں پہنچا اس آدمی نے غسان کے بادشاہ کا ایک خط دیا جس میں لکھا تھا کہ ہمیں پتہ چلا ہے مدینہ والوں نے کعب کی قدر نہیں کی اور کعب کے مالک نے اُس پر زیادتی کی ہے۔ کعب! ہم تمہاری عزت کریں گے ہمارے پاس آ جاؤ۔ اس خط کے آخر پر غسان کے بادشاہ حارث کے دستخط تھے اور یہ خط ایک ریشمی رومال میں لپیٹا ہوا تھا یہ خط پڑھ کر حضرت کعب کے آنسو بہہ گئے اندھیرا چھا گیا اور بارگاہ رب العزت میں عرض کی یا اللہ! تیرے محبوب سے دُور کیا جا رہا ہوں، یہ میرے ایمان کی بڑی آزمائش ہے اور اس خط کو جلتے تنور میں ڈال دیا۔

حضور ﷺ سے دُوری کی یہ صورت پچاس دن پورے ہوئے تو ایک دن حضور ﷺ حضرت اُم سلمہ کے گھر جلوہ فرما تھے آدھی رات کے وقت یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی جس میں حضرت کعب اور ساتھیوں کی توبہ

قبول ہونے کا ذکر تھا۔ حضرت اُم سلمہ نے عرض کی حضور کعب کو توبہ قبول ہونے کا بتا دوں فرمایا نہیں، ابھی مدینہ منورہ میں چرچا ہو جائے گا اور سونا بھی مشکل ہو جائے گا۔ فجر کی نماز کے بعد حضور ﷺ نے لوگوں کو ان کی توبہ قبول ہونے کی خبر دی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا گھر کچھ دُور تھا مسجد شریف میں نہ آئے تھے آپ نے حمزہ ابن عمر کی آواز سنی جو اعلان کر رہے تھے، کعب تھے خوشخبری ہو تمہاری توبہ قبول ہو گئی ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس خوشی میں اپنے کپڑے حمزہ کو دے دیئے۔ حضرت بلال بن اُمیہ کو توبہ قبول ہونے کی خوشخبری اسعد بن سعد نے دی اور مرارہ بن ربیع کو خوشخبری ماکان ابن سلامہ نے دی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ اور دوسرے دونوں حضرات دوڑتے ہوئے مسجد نبوی شریف میں آئے، صحابہ کا ہجوم تھا حضور ﷺ جلوہ فرما تھے صحابہ نے مبارک دی، حضور ﷺ نے فرمایا کعب تمہیں اس خوشی کی مبارک ہو جس کی مثال تمہاری پیدائش سے اب تک تمہیں نہ ہوئی حضرت کعب نے اس خوشی میں اپنا باغ جس کی وجہ سے غزوہ سے محروم رہ گئے تھے خیرات کر دیا حضرت کعب کی توبہ کا یہ عظیم واقعہ قرآن مقدس نے فرمایا۔ اسی وجہ سے اس سورہ کا نام سورہ توبہ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا  
 مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۱۹﴾  
 اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے  
 ساتھ رہو (۱۱۹)  
 ﷺ  
 العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں غزوہ تبوک میں ساتھ نہ جانے والوں کی مشکلات کا ذکر تھا جلیل القدر تین صحابہ کی توبہ کا ذکر تھا غزوہ تبوک میں ساتھ نہ جا کر ان صحابہ کو کس قدر دشواری ہوئی توبہ قبول ہونے میں کتنا وقت لگا۔ اس آیہ پاک میں ایمان والوں کو مشکلات سے بچنے کا نسخہ دیا جا رہا ہے کہ خدا سے ڈرو اور سچوں کا ساتھ دو۔ یہ عظیم وظیفہ مشکلات سے بچائے گا، گویا ایمان والوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ صرف ایمان پر ہی کفایت نہ کرو

اعمال کی بھی کوشش کرو، تقویٰ کا حکم دے کر فرمایا گیا کہ اس عنوان کا رنگ اس وقت نکھرے گا جب نیک لوگوں کا ساتھ دو گے ان سے محبت رکھو، اُن کے اعمال کی اطاعت کرو، ان کے عقیدے اپناؤ، اچھے لوگوں کا ساتھ ایسے ہی ہے جیسے طاقتور مسلح لوگوں کی کمان میں چلنا ہے مسلح لوگوں کے ساتھ چلنے سے چور، ڈاکو، دہشت گرد سے بچاؤ رہتا ہے۔ شیطان اس کے حواری ایمان کے بدترین ڈاکو ہیں ان سے بچنے کیلئے ضروری ہے نیک لوگوں کا ساتھ ہو تاکہ اعمال صالح محفوظ رہ سکیں اور قیامت کو کام آسکیں۔

آیہ مبارکہ کے عنوان سے واضح ہو رہا ہے نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم ایمانداروں کو دیا جا رہا ہے۔ کفار کو ایسی رفاقت کا فائدہ نہیں پہنچ سکتا کہ وہ اصل جوہر دولت ایمان سے محروم ہیں انہیں نیکوں کا ساتھ فائدہ نہ دے گا۔ بچوں کے ساتھ رہنے کا حکم بتاتا ہے کہ سچے لوگ قیامت تک ہوں گے اور وہ اہل اللہ ہیں جو لوگوں کے دلوں کی کھیتوں کو سیراب کرتے رہیں گے۔

آیہ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا تقویٰ وہی معتبر ہے جو ایمان کے ساتھ ہو بغیر ایمان کے تقویٰ کی دولت سے فائدہ نہیں اُٹھایا جاسکتا۔ تفسیر کبیر شریف میں ایک روایت درج ہے، حضور ﷺ کے دربار میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی حضور میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں مگر مجھ میں کئی عیب ہیں کسی ایک عیب سے روک دیں فرمایا جھوٹ نہ بولا کر، وہ اس پر مسلمان ہو گیا، چوری کا ارادہ کیا تو خیال آ گیا اگر پکڑا گیا تو جھوٹ بولوں گا چوری نہ کی، اسی طرح تمام عیبوں سے نفرت کر گیا۔ دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور قربان جاؤں آپ نے مجھے جھوٹ سے روک کر سارے عیبوں سے بچالیا۔

بچوں کا ساتھ ایک عظیم نعمت ہے بڑی دولت ہے اس سے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے، سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا صدق کو لازم رکھو کیونکہ صدق نیکی کی ہدایت دیتا ہے اور نیکی جنت کی ہدایت دیتی ہے تم جھوٹ سے بچو اور جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ ابن عمر سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



مدینہ اور اس کے گرد رہنے والے اعراب کیلئے یہ جائز نہ تھا کہ وہ رسول اللہ کے ساتھ نہ جاتے اور نہ ان کیلئے یہ جائز تھا کہ وہ رسول اللہ کی جان سے زیادہ اپنی جانوں کی فکر کرتے یہ حکم اس لئے ہے کہ انہیں جب بھی اللہ کی راہ میں کبھی پیاس لگے گی یا کوئی تھکاوٹ ہوگی یا بھوک لگے گی اور وہ جب بھی کسی ایسی جگہ جائیں گے جس سے کفار غضب ناک ہوں اور وہ جب بھی دشمن سے مال غنیمت حاصل کریں گے تو ان کیلئے اس کے سبب سے نیک عمل لکھا جائے گا (۱۲۰) بیشک اللہ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا اور وہ جب بھی اللہ کی راہ میں کوئی چھوٹا یا بڑا خرچ کرتے ہیں یا کسی مسافت کو طے کرتے ہیں تو ان کا وہ عمل لکھ دیا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے عمل کی بہترین جزاء عطا فرمائے (۱۲۱)

مَا كَانَتْ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا فِتْنَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطُؤُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْحَسَنِينَ ۝ وَلَا يَنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

صَلَّى  
الْعِظِيمِ

### تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ بچوں کے ساتھ رہو، اب فرمایا جا رہا ہے کہ سچے لوگ وہ ہیں جو حضور ﷺ کے ساتھ ہوں۔ فرمایا جا رہا ہے مدینہ والوں اور ان کے گرد و نواح کے لوگوں کو مناسب نہیں کہ وہ اللہ کے رسول سے پیچھے رہیں کہ حضور تو جہاد کیلئے روانہ ہوں اور یہ لوگ پیچھے بیٹھے رہیں انہیں یہ مناسب نہیں کہ



حضور ﷺ کی ذات کے مقابلہ میں اپنی جان کو محبوب جانیں حضور ﷺ تو مشکلات برداشت کریں اور یہ گھر میں آرام کریں ان پر توبہ لازم ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ جایا کریں اس میں یہ فائدہ ہوگا اگر انہیں پیاس محسوس ہو یا تکلیف محسوس ہو یا معمولی بھوک محسوس ہو یا کفار کا کوئی علاقہ اپنے قدموں سے یا گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندیں یا وہ دشمن سے کچھ تکلیف برداشت کریں یا ان کے مال پر قبضہ کریں۔ انہیں ہر وقت ہر عمل پر بڑی نیکی کا ثواب ان کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا کہ یہ نیک بندے ہیں اور نیکوں کا ثواب ضائع نہیں ہوگا یہ لوگ جو کچھ بھی تھوڑا بہت جہاد میں خرچ کریں گے یا اس کی راہ میں کوئی ندی نالہ طے کریں گے سب کچھ نیکیوں میں لکھا جائے گا کہ اللہ انہیں نیکی کا بہترین ثواب دے گا۔ مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے تم ایسے نیک کاموں سے پیچھے کیوں رہتے ہو اٹھو ہمت کرو فتح تمہارا مقدر ہوگی۔

حضور ﷺ جب غزوہ تبوک تشریف لے گئے تو ایک جلیل القدر صحابی ابو خثیم نامی پیچھے رہ گئے گھر آئے تو گھر کا آرام دیکھا، کھانا تیار ہے، غلام موجود ہے، اہلیہ حاضر ہے، ٹھنڈا ماحول ہے، احساس ہو گیا کہ حضور تو گرمی میں ہوں اور میں یہاں ٹھنڈے ماحول میں۔ خیال کیا نہ معلوم حضور کس حالت میں ہیں پانی پیا ہے یا نہیں؟ آرام کیا ہے یا نہیں؟ اُٹھے اور فوراً سواری لی نیزہ پکڑا اور تبوک کو روانہ ہو گئے آخر حضور ﷺ سے جا ملے انہیں دیکھ کر حضور ﷺ نے انہیں بہت دعائیں دیں۔ اس آیت کریمہ کی واضح تفسیر یہی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً  
فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ  
لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ  
إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۲﴾

ایمانداروں سے یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب کے  
سب کہیں ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ  
میں سے ایک جماعت نکلے وہ دین کی سمجھ  
حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں  
اس اُمید پر کہ وہ بچ جائیں۔ (۱۲۲)

صلی اللہ  
علیہ وسلم

## تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، تفسیر خازن میں ہے ایک مرتبہ قبیلہ مضر کے سارے کے سارے لوگ مدینہ منورہ آگئے تاکہ حضور ﷺ سے دین سیکھیں ایسا کرنے سے ان کے سارے علاقے خالی ہو گئے اور مدینہ منورہ میں بھیڑ ہو گئی۔ اس صورت حال پر یہ آیہ نازل ہوئی کہ سارے کے سارے لوگ علاقہ سے نہ آیا کریں کہ تمہاری غیر حاضری میں دشمن کو تمہارے مال و جان برباد کرنے کا موقع ملے گا اور وہ نقصان پہنچائیں گے دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ مدینہ منورہ میں بھیڑ ہو جانے سے لوگوں کے رہنے سہنے میں دشواری ہو گی۔ اس آیہ مبارکہ کے سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کچھ صحابہ کرام مدینہ منورہ چھوڑ کر باہر دیہات میں چلے گئے وہاں پر کھلی آب و ہوا میں رہے، تبلیغ کی، دیر کے بعد مدینہ منورہ آئے تو مدینہ منورہ میں حضور کے ساتھ رہنے والے صحابہ نے حضور سے بہت سا علم سیکھ لیا تھا اس پر انہیں افسوس ہوا تو یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔ یہ مناسب نہیں کہ ہمارے محبوب کریم ﷺ کو صحابہ چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔ مدینہ منورہ کو خالی چھوڑنا بھی اچھا نہیں پھر ان کے بعد جو آیات مبارکہ نازل ہوئیں یہ لوگ ان احکام سے محروم رہے ایسا کیوں کرتے ہو کچھ لوگ سفر میں جائیں کچھ محبوب کے پاس رہیں تاکہ حضور سے دینی مسائل سیکھیں اور قوم کو سکھائیں کسی دنیاوی لالچ پر نہیں بلکہ اس اُمید سے کہ اُن میں خوف خدا پیدا ہو۔

آیہ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ ہر بستی سے چند لوگ علم دین اور تبلیغ کا فریضہ نبھائیں اور باقی علاقہ کے نظم و ضبط تجارت کا شکاری ذرائع معاش پر نگاہ رکھیں کہ دین اور دنیا دونوں ساتھ ساتھ چلتے رہیں۔ حصول علم کا مدعا یہ ہونا چاہئے کہ دین کو فروغ ہو اسلام کی شعائیں دور دور تک جائیں۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے دین کی تبلیغ کیلئے ایسا قاعدہ کچھ لوگوں کو سنبھالنا چاہئے اور دین کے پرچم کو بلند کرنے کیلئے سر توڑ کوشش کرنی چاہئے۔ ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ایک فقیہ عالم شیطان کے معاملہ میں ایک ہزار عبادت گزار سے زیادہ قوی ہے۔ حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”طلب العلم فريضة على كل مسلم“ ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے علماء کو تبلیغ کے سلسلہ میں چاہئے انداز درست ہو، دلائل مضبوط ہوں، خطاب اخلاص سے بھرپور ہو تو کامیابی واضح ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں یہ آیہ کریمہ علم حاصل کرنے کو واجب قرار دیتی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص علم حاصل کرنے کے راستہ پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلاتا ہے اور طالب علم کی خوشنودی کیلئے فرشتے اس کے پاؤں تلے پر بچھاتے ہیں۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس طرح مجھے اُمت پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح عالم کو اُس عابد پر فضیلت حاصل ہے جو عالم نہ ہو۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ  
يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلَظَةً  
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾

اے ایمان والو! اُن کافروں سے جہاد کرو جو تمہارے  
قریب ہیں اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں اور جان لو  
اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (۱۳۳)

صِدْقِ الْعَظِيمِ

### تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں تبوک جا کر جہاد کرنے کا ذکر تھا اس میں فرمایا جا رہا ہے صرف دور جا کر ہی جہاد کا تصور نہ رہے جو کفار تمہارے قریبی ہیں اُن سے بھی جہاد کرو قریبی دشمن دور کے دشمن سے زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہے اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، بعض صحابہ کو خیال ہوا کہ قریبی رشتہ دار کفار سے جہاد نہیں ہے اُن سے تو رشتہ داری کی بناء پر حسن سلوک کرنا چاہئے اور یہ صورتحال کہ باپ بیٹا ایک دوسرے سے الجھیں، صلہ رحمی کے خلاف ہے ان صحابہ کے اس خیال کو دور کرنے کیلئے یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی کہ قریبی کفار سے جہاد کرنا چاہئے کہ قریب ہونے کی حیثیت سے زیادہ نقصان دے سکتے ہیں۔ رشتہ کفار سے جہاد بھی اور اصل ان سے بھلائی ہے کہ وہ راہ راست پر آئیں اور جہنم سے نجات پائیں۔



اس آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تمام کفار سے جہاد کرو مگر ترتیب یہ رکھو کہ پہلے قریبی کفار سے جنگ کرو پھر دُور رہنے والے کفار سے اور یہ بھی خیال رکھو کفار تمہیں کسی مرحلہ پر بھی کمزور نہ پائیں۔ وہ ہمیشہ تمہیں طاقتور باہمت با حوصلہ محسوس کریں کفار سے گفتگو بھی ہو تو بہادرانہ ہو، ان کی تعداد، مال کی کثرت، فوج کے مسلح ہونے سے مرعوب نہ ہو جاؤ، اللہ پر ہیزگاروں کے ساتھ ہے جہاد کرنے کی اس ترتیب میں کہ پہلے قریبی کفار سے جنگ میں حکمت یہ ہے کہ پہلے تھوڑے لشکر کیساتھ تھوڑے سامان سے جنگ ہو سکے گی، سواری نہ بھی ہوگی تو جنگ ہو سکے گی کہ دُور کی جنگ کیلئے سواری لازمی ہے۔ اس طرح تمہارے بال بچوں کی حفاظت بھی ہو سکتی ہے کہ سارے مسلمان تو جہاد کرنے باہر چلے جائیں اور قریبی مقامی کافر مسلمانوں کے بچوں کو نقصان پہنچائیں۔

اس آیہ کریمہ کا درویشانہ معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نفس تیرا پہلا اور قریبی دشمن ہے اس سے لڑ، اسے تابع کر جب تک یہ تابع نہ ہوگا باہر اور دُور کے دشمن سے جنگ کرنا مشکل مرحلہ ہوگا جیسے قریبیوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے ایسے ہی اصلاح کیلئے قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کا حکم بھی ملتا ہے۔ قرآن مقدس فرماتا ہے ”انذر عشیرتک الاقربین“ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سناؤ۔ غرضیکہ اس آیہ مبارکہ میں کفار کے ساتھ سختی سے لڑنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ جب میدان میں اُترو تو اپنی پوری قوت کا مظاہرہ کرو دشمن کے سامنے بھرے ہوئے شیر کی طرح حملہ کرو۔ قرآن مقدس نے اپنوں پر نرمی کا حکم دیا ہے اور کفار پر سختی کا ”اشداء علی الکفار رحماء بینہم“ کافروں پر سخت ہوں اور اپنے درمیان نرم رہیں۔

آیہ کریمہ کے آخر میں دشمن کے ساتھ لڑنے میں کامیابی کا اصول بھی بتا دیا گیا کہ جس قدر تمہارے اندر خدا کا ڈر ہوگا دنیا تم سے لرزتی رہے گی اس اصول کے ہوتے ہوئے تمہیں شکست نہ دی جاسکے گی۔ معلوم ہوا خدا کا ڈر بہت بڑی دولت ہے جسے نصیب ہو جائے جس قدر یہ دولت بڑھتی جائے گی ایمانی قوت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



اور جب کوئی سورت اُترتی ہے تو اُن میں سے کوئی کہتا ہے کہ اس نے تم میں کس کے ایمان کو ترقی دی پس وہ جو ایمان والے ہیں اُن کے ایمان کو اس لئے ترقی دی اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں (۱۲۴) اور جن کے دلوں میں بیماری ہے انہیں اور گندگی پر گندگی بڑھادی اور وہ کفر پر ہی مر گئے (۱۲۵)

ﷺ  
العظیم

وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٢٤﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿١٢٥﴾

### تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا اللہ تعالیٰ ایمانداروں کے ساتھ ہے۔ اس آیہ مقدسہ میں فرمایا جا رہا ہے جن لوگوں کے ساتھ اللہ ہوتا ہے اس کی رحمت انہیں گھیرے میں لے لیتی ہے اور قرآن پاک کی ہر اُترنے والی آیہ اُن کے ایمان کو نور بخشی ہے اور منکرین کیلئے وہ آیہ ان کے کفر میں بڑھنے کا سبب بن جاتی ہے کہ انکار کتے ہیں ان کا کفر بڑھتا ہے ایماندار غلو سے تسلیم کرتے ہیں ان کے نور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ منافقین کا یہ انداز مخالفت تھا جب کبھی کوئی آیہ اُترتی تو مذاق کے طور پر یہ کہتے ہیں بتاؤ یا اس آیہ نے کس کے دل میں ایمان پیدا کیا ہے کس کو ذوق دیا ہے، منافق کہتے ہم میں سے تو کسی کا ایمان نہیں بڑھایا۔

ایماندار کیلئے ہر آیہ پر انعامات ملتے ہیں ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ خوشیاں مناتے ہیں منافقین کیلئے آیت اُترنے پر عذاب ملتا ہے، آیہ کے اُترنے پر تنگ دل ہوتے ہیں پلیدی نجاست میں اور بڑھ جاتے ہیں۔ آیہ کا مذاق اڑا کر کفر و بے ایمانی میں زیادہ ہو جاتے ہیں یہ ایسے ہی جیسے بارش اچھی زمین پر ہو تو سبزہ اُگاتی ہے، گندی زمین پر ہو تو بد بو پیدا کرتی ہے۔

آیہ مبارکہ میں ایمان بڑھنے کا ذکر ہے جس کا معنی یہ ہے کہ کیفیت بڑھتی ہے امام بخاری علیہ الرحمہ

نے ایمان کے بڑھنے کے سلسلہ میں بہت سے دلائل دیئے ہیں، احناف کے ہاں اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کے نزول کے دنوں تو یہ بڑھاؤ واضح ہے جب نئی آیہ اتری ایمان بڑھا۔ قرآن مقدس کے نزول کے بعد اس کے بڑھنے کا معنی یہ ہوگا کہ کیفیتِ ذوق بڑھتی ہے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے ایماندار نزولِ قرآن پر خوشیاں مناتے ہیں نزولِ قرآن اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور نعمت ملنے پر خوشی کا اظہار نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ ”قل بفضل اللہ وبرحمته فبذلك فليفرحوا“، اپنے رب کے فضل و رحمت پر خوشی مناؤ۔ آیات الہیہ میں بہت بڑی آیہ حضور ﷺ کا وجود مسعود ہے۔ جن کی آمد پر ایماندار خوشیاں مناتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 اَوَّلًا يَرُونَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ  
 عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ  
 وَلَا هُمْ يَذْكُرُونَ ﴿١٢٦﴾ وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ  
 سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ هَلْ  
 يَرِيكُمْ مِنْ أَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوا صَرَفَ  
 اللَّهُ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٢٧﴾

کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ انہیں ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالا جاتا ہے پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ ہی نصیحت قبول کرتے ہیں (۱۲۶) اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا پھر وہ پلٹ کر بھاگ جاتے ہیں اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا کہ یہ لوگ سمجھ والے نہیں تھے (۱۲۷)

اللہ  
 صَدَقَ  
 الْحَقُّ

### تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں منافقین کو غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہر سال انہیں کوئی نہ کوئی مصیبت گھیر ہی لیتی ہے کبھی بیماری عام ہے کبھی قحط سالی کا غلبہ ہے کبھی ان کے خلاف قرآن مقدس کی

آیات اتر رہی ہیں کبھی کسی نہ کسی طرح ذلیل ہو رہے ہیں جنگوں میں مرنا ان کی رسوائی ہے نہ جائیں تو بدنامی ہے جائیں تو موت ہے ایسی مشکل صورت حال میں یہ ایسے اکھڑا اور ضدی ہیں، نصیحت نہیں پکڑتے اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں، ایماندار وہ تکلیف میں توبہ کر کے پاک صاف ہو جاتے ہیں۔ منافقین کی صورت حال مختلف ہے وہ جب آپ کی محفل میں بیٹھ جائیں تو کوئی آیہ، سورۃ اترتی ہے جو ان کے چھپے حالات کو واضح کر دیتی ہے تو ان کا آپ کے ہاں بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے اور آپس میں ایک دوسرے کو اشارے کر کے محتاط رہنے کی تاکید کرتے ہیں کہتے ہیں دیکھو اگر مسلمان ہم پر نظر رکھ رہے ہیں تو بیٹھے رہو اگر نظر ہٹالیں تو نکل جاؤ، جب ذرا مومنوں کی نظر ہٹی تو نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مجلس سے ان کے دل ہی پھیر لئے جب وہ یہاں آتے ہیں تو صرف جسم سے آتے ہیں دل دور ہی رہتے ہیں انہیں ہر لمحہ یہ ڈر رہتا کہیں قرآن شریف ہمارے راز کھول نہ دے وہ نا سمجھ ہیں اس مجلس کے لائق ہی نہیں۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے مومن پر مصیبت آئے تو اس سے عبرت حاصل کرتا ہے اپنے رب سے معافی مانگتا ہے اور یہ مصیبت اس کیلئے ترقی درجات کا سبب بن جاتی ہے ایمان دار کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر شکر کر کے لوگوں کو یہ بتا کر اللہ کے قریب کرتا ہے، اور اللہ سے اجر پاتا ہے مومن گناہوں پر توبہ کرتا ہے اللہ سے اجر پاتا ہے کفار اس نعمت سے محروم رہتا ہے اُسے توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔

آیہ کے آخر میں فرمایا گیا، ”صرف اللہ قلوبہم“ اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا کہ حق نہیں سمجھتے جس سے واضح ہو رہا ہے حضور کی بارگاہ سے دُوری خدا سے دُوری ہے ایسے لوگوں کے دل حق سے پھر جاتے ہیں وہ سمجھتے نہیں۔ یہ ان کی شومی قسمت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے جو دو کرم سے انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی شدید مریض کے پاس طبیب حازق دوائی لے کر آئے اور وہ اسے پینے سے انکار کر دے کہ مرنا اچھا ہے، صحت نہیں چاہتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بیشک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم  
رسول آگئے ہیں تمہارا مشقت میں پڑنا ان بہت  
گراں ہے تمہاری کامیابی پر وہ بہت حریص ہیں  
مومنوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہیں اب  
اگر یہ لوگ آپ سے منہ پھرتے ہیں (۱۲۸) تو  
آپ کہہ دیں مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی  
عبادت کا مستحق نہیں میں نے اُسی پر توکل کیا  
ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے (۱۲۹)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ  
عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ  
بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ قُلْ  
تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ  
الْعَظِيمِ ۝

صَلَّى  
الْعَظِيمِ

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں منافقین کے متعلق فرمایا گیا تھا وہ لوگ نا اہل ہیں قدر شناس نہیں، حضور ﷺ کی محفل پاک سے دور رہتے ہیں نکل جانے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں جو نبی انہیں محفل سے نکلنے کا موقع ملے تو نکل جاتے ہیں۔ اس آیہ پاک میں حضور ﷺ کی عظمت پاک کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ایسے عظیم الشان رسول کی محفل سے علیحدگی ان کی بد قسمتی ہے ”لقد جاءكم“ کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے حضور ﷺ تشریف لائے ہیں۔ کہیں فرمایا گیا ہے ”ارسل رسولہ“ اپنے رسول کو بھیجا کہیں فرمایا گیا ہے۔ ”قد جاءكم برہان“ تمہارے پاس دلیل آگئی یہ سارے الفاظ حضور ﷺ کی عظمت کو واضح کر رہے ہیں دوسرے مقام پر قرآن مقدس نے حضور ﷺ کی آمد کے مقصد کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔ ”یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم“ ان پر اللہ کی آیات پڑھتے ہیں انہیں پاک صاف کرتے ہیں انہیں کتاب و حکمت سکھانے میں آیہ مبارکہ میں عظمت کو اس طرح بھی فرمایا گیا کہ تمہارا تکلیف میں پڑنا ان پر ناگوار گزرتا ہے عظمت کو اس طرح بھی فرمایا گیا وہ تمہاری بہتری اچھائی پر حریص ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم امن میں رہو سکون میں رہو خیر



سے رہو برکت سے رہو۔ اس طرح بھی عظمت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ رسول تم انسانوں سے آئے ہم نے انہیں فرشتوں سے یا جنوں سے نہیں بھیجا تا کہ تم اُن سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکو۔

اس آیہ مبارکہ سے حضور ﷺ کی عظمت ایک اور طرح بھی واضح ہوتی ہے ”اَنْفُسِکُمْ“ کا ارشاد ایک قرأت میں ”اَنْفُسِکُمْ“ ہے جس کا معنی ہے تم میں نفیس ترین خاندان نفیس ترین نسل سے جلوہ گر ہوئے۔ سیدہ آمنہ سے لے کر حضرت حوا تک کوئی ایسا پیٹ نہیں آیا جس نے شرک کیا ہو۔ سیدنا عبد اللہ سے لے کر حضرت آدم تک کوئی ایسی پیٹھ نہیں آئی جو بتوں کے سامنے جھکی ہو۔ حضرت واثلہ بن الاسقع فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ نے ابراہیم کی اولاد میں سے اسماعیل کو فضیلت دی اور اسماعیل کی اولاد سے بنو کنانہ کو فضیلت دی اور بنو کنانہ سے قریش کو فضیلت دی اور قریش سے بنی ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم سے مجھے فضیلت دی۔

سورہ توبہ شریف کے آخر میں حضور ﷺ کی عظمت کو اس طرح فرمایا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کا کام قوم پر شفقت محبت اور پیار سے پیش آنا ہے اور انہیں حق کی دعوت دینا ہے اگر انہیں کوئی تکلیف پیش آئے تو اس معاملہ کو اللہ کے سپرد کریں اور اسی پر توکل کریں وہی عرش کا مالک ہے ان دوائیوں کے بارہ میں حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں جو شخص صبح و شام یہ آیتیں سات مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام آسان فرما دیتا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کے دو (۲) اسماء گرامی ارشاد فرمائے گئے، حضور رؤف بھی ہیں، رحیم بھی ہیں یہی اسماء گرامی رب ذوالجلال کے بھی ہیں۔ فرق یہ ہوگا کہ اللہ رؤف و رحیم بذات خود ہے اُسے کسی نے بنایا نہیں حضور ﷺ رؤف و رحیم ہیں انہیں اللہ نے رؤف و رحیم بنایا ہے۔ آیہ کریمہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور بھروسہ کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے حضور ﷺ کی امت کو بھی چاہئے اپنے معاملات پر اللہ پر بھروسہ کرے وہی عرش عظیم کا مالک ہے اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے دونوں کو حضور ﷺ کے علاوہ کسی نبی میں جمع نہیں فرمایا۔

سورہ توبہ ختم ہوئی۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

## سورہ یونس

یہ سورت مکی ہے، اس میں ایک سو نو آیات ہیں اور گیارہ رکوع ہیں

اس سے پہلی سورۃ کا نام سورۃ توبہ ہے جس میں چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقبول توبہ کا ذکر ہے اس سورۃ پاک میں ایک جلیل القدر نبی حضرت یونس علیہ السلام کی مقبول توبہ کا ذکر ہے آپ وحی الہی کا انتظار کئے بغیر اپنے علاقہ سے چلے گئے جس پر آپ کو مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مشقت برداشت کرنا پڑی پھر توبہ قبول ہوئی۔ حضرت حسن، عطا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس ساری سورۃ کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ ساری سورۃ مکہ ہے بغیر تین آیتوں کے ان کا نزول مدینہ منورہ میں ہوا جب حضور ﷺ نے قوم کے سامنے واضح دلائل فرمائے اور حق کی دعوت دی مگر قوم نہ مانی اس دور میں یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں پہلی قوموں کی انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی کے سبب تباہی ہوئی اس سورہ شریف میں مکہ کے سرکشوں کی اصلاح کی مشفقانہ کوششیں کی گئیں اور گمراہ لوگوں کے بُرے نظریات کو حکیمانہ انداز میں ادا کیا جا رہا ہے منکرین کا اعتراض تھا کہ قرآن کلام الہی نہیں اس کا جواب دیا گیا کہ تم اس جیسی ایک سورۃ ہی بنا لاؤ وہ مارکھا گئے، منکرین کا اعتراض تھا کہ ایک بشر کو نبوت کیوں دی گئی۔

اس کا جواب دیا گیا کہ اگر جن یا فرشتہ آتا تو تم اس سے استفادہ کیسے کر سکتے تھے نہ تم اُسے دیکھ سکتے نہ سُن سکتے غرضیکہ کفار و مشرکین کے بے جا اعتراضات کے حسین انداز میں جواب دیئے گئے۔

حضرت یونس علیہ السلام کو ایک لاکھ سے زائد انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا آپ نے ایک مدت تک قوم کو تبلیغ کی مگر اکھڑ قوم نے نہ مانا جب آپ مایوس ہو گئے تو قوم کیلئے ساحل سمندر پر جا کر بددعا کی اور خفگی کے عالم میں شہر سے نکل کھڑے ہوئے اور ایک کشتی پر سوار ہو گئے راستہ میں کشتی طوفانی موجوں میں گھر گئی اور قریب تھا کہ لہروں کی نظر ہو جاتے کشتی والوں نے قرعہ نکالا تو وہ قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا آپ نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور ایک بڑی مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ آپ مچھلی کے پیٹ

میں ہی اللہ کے حضور آہ وزاری کرتے رہے مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہے مختلف اقوال ہیں۔ ۴۰ دن، ۷ دن، تین دن یا صبح سے شام تک اس تسبیح کا ورد رہا ”لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین“ (ظلس القرآن، مولفہ ڈاکٹر شوقی ابوخلیل)



اللہ کے نام سے شروع نہایت مہربان رحم والا

الف لام را، یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں  
(۱) کیا لوگوں کو اس کا تعجب ہوا کہ ہم نے اُن  
میں سے ایک مرد کو وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈر سناؤ  
اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کیلئے ان کے  
رب کے پاس سچ کا مقام ہے کافروں نے کہا یہ  
تو کھلا جادوگر ہے (۲)

الْكَذِبِ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ①  
اَنَّ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ  
مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ  
اٰمَنُوْا اَنْ لَّهٗمَّ قَدْ مَرَّ صَدَقٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ  
قَالَ الْكَافِرُونَ اِنَّ هٰذَا اِلٰهٌ مُّضِلٌّ

صَدَقٌ  
الْحَقُّ

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کی کئی صفات مبارکہ کا ذکر تھا کہ آپ رسول ہیں لوگوں کی تکلیف حضور ﷺ کو  
گراں گزرتی ہے آپ ایمان داروں پر رؤوف و رحیم ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ پر توکل ہے، اس آیہ مبارکہ میں  
ایک اور عظیم صفت کا ذکر فرمایا کہ آپ پر قرآن قدس کا نزول ہوا قرآن پاک وہ کتاب ہے جو تمام کتابوں  
سے افضل ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب بنا: حضور ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد کچھ لوگوں نے اعتراض  
کیا اور منکر ہو گئے کہنے لگے کہ عجیب بات ہے کہ اللہ نے محمد (ﷺ) کو نبی بنایا عرب کا کوئی اور بڑا آدمی  
ہونا چاہئے یہ تو ایک یتیم شخص ہے اس منصب کیلئے کسی اور کو ہونا چاہئے تھا۔ ان کفار کی تردید میں یہ آیہ کریمہ



نازل ہوئی یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں جن کے ایک ایک لفظ میں بے شمار حکمتیں ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام میں حضور ﷺ کا جواب نہیں۔ ایسے ہی آسمانی کتابوں میں قرآن مقدس لا جواب کتاب ہے، کفار تعجب کرتے ہیں کہ نبوت کسی جن یا فرشتے کو کیوں نہ دی گئی محمد (ﷺ) کو کیوں دی گئی؟

حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ منکرین کو رب کے غضب سے ڈرائیں اور ایمانداروں کو خوشخبری دیں کہ انہیں اللہ کی بارگاہ میں قیامت کو عزت نصیب ہوگی یہ کفار کی بد قسمتی ہے کہ حضور ﷺ کے بے شمار کمالات نبوت دیکھ کر بھی کیسی ضد پر اڑے ہوئے ہیں کہ یہ نبی نہیں جادوگر ہیں (معاذ اللہ)۔ انبیاء علیہم السلام کے بھیجے کا مقصد انسانوں کی اصلاح ہے اگر انبیاء جنوں یا فرشتوں سے ہوتے تو لوگوں کی اصلاح کیسے ہوتی نہ وہ ان کی بات سمجھتے نہ پہچان سکتے غیر جنس ہونے کی وجہ سے استفادہ نہ کر سکتے۔ حضور ﷺ کے انتخاب میں یہ بھی حکمت ہے کہ کفار و مشرکین نے حضور ﷺ کے بچپن جوانی کو بہت قریب سے دیکھا اور اعلان نبوت سے پہلے ہی آپ کو سچا مخلص، محبت کرنے والا پایا۔ حجر اسود کو کعبہ کی دیوار میں رکھنے کے وقت عرب خاندان الجھ گئے، ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ اعزاز وہی حاصل کرے جھگڑے اور فساد تک نوبت پہنچ گئی ادھر اچانک محبوب ﷺ حرم شریف میں آ گئے۔ سبھی نے دیکھ کر بہ یک زبان کہا ”جاء صادق الامین“ وہ سچا امین آ گیا۔ اس کا فیصلہ حرف آخر ہوگا۔ چنانچہ آپ نے زمین پر کپڑا بچھا کر اس میں حجر اسود رکھنے کا حکم دیا اور پھر سبھی سرداروں سے کہا سبھی اس کپڑے میں حجر اسود کو نصب کرنے کی جگہ تک اٹھائیں اور نصب کریں۔ آپ کے بے شمار خصائل اعلان نبوت سے پہلے مشہور ہو چکے تھے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں کفار و مشرکین کے آخری حربہ کا ذکر فرمایا گیا جب وہ حق کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور باطل کے پاؤں اکھڑ گئے تو ایک پرانی بات دھرائی جو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں کی تھی کہ موسیٰ جادوگر ہے عرب کے کفار و مشرکین نے بھی فرعون کی نقل کی یہ الزام حضور پر محض بہتان تھا جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ حضور ﷺ کی ذات والا صفات میں جادو گروں کا کوئی ادنیٰ سا پہلو بھی دکھائی نہیں دیتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان و زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر جلوہ گر ہوا (جیسے اس کی شان کے لائق تھا) کام کی تدبیر فرماتا ہے کوئی سفارشی نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد یہ ہے اللہ تمہارا رب تو اسی کی بندگی کرو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے (۳)

اللہ  
الْعَظِيمُ

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى  
عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأُمُورَ مَا مِنْ شَفِيعٍ  
إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ  
فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝

### تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کا ذکر فرمایا گیا اور ان پر اعتراض کرنے والوں کو جوابات دیئے گئے۔ اس آیہ مبارکہ میں آسمان و زمین اور عرش کا ذکر ہے اور عرش پر جلوہ گری کا ذکر ہے معلوم ہوتا ہے ذات مصطفیٰ کا ذکر پہلے ہے آسمانوں اور عرش کا ذکر بعد میں اور یہ ترتیب بتاتی ہے تجلیات ربانی کا پہلا مرکز حضور ﷺ ہیں بعد میں عرش ہے۔ حضور ﷺ اصل کائنات ہیں اس لئے پہلے ذکر فرمایا گیا عرش تابع ہے اس لئے بعد میں ذکر ہوا۔

آیہ پاک میں کفار و مشرکین سے فرمایا جا رہا ہے یہ پتھروں کے بت تمہارے خدا نہیں، تمہارا خدا تو وہی ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا پھر عرش کو مرکز تجلیات فرمایا۔ وہی قدرت والا ہے جو ہر چھوٹے بڑے کام کی تدبیر فرماتا ہے جو حکم دیتا ہے چیز کے انجام کے لحاظ سے دیتا ہے اس کی قدرت کاملہ کا یہ عالم ہے اس کی مخلوق میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا وہ جس کو شفاعت کیلئے اجازت دے وہی شفاعت کرتا ہے وہی اللہ ہے وہی رب ہے اسی کی عبادت کرو تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے۔ اللہ چاہے تو ”مٹن“ فرمانے سے پہلے بنادے مگر چھ دنوں کے ذکر فرمانے میں حکمت معلوم ہوتی ہے کہ لوگ اپنے کام اطمینان و سکون سے کریں۔

آیہ مبارکہ میں عرش پر جلوہ گری کا ذکر فرمایا گیا عرش پر ایسے متمکن ہوا جیسے اس کی شان کے لائق تھا۔  
 آیہ مبارکہ میں یہ بھی فرمایا گیا کہ وہ ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے وہ ہر چھوٹی بڑی شے کو اپنے مقام پر رکھتا ہے  
 کسی کو انگشت نمائی کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ ہر کام کو اس طرح انجام دیتا ہے جیسے اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے۔  
 اس آیہ مبارکہ میں واضح اشارہ ہے جب کائنات کا نظام چلانے، زمین و آسمان کو پیدا کرنے میں کوئی  
 اس کا شریک نہیں تو عبادت میں کوئی دوسرا کیسے شریک ہو سکتا ہے؟ عرش پر جلوہ گری کا ذکر فرما کر بتایا جا رہا  
 ہے کہ عرش ایسی مخلوق ہے جو آسمانوں زمینوں اور کائنات پر محیط ہے سارا جہان اس کے اندر سجایا ہوا ہے اس  
 سے زیادہ معلوم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ وہ عرش پر جلوہ گر کس کیفیت سے ہے؟ یہ ان مشابہات  
 سے ہے جن کا انسانی عقل و فہم احاطہ نہیں کر سکتی۔ آیہ مبارکہ میں اپنی قدرت و وحدانیت کا اس طرح بھی ذکر  
 فرمایا کہ اس کی بارگاہ میں کوئی سفارش بھی نہیں کر سکتا مگر جسے اجازت ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 اس کی طرف تم سب نے لوٹ کر جانا ہے یہ اللہ  
 کا برحق وعدہ ہے بیشک وہ مخلوق کو ابتداء پیدا کرتا  
 ہے پھر اس کو لوٹائے گا تا کہ ایمانداروں اور اچھے  
 کاموں والوں کو انصاف کے ساتھ جزا دے اور  
 جن لوگوں نے کفر کیا ان کیلئے کھولتا ہوا پانی اور  
 دردناک عذاب ہے کیونکہ وہ کفر کرتے تھے (۴)

صلی اللہ علیہ  
 وسلم

### تفسیر

آیہ مبارکہ میں لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا نظریہ دیا جا رہا ہے کہ اس زندگی کو اللہ کا عظیم کرم سمجھو  
 اس نے تمہیں علم، عقل، فکر، دل دماغ سے نوازا۔ بالآخر تم نے اس کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے اس زندگی کو

غنیمت جانو اور جس قدر ہو سکے اللہ کو راضی کرنے کیلئے اس کی عبادت کرو مرنے کی تیاری کر لو، اگر تمہیں موت کے بعد دوبارہ اٹھنے میں تردد ہو تو سوچو وہی اللہ ہے جس نے تمہیں شروع میں پیدا فرمایا تمہارا نام و نشان بھی نہ تھا اس نے انسانیت سے نوازا وہی ذات اس پر بھی قادر ہے کہ تمہیں دوبارہ زندگی بخشے اور اچھے کاموں کی جزا دے، بُرے کاموں کی سزا دے یہ دنیا دار العمل ہے اس میں کام کیا جائے آخرت جزا کا دن ہے وہ لوگ جو کفر پر رہے مرنے بھی کفر پر۔ ان کے اس سنگین جرم کی سزا بھی سنگین ہوگی انہیں پینے کیلئے کھولتا پانی ملے گا بہت دردناک عذاب ہوگا۔

آیہ کریمہ کے آغاز میں فرمایا گیا سبھی کو اللہ کے حضور جانا ہوگا، مومن بھی اللہ کے ہاں حاضر ہوگا کافر بھی مگر مومن کی حاضری امن، خیر و برکت سے ہوگی اور وہ اللہ کے حضور خوش خوش حاضر ہوگا جیسے قرآن مقدس نے فرمایا ”ار جمعی الی ربک راضیہ مرضیہ“ اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ اس حالت میں کہ تو راضی ہو، خوش ہو، امن سے ہو۔ کافر کی حاضری تنگی، سزا، گھبراہٹ اور پریشانی سے ہوگی جیسے دنیا میں مومن اور کافر کی راہیں الگ الگ رہیں قیامت کو بھی ان کے راستے مختلف ہوں گے۔ مومن کا انتظار جنت کرے گی اور کافر کی گرفت کیلئے جہنم تیار ہوگی۔

آیہ مبارکہ میں قیامت واقع ہونے کی حکمت فرمادی گئی ہے کہ مومنوں کو ان کے اعمال صالح کی بہتر جزا ہے اور کفار کو ان کی بد عملی کی سزا۔ قیامت کے دن پر ایمان رکھنا انسان کے اندر بُرے اعمال کی نفرت پیدا کرتا ہے اور اچھے کاموں کی ترغیب دلاتا ہے جس قدر قیامت پر ایمان مضبوط ہوگا اعمال صالحہ سے پیار اور بد عملی سے نفرت بڑھتی جائے گی نہ معلوم کفار و مشرکین مرنے کے بعد جی اٹھنے کے مسئلہ پر پریشانی میں مبتلا کیوں ہو گئے جبکہ آئے دن وہ اپنی بیماریوں کے بعد دکھوں کے بعد سکھ، گرمیوں کے بعد سردی، سردی کے بعد گرمی موسموں کے حالات میں تبدیلی قحط سالی کے بعد خوشحالی ایسے ہزاروں انقلابات دیکھتے رہتے ہیں یہ ساری تبدیلیاں اسی خالق و مالک کے قبضہ و اختیار میں ہیں پھر موت کے بعد جی اٹھنے میں کونسا محال ہو گیا جو ہونہ سکے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَ  
الْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا  
عَدَدَ السَّيِّئِينَ وَالْحَسَابُ مَا خَلَقَ اللَّهُ  
ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ  
يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ  
وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
لَايَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ ۝

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْحَقُّ

وہی ہے جس نے سورج کو روشنی دینے والا بنایا  
اور چاند کو روشن اور اس کیلئے منزلیں ٹھہرائیں تا  
کہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جانو، نہیں بنایا  
اسے اللہ نے مگر حق، تفصیل وار بیان فرماتا ہے  
نشانیاں علم والوں کیلئے (۵) بے شک رات اور  
دن کے بدلنے میں اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں  
اور زمین میں پیدا کیا ان میں نشانات ہیں  
ڈرنے والوں کیلئے (۶)

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں اور اچھے کام کرنے والوں کیلئے بہتر جزا کا ذکر تھا اور کفار کیلئے سزا کا۔ اس  
آیہ پاک میں دنیا کے اندر تمام طبقات کیلئے اپنے انعامات کا ذکر ہے اللہ وہ کمال قدرت کا مالک ہے جس  
نے اپنے بندوں کیلئے سورج بنایا اور چاند چمکایا پھر ان دونوں کو ایک جگہ نہیں ٹھہرایا۔ اور نہ ہی انہیں بے ہنگم  
چلایا بلکہ انہیں ایسے حسین انداز سے چلایا جس سے سفر کی منزلیں طے ہوں، آسمان کے بارہ برج ہیں، بارہ  
برجوں کے نام یہ ہیں۔ ثور، جوز، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس جدی، دلو، اور حوت۔ اور سورج  
کی بارہ منزلیں مقرر فرمائیں جنہیں وہ ایک سال میں طے کرتا ہے اور منزلوں سے مختلف موسم زمین میں پیدا  
فرماتا ہے۔ اور چاند کیلئے ۲۸ منزلیں مقرر فرمائیں جنہیں وہ کبھی اٹھائیس دن، کبھی انتیس دنوں میں طے کرتا  
ہے تاکہ لوگوں کو قمری شمسی سالوں کا پتہ لگتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا نظام بنایا چلایا ہے وہ برحق ہے، ہم اس قسم  
کی آیات اہل علم کیلئے بیان کرتے ہیں۔ پھر رات اور دن کا دلتے بدلتے رہنا، چھوٹا بڑا ہونا ٹھنڈا گرم ہونا یہ  
سب کچھ معرفت الہیہ کی نشانیاں ہیں مگر ان سے فائدہ اٹھائیں گے جن کے دلوں میں اللہ کا خوف ہے۔



آیہ مبارکہ سے واضح ہے کہ زمین و آسمان اور ان کی اشیاء پر غور کرنا معرفت خداوندی کا بہترین ذریعہ ہے چاند تاروں پر غور و فکر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اہل علم فرماتا ہے یہ بھی معلوم ہوا مخلوق پر غور و فکر کر کے علم حاصل کرنے کو اسلام ناجائز قرار نہیں دیتا البتہ چاند، تارے، سورج سے حاصل شدہ علم کو حتمی قطعی قرار نہ دیا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا وَ  
 رَضُوْا بِالْحَیْوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَأْنَوْا بِهَا  
 وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیَاتِنَا غٰفِلُوْنَ  
 اُولٰٓئِکَ نَادٰهُمْ النَّارُ ہَا کَا نُوْا یٰکْسِبُوْنَ  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہے یہ اس کا بدلہ ہے جو کچھ کماتے تھے (۸)

### تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں چاند سورج کی تخلیق کا ذکر تھا ان کے فائدوں کا ذکر تھا کہ انسانوں کیلئے یہ کس قدر معتبر ہیں۔ اس آیہ پاک میں ایسے گروہ کا ذکر ہے جو ان سے فائدہ تو اٹھاتے ہیں مگر آخرت کا انکار کر کے اپنی آخرت کو برباد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے منکرین کے ایک گروہ کا ذکر کیا ہے جو قیامت کے دن اٹھنے کا یقین نہیں رکھتے اور اس دنیوی زندگی کو ہی سب کچھ مان رکھا ہے کھانے پینے اور عیش و عشرت کی زندگی ہی ان کے ہاں سب کچھ ہے اسی پر مطمئن ہو گئے کہ ہمیں یہاں سے جانا ہی نہیں۔ اسی نظریہ کے قائل ہو کر وہ ہماری آیات کو جھٹلا رہے ہیں۔ معجزات کو دیکھ کر بھی انکار کر دیا، چاند پھٹتا دیکھا، درخت چلتے دیکھے، پتھروں کو کلمہ پڑھتے سنا، ایک پیالے سے ستر (۷۰) سے زائد لوگوں کا پیٹ بھر کر دودھ پی لینا دیکھا مگر انکار کیا جادو کہا، حضور ﷺ خود سراپا اللہ کی عظیم آیہ ہیں۔ مگر شاعر کہا، جادو گر کہا، ان لوگوں کی انہیں حرکتوں کی

سزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور سزا انہیں ان کے کردار کے سبب دی جا رہی ہے۔  
 آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ نیکیوں کی قبولیت کی اصل یہ ہے کہ آخرت پر ایمان ہو اور بارگاہ  
 قدوس میں حاضری کا یقین ہو خدا کے حضور کھڑا ہونے کا ڈر ہو، خدا کا ڈر ایک ایسا بہترین وظیفہ ہے شاندار  
 عمل ہے جو بندے کو آخرت کی تیاری پر آمادہ کرتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ سے ملاقات تو سبھی انسانوں کی  
 ہوگی مومن بھی ملیں گے کفار بھی، مگر نتیجہ الگ الگ ہوگا مومن کی ملاقات رحمت و فضل کے ساتھ ہوگی جبکہ  
 کافر کی ملاقات قہر و غضب کے ساتھ۔

آیہ کریمہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے دنیا کی زندگی پر مطمئن ہو کر بیٹھ رہنا مومن کا شیوہ نہیں کفار کا  
 طریقہ ہے۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہماری آیات سے غفلت کرنے والے جہنمی ہیں۔ حضور ﷺ آیات  
 الہیہ سے ایک بڑی آیہ ہیں لہذا ان سے غفلت بے نیازی ان سے لاپرواہی جہنمی ہونے کی دلیل ہے۔  
 آیہ مبارکہ میں کفار کی علامات بتائی گئیں افسوس ہے ہم مسلمانوں کے شب و روز دنیا میں ایسے نظر  
 آتے ہیں کہ آخرت کا تصور و دھیان قطعی سامنے نہیں، ہمارے پہلے بزرگان دین وہ مقدس شخصیات تھیں کہ  
 انہیں دیکھ کر خدا یاد آتا تھا معلوم ہوتا تھا ان پر کسی خوف و فکر کے جذبات مسلط ہیں اور انہیں آخرت یاد ہے۔  
 وصلى الله تعالى على حبيبنا محمد وعلى آله واصحابه بعدد خلقه

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام اچھے کئے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب انہیں دائمی جنتوں کی طرف ہدایت دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں (۹) اور جنتوں میں ان کی بے ساختہ پکار یہ ہوگی اے اللہ تو پاک ہے اور جنت میں ان کی ایک دوسرے کیلئے یہ دعا ہوگی سلام اور ہر بات کے آخر میں ان کا کہنا یہ ہوگا ”الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ (۱۰)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
يَهْدِيهِمْ رَبُّهُم بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ  
تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝  
دَعَاؤُهُمْ فِيهَا سُبْحَتَكَ اللَّهُمَّ وَ  
تَحِيَّاتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَأَخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنْ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم

### تفسیر

پچھلی آیہ کر مبارکہ میں کفار کی بد عقیدگی دنیا پرستی کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں ایمانداروں کے اعمال صالحہ اور ان کی بہتر آخرت کا ذکر ہے ایمان داروں سے فرمایا جا رہا ہے کفار کی تباہی بربادی اور ان کے جہنمی ہونے کے ذکر کے بعد ایمان داروں کے تقویٰ، ایمان کی بات بھی سنوا نہیں اس ایمان کی وجہ سے اللہ نے دنیا میں عزت نصیب کی، قبر بہتر ہوگی حشر میں وقار ہوگا، جنت میں حسین محلات سے نوازے جائیں گے ان محلات کے نیچے دودھ، شہد شراب طہور کی نہریں جاری ہوں گی۔ ان کا یہ مقام دائمی ہوگا کبھی اس سے نکالے نہ جائیں گے جنت میں ان کے رہنے سہنے کا عالم یہ ہوگا جب کبھی آپس میں ملیں گے تو کہیں گے سبحان اللہ اور جب آپس کی بات ختم کریں گے تو آخر میں کہیں گے ”الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ غرضیکہ ان کے سارے کاموں کی ابتداء بھی اللہ کے ذکر سے انتہا بھی اسی کے ذکر سے۔

آیہ مبارکہ کے شروع سے واضح ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کیلئے ایمان اور عمل صالح دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ ہدایت انعامات الہیہ میں سے ایک بڑا انعام اور یہ

انعام رب قدوس جل مجدہ سے ہی ملتا ہے۔ جیسے آیہ میں ارشاد ہے ان کا رب انہیں ہدایت دے گا ہدایت ہی وہ عظیم انعام ہے جس کے مانگنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ سورہ فاتحہ شریف کے اندر عظیم مرکزی دعا ہدایت ہی کا ذکر ہے، مسلمانوں کی زندگی ایسے چاہئے کہ ہر کام کے ابتداء، انتہاء میں خدا کی یاد ہو ہر کام کے شروع میں بسم اللہ ہے اور آخر پر حمد۔

”وآخر دعواہم“ کے ارشاد میں سبحانک اللہم کو دعا فرمایا گیا ہے حالانکہ دعا تو کسی شے کی طلب کو کہتے ہیں اس انداز میں جنتیوں کی عظمت کا ذکر ہے کہ انہیں منہ سے مانگنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی دعا کے قائم مقام ان کی زبانوں پر اللہ کی تسبیح و حمد ہوگی۔ امام ابن جریر نے ایک روایت نقل کی ہے اہل جنت کو جب کسی شے کی ضرورت ہوگی تو وہ سبحانک اللہم کہیں گے تو فرشتے ان کے مطلب کی شے پیش کر دیں گے ان کی آخری دعا یہ ہوگی ”اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ“ جنت میں پہنچنے کے بعد جنتیوں کو معرفت الہی میں ترقی نصیب ہوگی اور اہل جنت کو علم معرفت کا وہ مقام حاصل ہوگا جو دنیا میں علماء کا ہے اسے شیخ شہاب الدین سہروردی نے بھی نقل کیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
وَلَوْ يَعْلَمُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتَعَجَلَ اللّٰہُ  
بِالْخَيْرِ لَقَضٰی اِلَیْہِمۡ اَجَلُہُمۡ قَدَرُ  
الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَاءَ نَاقِی طُغَیَاۡتِہُمۡ  
یَعۡمَہُوۡنَ ۝۱۱

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

اور اگر اللہ لوگوں کی بد اعمالیوں کی سزا میں (ان کو نقصان پہنچانے میں بھی) اتنی جلدی کرتا جتنی جلدی وہ دنیا کی طلب میں کرتے ہیں تو انہیں (کب کی) موت آچکی ہوتی (لیکن) جو لوگ ہم سے ملنے کی اُمید نہیں رکھتے ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں (۱۱)



## تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: ایک مرتبہ نصر بن حارث نے اپنی قوم کو اپنی مضبوطی، اپنا ٹھوس پن دکھانے کیلئے اس طرح دعا مانگی اے اللہ! اگر اسلام سچا دین ہے اور ہم نے اُسے قبول نہیں کیا تو ہم پر پتھر برسا اس کے جواب میں یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔ اے محبوب کریم بعض بے وقوف لوگ اپنی موت اپنے منہ سے مانگتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ان پر عذاب اس طرح جلدی بھیجتا جیسے ان پر خیر بہت جلد بھیج دیتا ہے۔ تو اب تک ان کا وعدہ عذاب پورا ہو چکا ہوتا اور برباد ہو چکے ہوتے ہم ان کی بد دعائیں قبول نہیں کرتے بلکہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ یونہی اپنی سرکشیوں میں بھٹکتے پھریں۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ اپنے لئے موت کی دعا کرنا جائز نہیں بعض اوقات ماں باپ اولاد کی کسی کوتاہی پر بد دعا کر دیتے ہیں انہیں ایسا کرنے سے بچنا چاہئے۔ دنیاوی تکالیف پر موت کی دعا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے ہاں اگر یہ کہا اے اللہ! اگر میرے لئے موت بہتر ہے تو دے دے یہ جائز ہو گا خدا کے خوف یا حضور ﷺ کی محبت یا کسی دینی خطرہ کے باعث موت کی دعا کرنا جائز ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دعا کی اے اللہ! مجھے اپنے محبوب کے شہر میں شہادت کی موت دے بعض اوقات دعا کا قبول نہ ہونا دعا کرنے والے کے حق میں بہتر ہوتا ہے اس لئے اللہ اس کی دعا قبول نہیں فرماتا قرآن مقدس نے دعا کے متعلق فرمایا ”ادعونی استجب لکم“ مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا مگر بعض اوقات دعا کا قبول نہ ہونا اس وعدہ کے خلاف نہیں دعا مانگنے والے کی کوتاہی یا بد عملی کے باعث بھی دعا قبول نہیں ہوتی۔

جیسے حدیث شریف میں ہے بنی اسرائیل پر قحط مسلط ہوا، بارش نہ ہوئی لوگ رو رو کر عرض کرنے لگے مگر قبول نہ ہوئی لوگوں نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی آپ دعا فرمائیں اللہ ہمیں قحط سے نجات دے بارش عطا فرمائے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ تیرے بندے کس قدر رو رو کر تجھ سے دعا کرتے ہیں قبول فرما۔ ارشاد ہوا کلیم ان کی دعا قبول نہیں کروں گا کہ ان لوگوں کے پیٹوں میں رزق حرام

ہے۔ مجرموں پر فوراً عذاب نازل نہ کرنے میں بھی تو حکمت یہ ہوتی ہے کہ شاید وہ سنبھل جائیں اور اپنی اصلاح کر لیں اور کبھی مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کی گندی فطرت اچھی طرح واضح ہو جائے تاکہ جب عذاب الہی پکڑے تو یہ عذر نہ کر سکیں۔

آیہ مبارکہ سے یہ واضح ہو رہا ہے سرکش اور غافل لوگوں کو لمبی عمر ملنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے کہ اس سے وہ اپنے گناہوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے، ایماندار کو اللہ تعالیٰ لمبی عمر عطا فرمائے تو یہ اس کی رحمت ہے فضل ہے وہ نیکیاں بڑھانے میں دلچسپی لیتا ہے شیطان کیلئے اس کی زیادہ عمر اس کیلئے عذاب ہے۔ نوح علیہ السلام کی زیادہ عمر ان کیلئے اللہ کی رحمت ہے اس کا فضل ہے کہ ایک لمبا عرصہ دین کا کام کیا لوگوں کو بارگاہ رب کی طرف دعوت دیتے رہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَا  
لِحَبِيبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا  
عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَانُ لَمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرِّ  
مَسَّهُ كَذَلِكِ تُزَيِّنُ لِلنَّاسِ فَيُنَ  
مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲﴾

اور جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو پہلو  
کے بل یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے ہم سے  
دعا کرتا ہے پس جب ہم اس سے اس مصیبت کو  
دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح گزر جاتا ہے گویا  
جب اُسے مصیبت پہنچی تھی تو اس نے ہمیں پکارا  
ہی نہیں تھا اس طرح حد سے تجاوز کرنے والوں  
کے کردار ان کیلئے خوش نمائندایتے ہیں (۱۲)

اللہ  
صَلَّى  
الْحَقُّ  
عَلَيْهِ

تفسیر

آیہ مبارکہ میں کافر انسان کی کمزوری کا ذکر فرمایا گیا ہے جب اس پر مصیبت آجائے تو ہر حالت میں رب سے دعا کرتا ہے عاجزی کرتا ہے معافی مانگتا ہے مگر جب وہ مرحلہ ٹل جائے تو ایسے محسوس کراتا ہے گویا کبھی

اُسے مصیبت آئی ہی نہ تھی اور اس نے کبھی دعا کی ہی نہ تھی۔ کفار کی کمزوری بیان کی گئی ہے نصر کا ذکر ہوا کہ وہ زبانی کلامی تو شیر بنتا تھا، بڑھکیں ہانکتا تھا اگر اسلام سچا دین ہے تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا مگر اس کی کمزوری یہ ہے کہ جب ذرا تکلیف پہنچی تو رویا، چلایا، معافی مانگی پھر جب حالت ٹل گئی تو ایسا محسوس کراتا ہے جیسے کبھی کوئی دکھ ہوا ہی نہیں دعا کی ہی نہیں اور پھر اپنے پرانے انداز اختیار کر لیتا ہے تکبر کرتا ہے، طغیانی پر چلتا ہے گویا اس نے کبھی ہم سے دعا کی ہی نہیں یہ عادت کفار کی ہے۔

مصیبت میں خدا کو یاد کرنا اور آرام میں بھول جانا، مومن کی یہ حالت ہے کہ وہ اُسے ہر لمحہ یاد رکھتا ہے اور اس کی طرف سے ہر آنے والے معاملہ کو دل و جان سے مان کر گردن جھکائے رکھتا ہے۔ شیطان نے کفار کی بری حرکات کو ان کی نظروں میں اچھا کر دکھایا وہ کفر و شرک اور بت پرستی پر بہت مطمئن ہیں۔

آیہ پاک میں ذکر ہے کافر مصیبت میں خدا کو یاد کرتا ہے دعا کرتا ہے مگر اس کی یہ ساری صورتیں کوششیں بے کار ہیں کہ ایمان کی دولت سے محروم ہے۔ اعمال صالحہ اُسی وقت فائدہ دیتے ہیں جب بندہ دولت ایمانی سے نواز اگیا ہو۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا جب ہم مصیبت کھولتے ہیں معلوم ہوا علاج معالجہ، دم درود دعا یہ سبھی اسباب ہیں حقیقتاً مشکلات سے نکالنے والی ذات رب ذوالجلال ہے۔

انعامات و کرامات کے دور میں خدا کو بھول جانا اور دکھ میں یاد کرنا کفار کا انداز ہے مومن کا نہیں مومن ہر حالت میں خدا کو یاد رکھتا ہے، مومن کو چاہئے جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو یقین کرے کہ یہ سب کچھ تقدیر الہی سے ہو رہا ہے مسلمان کو چاہئے کہ فیصلہ قدرت پر راضی رہے شکوہ نہ کرے، ہو سکتا ہے اس صورت حال سے اس کا کوئی فائدہ ہی ہو۔ پریشان حالات میں مومن کو چاہئے کہ صبر سے کام لے کہ اللہ صبر والوں کی مدد فرماتا ہے ان کے ساتھ ہے، وہ لوگ جو مصیبت میں مبتلا ہوں اور صبر سے کام لیں تو اللہ ان پر رحمت کا نزول فرماتا ہے اور انہیں ہدایت سے نوازتا ہے اس مصیبت کے بوجھ کو ہلکا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ سمجھ یہ دکھ مصیبت میرے اپنے کئے کا نتیجہ ہے مصیبت میں یہ تصور ہو کہ مومن پر مصیبت آتی ہے تو



اس کیلئے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے یہ عقیدہ یہ تصور بھی مصیبت کے بوجھ کو ہلکا کرتا ہے مصیبت میں جب مومن خدا سے دعا کرے گا تو گویا مصیبت نے اسے رب ذوالجلال کے حضور پہنچا دیا کہ اس سے معافی مانگ رہا ہے دعا کر رہا ہے اور یہ اللہ کے حکم کی اطاعت ہے وہ فرماتا ہے مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں کافر کو مسرف، حد سے بڑھنے والا ضائع کرنے والا فرمایا گیا وہ اس طرح کہ جان کو یوں ضائع کرتا ہے بتوں کی پرستش میں لگا دیتا ہے مال کو اس طرح ضائع کرتا ہے کہ بتوں کی زیب و زینت پر خرچ کرتا ہے حرام جگہ پر ضائع کرتا ہے مومن کو چاہئے کہ وہ کافر کی بدعادات سے بچا رہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

(لوگو) ہم نے تم سے پہلے کی ان قوموں کو ہلاک کر دیا تھا جنہوں نے ظلم کیا تھا اور ان کے پاس ان کے رسول معجزات لے کر آئے تھے وہ ایسے تھے ہی نہیں کہ ایمان لاتے اور ہم اسی طرح مجرم قوم کو سزا دیتے ہیں (۱۳) پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنایا تا کہ ہم دیکھیں (ظاہر کریں) تم کیسے عمل کرتے ہو (۱۴)

وَلَقَدْ أَهَلَكْنَا الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَا خَلِيفَ فِي الْأَمْوَاسِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝

صلی اللہ علیہ وسلم

## تفسیر

کفار کو پہلی قوموں کی ہلاکت یاد دلانی جا رہی ہے کہ ان کے واقعات سے عبرت حاصل کریں فرمایا گیا قوموں کی طرف ان کے رسول معجزات لے کر آئے مگر وہ نہ مانے انبیاء کا معجزات کے ساتھ آنے کا ذکر فرمایا گیا نبی کیلئے معجزہ کا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ نبی نے قوم کو قبر حشر نثر جنت دوزخ کوثر، پل صراط ایسے



واقعات سے آگاہ کرنا ہوتا ہے اور یہ سارے کام انسانی نگاہوں سے اوجھل ہیں انسان عادی ہے کہ دیکھ کر یقین کرتا ہے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو ایسے حیران کن معجزات سے نوازتا ہے کہ جب لوگ اس حیران کن چیز کو دیکھیں جو نبی سے سرزد ہو رہی ہے تو وہ ان واقعات کے متعلق بھی یقین کر لیں کہ یہ شخصیت جس سے عادت کے خلاف واقعات ظاہر ہو رہے ہیں وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ بھی ٹھیک ہیں۔ ہر نبی اُسی قسم کا معجزہ لایا جس چیز کا اس کے دور میں زور تھا، موسیٰ علیہ السلام عصا اور پید بیضا کا معجزہ لائے کہ اس زمانہ میں جادو کا زور تھا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اندھوں کو، کوڑھیوں کو شفا دیتے کہ اس دور میں طب کا زور تھا، ہمارے حضور ﷺ قرآن مقدس کا معجزہ لائے کہ اس دور میں فصاحت و بلاغت کا دور تھا۔

تیرے سامنے یوں ہیں دبے لپٹے فصحاء عرب کے بڑے بڑے  
کوئی کہے کہ منہ میں زباں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

آیہ مبارکہ میں اپنے منہ سے عذاب مانگنے والوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ سوچو تم سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو برباد کر دیا ان کے نام و نشان مٹا دیئے گئے۔ انہوں نے انبیاء علیہم السلام اور ان کے معجزات کا انکار کیا اب ان کے بعد تم زمین پر ہو خیال کرو تمہارے اعمال و کردار ہم ملاحظہ کر رہے ہیں اگر تم نے ہمارے محبوب کو مانا تو تم ہمارے ہو ورنہ پہلی قوموں کی طرح مٹا دیئے جاؤ گے۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ لوگ اُن کی سزا سے عبرت حاصل کریں۔

قوموں کے پاس انبیاء علیہم السلام بھیجنے کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے کسی قوم پر اس وقت تک عذاب نہیں آیا جب تک ان میں رسول نہ بھیجے گئے اور انہوں نے رسولوں کا انکار کر دیا اس عنوان کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے ”وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً“ آیہ مبارکہ سے قدرت کا ایک اٹل قانون دکھائی دے رہا ہے جب تک کوئی قوم اچھائی، بہتری کا ثبوت دیتی رہتی ہے زندہ و سلامت رہتی ہے جب اقتدار پرستی اور عیش و عشرت، لہو و لعب میں گھر جاتی ہے تو اسے ہٹا دیا

جاتا ہے اور دوسروں کو آگے لایا جاتا ہے جو قوم بارگاہ قدس میں اپنی نیاز مندی پیش کرتی ہے اس کے رسولوں کی اطاعت کرتی ہے اُسے عروج بخشا جاتا ہے فضل سے نوازا جاتا ہے اور ہم دیکھتے رہتے ہیں کہ یہ لوگ افادیت بہم پہنچانے میں کسی قسم کی کوتاہی تو نہیں کر رہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے ایک طویل خطبہ فرمایا کہ دنیا سرسبز اور میٹھی ہے اور اللہ تمہیں اس میں جانشین بنانے والا ہے پھر وہ دیکھنے والا ہے کہ تم اس میں کس طرح عمل کرتے ہو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ  
 وَادَاثَتِهِمْ اَيُّهَا النَّبِيُّ  
 قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا اِنَّهُمْ  
 بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَا اَوْ يَدَّلُوْهُ قُلٌ مَا  
 يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اُبَدِّلَهُ مِنْ تَلْقَاۤئِيْ  
 نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ  
 اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابُ  
 يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾  
 صَدَقَ  
 الْعَظِيْمُ

اور جب اُن پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہنے لگتے ہیں جنہیں ہم سے ملنے کی اُمید نہیں کہ اس کے سوا اور قرآن لے آئیے یا اس کو بدل دیجئے آپ کہہ دیجئے مجھے (حق) نہیں پہنچتا کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ (۱۵)

## تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا ایک مرتبہ مکہ مکرمہ کے پانچ کافر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضور اگر ہماری ایک بات مان لیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے حضور ﷺ نے فرمایا بتائیں وہ کیا باتیں ہیں؟ انہوں نے کہا موجودہ قرآن یا تو بالکل ختم کر دیں یا اس کی جگہ کوئی دوسرا قرآن

لے آئیں جس میں ہمارے بتوں کی برائی نہ ہو تعریف ہو اور ہمیں ان بتوں کی عبادت کی واضح اجازت ہو یا پھر اس قرآن میں ہماری مرضی کے مطابق ترمیم کر دیں بتوں کی برائی اور کفار پر عتاب کی باتیں اس سے نکال دیں تب یہ آئیہ کریمہ ان کی تردید میں نازل ہوئی۔ جن پانچ کافروں نے یہ مطالبہ کیا ان کے نام یہ ہیں عبداللہ ابن اُمیہ، ولید بن مغیرہ، مکرز ابن حفص، عمرو بن عبداللہ عامری، عاص بن عامر (ابن ہشام) تفسیر خازن، روح البیان نے وضاحت سے بیان کیا ہے۔

اس آئیہ پاک میں فرمایا گیا جب کفار مکہ پر حضور ﷺ کی نبوت اسلام کی حقانیت بتوں کی مخالفت میں عذاب الہی کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ ایمان لانے کی بجائے حضور ﷺ سے مطالبہ کرتے ہیں اگر آپ ہمیں مسلمان بنانا چاہتے ہیں تو اس قرآن سے ہمارے بتوں کی برائی ختم کر دیں یا پھر دوسرا قرآن لے آئیں جو ہمیں قبول ہو یا موجودہ قرآن میں تبدیلی کر دیں ان کی یہ گفتگو مذاق کے طور پر ہوتی ہے۔ محبوب! آپ جواب فرمادیں کہ دوسرا قرآن لانا تو بڑی بات ہے میرے لئے تو یہ بھی ناممکن ہے کہ اس میں کچھ ترمیم ہی کر دوں یا اپنی رائے کو دخل دوں میں تو قرآن پھیلانے کیلئے آیا ہوں، بدلنے کیلئے نہیں نہ میں اپنی رائے کی پیروی کرتا ہوں نہ کسی کی رائے کی۔ میں تو وحی الہی کا پابند ہوں اگر بالفرض میں رب کی نافرمانی کروں تو مجھے قیامت کے عذاب سے ڈر ہے۔

آئیہ مبارکہ کے آغاز سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ کفار کو تبلیغ کی جائے اُن پر قرآن پڑھا جائے وہ مانیں یا نہ مانیں تبلیغ کو ثواب ہو گا یہ بھی پتہ چلا کہ قرآن کے معنی بگاڑنا، الفاظ بدلنا کفار کا طریقہ ہے وہ تبلیغ اس سے عبرت حاصل کریں جو صرف اپنی بات بتانے اور سامعین پر اپنی دھونس بٹھانے کیلئے آیت کے معانی بگاڑتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



آپ کہہ دیجئے اگر اللہ چاہتا تو میں اُسے نہ پڑھتا اور نہ تم کو اُس پر مطلع کرتا میں اس سے پہلے تم میں اپنی عمر گزار چکا ہوں تم عقل کیوں نہیں رکھتے (۱۶) اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے بے شک مجرم کامیاب نہیں ہوں گے (۱۷)

صَلَّى  
الْحَقِّ

قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَكُونُ عَلَيْكُمْ وَلَا  
أُذْرِكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا  
مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾ فَمَنْ أَظْلَمُ  
مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ  
بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُقَدِّرُ النُّجْمُ مُونَ ﴿١٧﴾

### تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں کفار کے اُس مطالبہ کی تردید تھی کہ قرآن نیا لاؤ یا اس میں تبدیلی کرو اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہے قرآن کا بدلنا یا نیا لا تو بہت دور کی بات ہے جو ناممکن ہے میں تمہیں جو قرآن سناتا ہوں وہ بھی اللہ کے حکم سے ہی ہے اگر وہ نہ چاہتا تو میں نہ سناتا۔ فرمایا گیا تم جو قرآن بدلنے کا مطالبہ کرتے ہو سراسر غلط ہے میری شان تو یہ ہے جو کچھ تمہیں قرآن سناتا ہوں وہ بھی اللہ کی رضا سے ہے میرا یہ تبلیغ کرنا اسی کی رضا سے ہے اسی کے حکم سے ہے تم مجھ سے ایک شدید غلط کام کا مطالبہ کر رہے ہو، میری پہلی زندگی کو دیکھ لو میں نے کبھی اس میں کوئی بُرا کام کیا اگر کوئی غلط کام کرنا ہوتا تو چالیس سال کی عمر میں کر گزرتا مگر سوچو اس قدر طویل عمر تم میں گزاری ہے۔

یہی بات حضور ﷺ نے مکہ میں کئے گئے پہلے خطاب میں بڑے زوردار انداز میں فرمائی ”یا اہل مکہ اهل وجدتمونی کا ذبا او صادقاً“ اے اہل مکہ! بتاؤ تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا، اہل مکہ نے بہ یک زبان کہا، ”یا محمد بل وجدناک صادقاً“ اے محمد ہم نے تجھے ہمیشہ سچا پایا۔ لوگوں کو بتانا تھا جو ذات کسی انسان پر جھوٹ نہیں بولتی وہ خدا پر کیسے جھوٹ بولے گی۔ رب تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، رب کی آیات کو جھٹلانے والا ہمیشہ ناکام رہے گا۔



آیہ مبارکہ سے واضح ہے حضور کا ہر کام ہر قول ہر فعل اللہ رب العزت کی طرف سے ہے جس میں کوئی کسی قسم کا نقص خرابی نہیں یہ اصول آپ کے معصوم ہونے کی واضح دلیل ہے حضور ﷺ کا یہ فرمانا میں تم میں ٹھہرا ہوں میرے کسی کام پر انگلی اٹھاؤ جو غلط تھا اس بڑے، کھلے دعویٰ پر نقص نہ نکال سکے۔

اعلان نبوت سے پہلے جتنے کام تھے قرآن مقدس نے انہیں اسلام کا حصہ بنا دیا یہ دلیل ہے کہ آپ نبوت کے اعلان سے پہلے بھی معصوم ہیں اور بعد میں بھی معصوم ہیں۔ حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں اس سے پہلے تم میں رہا ہوں، اس پر سوچو بتاؤ کبھی کسی مرحلہ پر غلطی کی یہ ایک اہم اصول بھی بتا دیا گیا کہ تم نے کبھی کسی کو کوئی منصب دینا ہے تو اس کی پہلی زندگی کا جائزہ لو اگر اس کی پہلی زندگی صاف ستھری اُجلی دکھائی دیتی ہے تو یہ بندہ اپنے دیئے جانے والے منصب کو اچھا نبھا سکے گا اس کی پہلی زندگی دیانت، امانت، شرافت اس کے مستقبل کی واضح اور روشن دلیل ہے آج جو ہماری تقرریوں میں کوتاہیاں واقع ہو رہی ہیں اسی باعث کے ہم نے اس شخص کی پہلی زندگی کو نہیں دیکھا اور معیار نہیں بنایا حضور ﷺ کو اعلان نبوت سے قبل سبھی نے صادق الامین کہا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
وَعِبَادُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا  
يُضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ  
شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتَكْفُرُونَ اللّٰهُ  
بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ  
سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾

صلی اللہ علیہ وسلم  
الحطیم

وہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نقصان دے سکتی ہیں نہ نفع پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں یہ چیزیں اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گی (محبوب) آپ کہہ دیجئے تم اللہ کی ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو نہ اس کے علم میں ہے نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں وہ پاک ہے اور بلند تر ہے اس سے جو شرک کرتے ہیں۔ (۱۸)

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار کی اس بے ادبی اور گستاخی کا ذکر تھا جو وہ حضور ﷺ سے کرتے تھے کہتے تھے قرآن بدل لویا ترمیم کر لو تو ہم آپ کو مان جائیں گے اس آیہ کریمہ میں اس گستاخی کا ذکر ہے جو رب تعالیٰ سے کرتے تھے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرنا یہ خدا کی ذات سے بد عقیدگی ہے گستاخی ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: سیدنا عکرمہ سے روایت ہے ایک مرتبہ نصر بن حارث نے حضور ﷺ کے ہاں کہا کہ قیامت میں میری شفاعت لات و غزلی کریں گے اس کی تردید میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے محبوب! یہ لوگ بے عقل ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بے جان، بے عقل چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جس کی عبادت انہیں کوئی فائدہ نہ دے گی بلکہ نقصان دے گی یہ کس قدر بے وقوفی ہے ایسی چیزوں کو پوجتے ہیں جن سے یہ خود اچھے ہیں پھر کہتے ہیں بت اُن کی سفارش کریں گے اور ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ بت ان کی مشکلات میں کام آتے ہیں انہیں بتا دیں ان بتوں کا تمہارا سفارشی ہونا نہ رب کے علم میں ہے نہ زمین و آسمان میں اور جو شے اس کے علم میں نہیں وہ شے ہی نہیں اگر وہ شئی ہوتی تو رب قدوس کے علم میں ہوتی انہیں بتا دیں تمہارے یہ عقیدے شرک ہیں اور اللہ شرک سے پاک ہے بت پرستی کی ابتداء قوم نوح علیہ السلام سے ہوئی اس قوم میں پانچ شخص تھے جس سے قوم بہت محبت کرتی تھی ان پانچ شخصوں کے نام یہ ہیں ود، سواع، یغوث، یعوق، نسران میں سے ودفوت ہو گیا تو قوم کو سخت صدا ہوا، لوگ اس کی قبر پر جا بیٹھے اس قوم کو گمراہ کرنے کا موقعہ شیطان کو مل گیا۔ انسانی شکل میں آکر کہا میں تمہیں ود کی تصویر بنا دیتا ہوں اُسے دیکھ کر یاد کر لیا کرنا، اس نے تصویر بنا دی لوگ اس تصویر کے گرد اکٹھے ہو گئے اس کے بعد باقی چار شخص بھی فوت ہو گئے شیطان نے ان کی تصاویر بھی بنائیں اور قوم کو دیں، وقت گزرتا گیا اس قوم کی نسل آگے بڑھی تو شیطان نے کہا تمہارے باپ دادا تو ان تصاویر کی عبادت کرتے تھے تم بھی اُن کی اتباع کرو۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے بھرپور کوشش کی کہ یہ

لوگ بت پرستی سے باز آجائیں مگر ایسا نہ ہو سکا۔ عرب کے علاقہ میں بت پرستی کے پھیلانے والا بندہ عمر بن لُحی تھا جو شام سے بت لایا تھا اور اُسے کعبہ میں رکھا اس کی پرستش شروع کر دی اسی شخص نے بحیرہ، سائبہ، صام، وسیلہ جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑنے کا رواج ڈالا۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے بت پرستی پر لے درجے کا شدید شرک ہے جو ظلم عظیم ہے اور قابل معافی نہیں یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ بت نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً  
فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ  
لَفُتِحَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٩﴾ وَ  
يَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ  
فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي  
مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿٢٠﴾

صلی اللہ علیہ وسلم  
العظیم

اور پہلے تمام لوگ صرف ایک اُمت تھے پھر مختلف ہو گئے اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک امر پہلے ہی مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو جن چیزوں میں یہ اختلاف کر رہے ہیں (۱۹) ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور کہتے ہیں کہ اس (نبی) پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ کہئے غیب تو صرف اللہ ہی کیلئے ہے سو تم بھی انتظار کرو اور میں انتظار کرنے والوں میں سے ہوں (۲۰)

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں بت پرستی کی مذمت فرمائی گئی تھی انسان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ اپنے ہی ہاتھوں سے تراشے گئے بتوں کو سجدہ کرے، معبود مانے۔ اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہے بت پرستی کا طریقہ کوئی نیا نہیں ان سے پہلے لوگ بھی یہ حماقت کرتے تھے ایک وقت گذرا جب سارے لوگ ایک گروہ تھے یعنی



ایماندار تھے نیک تھے ان میں کوئی گمراہ نہ تھا پھر یہ لوگ شیطان کے پنجے میں پھنس گئے۔ اختلافات پیدا ہو گئے الگ الگ فرقے بن گئے اگر آپ کے رب کا یہ فیصلہ ہو چکا نہ ہوتا کہ دنیا سزا و جزا کی جگہ نہیں یہ عمل کی جگہ ہے بدلہ اور حساب قیامت میں ہوگا اگر یہ قانون نہ ہوتا تو کفار کو جہنم کی سزاء ایمانداروں کو جنت کی جزا یہیں مل جاتی۔

یہ کفار آپ سے بحث کرتے ہیں کہ آپ پہلے انبیاء کی طرح معجزات نہیں لائے موسیٰ علیہ السلام کا عصا، عیسیٰ علیہ السلام کا مردے زندہ کرنا، صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا نکلنا، اگر آپ ایسے معجزات دکھائیں تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ محبوب! فرما دیجئے تم معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاؤ گے یہ محض تمہارے بہانے ہیں تم کافر ہی مرو گے تم حیلے بہانے نہ بناؤ اپنے انجام کا انتظار کرو میں بھی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ انسانیت کا اصل دین جو انسان عالم ارواح سے ساتھ لایا وہ دین اسلام ہی ہے پھر شیطانوں نے تفرقہ بازی پیدا کی لوگ گمراہ کر دیئے، بت پرستی شروع کرادی۔ یہ زمانہ جو ایک اُمت کا تھا سب ایک ہی گروہ تھا اور وہ سب ایماندار تھے یہ کب تھا؟ روایات سے یہ ملتا ہے کہ یہ زمانہ نوح علیہ السلام کے زمانہ تک تھا نوح علیہ السلام کے زمانہ میں شرک و کفر ظاہر ہوا، نوح علیہ السلام نے اس کا مقابلہ کیا جب ایمان کے خلاف کفر و شرک پھیلا تو کافر و مشرک کو الگ الگ قوم قرار دے کر ”فانکلفوا“ کا ارشاد فرمایا گیا۔ اللہ کی مخلوق اور اولاد قوم کو مختلف قوموں میں بانٹنے والی چیز صرف ایمان اور اسلام سے انحراف ہے دراصل زبان، وطن، رنگ نسل سے تفریق نہیں بنتی۔ ایمان اور کفر سے اختلافات بڑے ہیں شیطان نے لوگوں کو ایمان کی صفت سے نکال کر کفر کی جماعت میں لا کھڑا کیا یہ قوم بن گئی بعض اوقات اختلاف کفر ہو جاتا ہے جیسے قاتیل، ہاتیل اختلاف اس میں قاتیل کا اختلاف کفر تھا۔ بعض اوقات اجتہادی صورتوں میں اختلاف رحمت ہو جاتا ہے جیسے فرمایا گیا ”اختلاف اُمتی رحمة“ میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے یہ علماء فقہاء محدثین کے علمی تفصیلات ہیں جو اُمت کیلئے رحمت بن جاتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَمِنَ بَعْدِ  
خِزْيَآءِ مَسْتَهْمِهِمْ إِذَا لَهُمْ مَكْرٌ فِي آيَاتِنَا  
قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ  
مَا تَكْفُرُونَ ①

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

اور جب ہم لوگوں کو مصیبت پہنچنے کے بعد رحمت  
کی لذت چکھاتے ہیں تو وہ اس وقت ہماری  
آیتوں کی مخالفت میں سازشیں کرنے لگ  
جاتے ہیں آپ کہہ دیجئے اللہ بہت جلد خفیہ تدبیر  
کرنے والا ہے بے شک ہمارے فرشتے  
تمہاری سازشوں کو لکھ رہے ہیں (۲۱)

### تفسیر

کفار کی ایک حالت کو بیان فرمایا جا رہا ہے کہ یہ لوگ معمولی مصیبت میں پھنس کر بڑے بڑے وعدے کر  
لیتے ہیں کہ یہ مصیبت نکل جائے گی تو ایمان لائیں گے نیک کام کریں گے پھر تکلیف دور ہو جانے پر اُلٹے  
کام کرنے لگ جاتے ہیں یہ لوگ جب تک مصیبت میں گرفتار رہتے ہیں تو اسلام کے خلاف کوئی قدم نہیں  
اٹھاتے جو نہی ہم انہیں تھوڑی سی رحمت دے دیتے ہیں مصیبت ٹال دیتے ہیں وہ فوراً ہی قرآنی آیات کا  
مذاق اڑانے لگ جاتے ہیں حضور ﷺ کے معجزات جھٹلانے لگ جاتے ہیں حضور ﷺ سے فرمایا گیا  
محبوب آپ فرمادیں جاہلو! تمہاری تدبیروں سے پہلے رب تعالیٰ کی خفیہ تدابیر تم تک پہنچ جائیں گی اللہ  
اچانک اپنے محبوب کی ایسی مدد فرمائے گا کہ تم حیران رہ جاؤ گے تمہاری ساری تدبیریں بے کار ہو جائیں گی  
حدیث شریف میں آیا ہے جسے امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح میں لکھا ہے ایک موقع پر کفار کی  
سختیاں بڑھ سی گئیں تو حضور ﷺ نے بارگاہ قدس میں عرض کی اے اللہ! یوسف علیہ السلام کے زمانے کا  
قحط مسلط فرما کر میری مدد فرما، دعا قبول ہوئی قحط مسلط ہو گیا اس حد تک پریشانی ہو گئی کہ لوگ مردار کھا کر شکم  
پروری کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس صورت حال پر ابوسفیان بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے محمد!  
آپ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم مصیبت میں مبتلا ہے دعا کیجئے یہ قحط سالی کی مصیبت ٹل جائے

حضور ﷺ نے بارگاہ قدس میں دعا کی، بارش ہوئی زمین شاداب ہو گئی رب تعالیٰ نے رحمت کے دروازے کھول دیئے، اب چاہئے تو یہ تھا وہ لوگ حضور کے دامن گیر ہو جاتے اور حق قبول کر لیتے مگر ہوا اس کے خلاف کفار کہنے لگے یہ سب کچھ ہمارے بتوں کا عمل ہے، ستاروں کے سبب یہ ماحول بدلا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کو ارشاد فرمایا ”اِذَا لَهِمْ مَكْرُفِيْ اَيَاتِنَا“ وہ ہماری آیات میں مکر و فریب کرنے لگتے ہیں۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں ارشاد ہے کہ ہمارے فرشتے اُن کے مکر و فریب لکھتے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کفار کے سارے بد اعمال فرشتے لکھتے ہیں اُن کی کوئی نیکی، صدقہ، خیرات، اچھی بات درج نہیں ہوتی کہ اس پر انہیں جزا نہیں ملے گی کہ ایمان سے محروم تھے۔ مومن کی ہر بات لکھی جاتی ہے اچھی ہو یا بُری اچھی پر جزا ملے گی بُری پر سزا ملے گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 وہی ہے جو تم کو سمندر اور خشکی میں سفر کراتا ہے  
 حتی کہ جب تم کشتیوں میں ہو اور وہ کشتیاں  
 موافق ہوا کے ساتھ لوگوں کو لے کر جا رہی ہوں  
 اور لوگ اُن سے خوش ہو رہے ہوں تو (اچانک)  
 اُن کشتیوں پر تیز آندھی آئے اور (سمندر) کی  
 موجیں ہر طرف سے ان کو گھیر لیں اور لوگ یہ  
 یقین کر لیں کہ وہ اب ہر طرف سے طوفان میں  
 پھنس گئے ہیں اس وقت وہ دین میں اللہ کے  
 ساتھ مخلص ہو کر اس سے دعا مانگتے ہیں اگر تو نے  
 ہمیں اس طوفان سے بچالیا تو ہم ضرور تیرا شکر  
 کرنے والوں میں ہو جائیں گے (۲۲)

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ  
 حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِ وَجَرَيْنَ  
 بِهِمْ بِهِمْ رَبِّكُمْ رَبِّكُمْ وَفِرَّوْا بِهَا  
 رَبِّكُمْ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ  
 كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ  
 دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ  
 لَئِنْ أَجَبْنَاهُمْ مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ  
 الشَّاكِرِينَ ﴿٢٢﴾

صلی اللہ علیہ وسلم  
 العظیم

## تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ذکر فرمایا ہے جہاں ہر انسان کی ساری طاقتیں کوششیں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ سمندر کی طوفانی لہروں میں پھنس جاتا ہے اور کسی قسم کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی پھر وہ خدا کو یاد کرتا ہے اور اللہ اُسے نجات دے دیتا ہے۔ لوگوں سے فرمایا جا رہا ہے اے لوگو! جس طرف تمہیں رسول اللہ بلاتے ہیں وہ خدا ہے جو قدرتوں کا مالک ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں سفر کراتا ہے اس لئے تمہارے لئے جنگلوں اور دریاؤں کیلئے مختلف سواریاں پیدا کر رکھی ہیں جن پر سوار ہو کر تم سفر کرتے ہو اور جب سواریاں سمندر کے سفر سے لطف اندوز ہو رہی ہوں تو اچانک طوفانی آندھی آ جاتی ہے اور سمندر کی موجیں اٹھتی ہیں تمہیں گھیر لیتی ہیں موت سامنے دکھائی دیتی ہے تو یہ لوگ بتوں کو بھول جاتے ہیں خدا کو پکارتے ہیں اللہ اس مرتبہ ہمیں بچالے ہم تجھ سے وعدہ کرتے ہیں تیرے شکر گزار بندے ہوں گے۔

ابو جہل کے بیٹے حضرت عکرمہ کا واقعہ مشہور ہے مکہ فتح ہو جانے پر حضور ﷺ نے کچھ لوگوں کو پکڑنے کا حکم فرمایا عکرمہ بھی اُن میں سے ایک تھے یہ بھاگ نکلے اور حبشہ جانے کیلئے بحری کشتی میں سوار ہوئے کشتی کچھ دور گئی تو لہروں میں پھنس گئی۔ ملاحوں نے کہا لوگو خدا سے دعا کرو اللہ نجات دے، حضرت عکرمہ نے کہا جب سمندروں کی مصیبتوں میں اللہ بچاتا ہے تو خشکی کی مشکلات میں بھی وہی ہے، طے کر لیا کہ اگر میں بچ گیا تو حضور کے ہاں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کشتی کنارے لگ گئی تو آپ نے حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ تفسیر روح البیان میں اس شائد واقعہ کی تفصیل درج ہے۔

سیدنا امام جعفر صادق علیہ الرحمہ کا ایک منکر خدا سے مناظرہ ہوا اُس نے وجود الہی پر دلیل مانگی آپ نے فرمایا کبھی تو نے سمندری سفر کیا ہے اُس نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا کبھی تیری کشتی بھنور میں پھنسی؟ اُس نے کہا ایسا ہوا ہے، فرمایا اس وقت تو کسے یاد کرتا تھا کہ کشتی بچ نکلے اُس نے کہا ایک جذبہ تھا کوئی میری کشتی کو بچالے۔ امام صاحب فرماتے ہیں وہی خدا ہے جو تجھے مصیبتوں میں یاد آتا ہے۔



آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے مصیبت میں خدا کو یاد کرنا اور عیش میں بھول جانا کفار کا طریقہ ہے دُشمن کو چاہئے کہ وہ ہر لمحہ رحمت ہو، زحمت ہو، دکھ ہو، سکھ ہو، غمی ہو خوشی ہو خدا کو یاد رکھے۔ کفار مصیبت سے نجات پاتے ہی خدا سے کئے وعدہ کو بھول جاتے ہیں مومن اپنے رب سے کئے وعدہ کو بھولتا نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 فَلَمَّا أَتَجَّهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي  
 الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا  
 بَغْيُكُمْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ مَتَاعَ الْحَيَاةِ  
 الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ  
 بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۲۳﴾  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 العظیم

پھر جب اللہ انہیں بچا لیتا ہے تو وہ زمین میں نا  
 حق زیادتی کرتے ہیں اے لوگو! تمہاری زیادتی  
 تمہارے ہی جانوں کا وبال ہے دنیا کی زندگی کا  
 سامان ہے استعمال کرو، پھر تمہیں ہماری طرف  
 لوٹنا ہے اور ہم تمہیں بتائیں گے جو کچھ تم کرتے  
 رہے (۲۳)

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار کی اس حالت کا ذکر کیا گیا جب وہ سمندری لہروں اور تندو تیز ہواؤں میں گھر جاتے ہیں تو گڑ گڑاتے ہیں، بچنے کی دعائیں کرتے ہیں۔ اس آیہ پاک میں فرمایا گیا ہم ان کی درخواستیں قبول کر کے بچا لیتے ہیں تو پھر ان کی یہ حالت ہوتی ہے پہلے کی طرح زمین پر ناحق فساد پھیلاتے ہیں وہی سرکشی وہی گمراہی وہی کفر و شرک اپنا مشغلہ بنا لیتے ہیں، ہمارے محبوب کی مخالفت میں پھر برسرِ پیکار ہو جاتے ہیں۔ فرمایا جا رہا ہے اے بد عہد انسانو! تمہاری زیادتیاں، سرکشیاں تم پر ہی پڑیں گی۔ تم اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے دنیا کی زندگی چند روزہ ہے اس سے فائدہ اٹھا لو پھر آخر کار تم نے ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور ہم تمہیں تمہاری ساری حرکتوں کی خبر دیں گے اُن کی سزا ملے گی۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ تمہارے کئے کا وبال تمہارے اوپر ہی پڑ رہا ہے جس سے واضح ہو رہا ہے



ظلم کا وبال یقینی ہے اور آخرت سے پہلے دنیا میں بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ صلہ رحمی اور احسان کرنے کا بدلہ بھی دیتا ہے آخرت سے پہلے ہی دنیا میں برکات دکھائی دینے لگتی ہیں، ظلم اور قطع رحمی کا بدلہ بھی جلد دیتا ہے کہ اُسے دنیا میں بھگتنا پڑتا ہے ایک اور حدیث شریف میں ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے نقل فرمایا کہ تین گناہ ایسے ہیں جن کا وبال اسے کرنے والے پر پڑتا ہے ظلم، بدعہدی اور دھوکہ فریب (تفسیر مظہری)

حیات دنیا کا ذکر فرما کر دنیا کی ساری رعنائیوں، خوبیوں اور اس کے حسن و جمال کا ذکر کر دیا گیا ہے انسانی زندگی کے اندر لاکھوں بہاریں اپنی اپنی کیفیتیں بتاتی رہتی ہیں، باغات کی سرسبزی، دریاؤں کی روانی قادر کریم کے انعامات و کرامات کا درس دے رہے ہیں۔ فرمایا گیا بالآخر تم سب نے ہمارے ہاں ہی آنا ہے اور ہم تمہیں تمہارے کئے کی خبر دیں گے۔ آیہ مبارکہ میں ”انما بغیکم علی انفسکم“ تمہاری بغاوت کی سزا تمہیں ہی ملے گی۔ اس ارشاد سے واضح ہو رہا ہے کسی کو دھوکہ دینے والا خود ہی مصیبت میں پھنستا ہے عرب کہتے ہیں ”من حفر لایخیه وقع فیہ“ جو دوسرے کیلئے گڑھا کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے۔ حیات دنیا کے ذکر سے واضح ہو رہا ہے کافر کو دنیا کا مال اس کے مرنے کے بعد کام نہیں دے گا مگر مومن کو اس کا مال جو اُس نے دنیا میں رہ کر دین پر خرچ کیا قبر، حشر، نثر قیامت ہر مرحلہ پر کام دے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ  
 أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ  
 الْأَرْضِ وَمِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ  
 حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا  
 وَازْدَيَّتْ وَكَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَدِرُونَ  
 عَلَيْهَا آتَاهَا أَمْرًا نَّالِيًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا  
 حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَبِ الْأَرْضُ كَذَلِكَ  
 نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۳﴾

الْحَقُّ  
 الْعَظِيمُ

دنیا کی زندگی کی مثال محض اس پانی کی طرح ہے  
 جس کو ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اس کی وجہ  
 سے زمین کی پیداوار اچھی ہو گئی جسے انسان اور  
 جانور سبھی کھاتے ہیں حتیٰ کہ عین اس وقت جب  
 کھیتیاں اپنی تروتازگی اور شادابی کے ساتھ  
 لہلہانے لگیں اور ان کے مالکوں نے یہ گمان کر لیا  
 کہ وہ ان پر قادر ہیں تو اچانک رات یا دن کو ان  
 پر ہمارا عذاب آ گیا پس ہم نے ان کھیتوں کو کٹا  
 ہوا ڈھیر بنا دیا جیسے کل یہاں کچھ تھا ہی نہیں غورو  
 فکر کرنے والوں کیلئے ہم اسی طرح آیتوں کو  
 وضاحت سے بیان کرتے ہیں (۲۳)

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں دنیوی حیات کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں اس کی مثال بیان فرمائی جا رہی ہے یہ دنیا کی  
 حیات ایسے ہے جیسے ہم آسمان سے بارش برسائیں جس کی وجہ سے زمین اچھی طرح سرسبز و شاداب ہو  
 جائے اور انسان جانور اس سے اپنی اپنی خوراک حاصل کریں جب یہ کھیتی اچھی طرح سج دھج سے نظر آنے  
 لگے اچھی معلوم ہو کا شکار اس پر فخر کرے اور کہے کہ یہ دولت میرے قبضہ میں آ گئی ہے اور اچھی امیدیں  
 وابستہ ہو جائیں کٹائی ہوگی، غلہ نکلے گا، دولت ہاتھ آئے گی اچانک ہمارے حکم سے کوئی مصیبت آ جائے  
 اور یہ تروتازہ خوش کن کھیتی ایک لمحے میں اُجڑ جائے اور محسوس ہو جیسے یہاں تو کچھ پہلے تھا ہی نہیں یہی حال  
 دنیا کا ہے پہلے تو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر اچانک ہی جب اس کی ضرورت زیادہ محسوس ہو اور دنیا والے کی

امیدیں زیادہ وابستہ ہوں تو فنا ہو جاتی ہے اور دنیا دار دیکھتا ہی رہ جاتا ہے ہم قرآن مجید کی آیات اسی طرح تفصیل سے بیان کرتے ہیں مگر ان سے فائدہ وہی اٹھاتا ہے جس میں سوچ و فکر کا مادہ ہو یعنی دنیا کی بے ثباتی ایسے ہے جیسے کھیت کی بے ثباتی کہ آن کی آن میں فنا ہو جاتی ہے۔ کافر بڑی محنت سے دنیا جمع کرتا ہے اور یقین کر لیتا ہے کہ یہ میری ہے جیسے چاہوں گا تصرف کر لوں گا پھر اچانک یا تو خود مر جاتا ہے یا دنیا چلی جاتی ہے۔

یہ بھی بات یاد رہے دنیا کی زندگی کو بارش کے پانی سے تشبیہ دی ہے کنوئیں یا نہر دریا کے پانی سے نہیں غالباً اس لئے کہ بارش کبھی ضرورت سے زیادہ آتی ہے کبھی کم، کبھی بالکل ہی نہیں یہی حال دنیا کا ہے کبھی ہے کبھی نہیں کبھی تھوڑی کبھی زیادہ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جیسے بارش کے آنے کا کوئی وقت خاص نہیں، یہی حال دنیا کا ہے نہ آتی کا پتہ چلتا ہے نہ جاتی کا پتہ۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے، بارش زیادہ آجائے تو مصیبت ہے نہ آئے تو مصیبت ہے یہی حال دنیا کا ہے زیادہ آجائے تو آفت ہے نہ آئے تو مصیبت ہے۔ انسانی زندگی کے عروج و زوال دنیا کے آنے جانے کے ذکر سے مقصد یہ ہے کہ اہل علم لوگ اُن اسباب پر غور کریں جن کی وجہ سے پُر رونق شہر آباد بستیاں خوشحال قومیں برباد ہو گئیں اور لوگ اُن غلطیوں کے ارتکاب سے بچیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیْدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بَعْدِہٖ خَلْفَہٗ  
وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَیَهْدِیْ  
مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۵﴾  
اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے  
چاہے سیدھی راہ پر چلاتا ہے (۲۵)

اللہ  
العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں دنیا کی بے ثباتی اس کا فانی ہونا فرمایا گیا کہ اس کی حقیقت یہی ہے کہ فنا ہے۔ اس آیہ کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے لوگو! اللہ تمہیں انبیاء اولیاء کے واسطے سے سلامتی کے گھر جنت کی طرف بلاتا ہے

یہ جنت وہ مقام ہے جس میں اللہ کی رضا ہے عطا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہنا ہے اس مقدس مقام کی دعوت تو دے دی گئی ہے مگر ہدایت اُسے ہی دیتا ہے جسے چاہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس دعوت کو قبول کرنے کی نشانیاں تین ہیں، دنیا سے بے رغبتی ہو، آخرت کی یاد ہو، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہو۔ اللہ کے بلانے کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بلاتے ہیں حضور کا بلانا اللہ کا بلانا ہے، اولیاء اللہ، صوفیاء بزرگان دین کا بلانا بھی رسول اللہ کا بلانا ہے کہ وہ بھی حضور ﷺ کے دین کی طرف بلاتے ہیں۔ حضرت ابو قلابہ فرماتے ہیں حضور ﷺ سے کہا گیا آپ کی آنکھوں کو سونا چاہئے اور دل کو بیدار رہنا چاہئے اور آپ کے کانوں کو سنتے رہنا چاہئے سو میری آنکھیں سو گئیں اور دل بیدار رہا اور کان سنتے رہے پھر کہا گیا ایک سردار نے گھر بنایا پھر دسترخوان سجایا پھر ایک بلانے والے کو بھیجا جس نے بلانے والے کو لبیک کہا اور گھر میں داخل ہو گیا اور دسترخوان سے کھایا، سردار راضی ہو گیا اور جس شخص نے بلانے والے کو لبیک نہ کہا گھر میں داخل نہیں ہوا اور دسترخوان سے نہیں کھایا اُس سے سردار راضی نہیں ہوا۔ اللہ وہ حاکم ہے سردار ہے اور گھر اسلام ہے اور دسترخوان جنت ہے، بلانے والے حضور ﷺ ہیں۔

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا ہر روز سورج طلوع ہوتے وقت دو فرشتے ندا کرتے ہیں لو گورب کی طرف آؤ اس آواز کو جوڑوں، انسانوں کے علاوہ ہر شے سنتی ہے اس کی تائید میں اللہ کا ارشاد موجود ہے ”اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راہ کی ہدایت دیتا ہے“ دارالسلام جنت کا نام ہے کئی نام ہیں دارالجلال بھی ہے جنت عدن بھی ہے جنت الماویٰ بھی ہے جنت الخلد بھی ہے جنت الفردوس بھی، جنت النعیم بھی اس وجہ سے بھی جنت کو دارالسلام کہا گیا ہے کہ وہاں پر جنتی ایک دوسرے کو دعا دیتے ہیں۔ جنت کو دارالسلام اس لئے بھی کہا گیا ہے کہ وہاں پر سلامتی ہی سلامتی ہے کسی قسم کی تکلیف کوئی رنج کسی قسم کا غم بیماری قطعاً نہیں نہ اس نعمت کے فنا ہونے کا خطرہ نہ حالت بدلنے کا خطرہ۔



حضرت یحییٰ ابن معاذ نے اس آیہ کی تفسیر میں بطور نصیحت فرمایا اے ابن آدم اللہ تجھے دارالسلام کی طرف بلاتا ہے اس دعوت کو قبول کر دینا میں ہی کوشش کی تو کامیاب ہوگا اگر قبر میں جا کر اس مقام کی خواہش کی تو ناکام ہوگا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ  
 لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ  
 وَلَا یُرْهَقُ وُجُوْهُهُمْ قَتْرٌ وَلَا ذِلَّةٌ  
 اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

جن لوگوں نے اچھے کام کیے ان کیلئے اچھائی ہے اور زیادتی بھی نہ ان کے چہروں پر ذلت ہو گی نہ سیاہی یہ لوگ جنتی ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے (۲۶)

الصلوة العظمیٰ

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا اللہ تعالیٰ خوش نصیب لوگوں کو دارالسلام عطا کرے گا، ”السلام“ اللہ کا نام ہے دارالسلام کا معنی ہوا اللہ کا گھر یعنی جنت دے گا۔ گھر عطا فرما کر کچھ اور زیادہ بھی دے گا وہ اللہ کی زیارت ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے عقائد بھی ٹھیک رکھے اعمال صالحہ بھی اپنائے برائیوں سے دور رہے انہیں جنت بھی ہے اور اس پر زیادتی بھی۔ وہ زیادہ کرم اللہ کی زیارت ہے اس کی ملاقات ہے اللہ تعالیٰ کے بندے پر بے شمار انعامات ہیں مگر سب سے بڑا انعام زیارت ہے۔

اس آیہ پاک میں اس کا ذکر ہے پھر فرمایا جنت میں ان کے چہرے نہ سیاہ ہوں گے نہ خوف زدہ بلکہ چمکنے والے ہوں گے، عام ایمانداروں کے چہرے سفید ہوں گے اولیاء اللہ کے چہرے چمکنے والے ہوں گے محبوبین کے چہرے سورج سے بھی زیادہ روشن۔ تفسیر صاوی نے اس مقام پر لکھا ہے ہر جنتی کو رب کی زیارت ہوگی مگر کسی کو سال میں ایک بار کسی کو مہینہ میں کسی کو ہفتہ میں کسی کو روزانہ کسی کو دن میں پانچ مرتبہ اور کسی کو ہر آن وہ ہر لمحہ زیارت سے لطف اندوز ہوں گے۔ اگر کسی لمحہ بھی محروم ہوں تو وہ جنت سے نکلنے کو ترجیح

دیں گے اس کے برعکس دوزخی لوگوں کے منہ سیاہ ہوں گے زیارت خداوندی سے محروم ہو جائیں گے ہر لمحہ عذاب میں گرفتار رہیں گے۔

آیہ مبارکہ میں ”احسنوا“ کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے جنتی بننے کیلئے اعمال صالحہ کا ہونا بڑا ضروری ہے ”زیادۃ“ کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے جنت میں خدا کا دیدار کسی عمل کا نتیجہ نہیں محض اللہ کا کرم ہے۔ جنتی لوگ اپنی جنت کے مالک ہوں گے انہیں کبھی بھی وہاں سے نکالا نہ جائے گا۔ زیادۃ کے ارشاد سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کسی جنتی کو اس کے اعمال کا بدلہ اس کی نیکیوں کے مطابق ناپ تول کر نہیں دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی نیکیوں سے کہیں زیادہ دے گا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت صہیب حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا بتاؤ تمہیں کسی اور شے کی ضرورت ہے یہ لوگ عرض کریں گے یا اللہ! تو نے ہمیں جنت دے دی چہرے روشن کر دیئے جہنم سے بچا لیا اس سے زیادہ اور کیا طلب کریں اس وقت بندوں اور خدا کے درمیان کا حجاب اٹھا دیا جائے گا سب لوگ اللہ کی زیارت کریں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ  
بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَا لَهُمْ مِنَ  
اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ  
وُجُوهُهُمْ قُطْعَانٌ الْيَلِ فُظِّلُوا وَلِلَّهِ  
أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۳۰﴾

وہ لوگ جنہوں نے برائیاں کمائیں برائی کا بدلہ  
اسی کی مثل ہے اُن پر ذلت چھا جائے گی اور  
انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا گویا اُن  
کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑے سے  
ڈھانپ دیئے گئے ہیں یہی لوگ جہنمی ہیں اور  
اس میں ہمیشہ رہیں گے (۲۷)

اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کی بہتر آخرت کا ذکر تھا کہ اُن کے چہروں پر رسوائی نہیں ہوگی اور جنت میں

ہمیشہ رہیں گے اس آبیہ پاک میں کفار کی بُری آخرت کا ذکر ہے کہ انہیں برائی کی سزا بُری ملے گی ان کے چہروں پر رسوائی ہوگی چہرے سیاہ ہوں گے جہنم میں ہمیشہ رہیں گے گویا ایمانداروں سے فرمایا جا رہا ہے کہ تم سن چکے ہو ہیزگار پر اللہ کا فضل کیسے ہوگا اب کفار کا حال سنو، جن لوگوں نے دنیا میں کفر شرک کیا، انہیں سزا دی جائے گی اُن کے سر سے پاؤں تک رسوائی چھائی ہوگی۔ انہیں اللہ کے غضب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا، اُن کے منہ ایسے سیاہ ہوں گے جیسے ان پر سیاہ رات کے ٹکڑوں کی تہہ جمی ہو۔ یہ لوگ آگ والے ہوں گے اور اس آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے نہ آگ فنا ہوگی نہ یہ تباہ ہوں گے ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ آبیہ مبارکہ میں ارشاد ہے جس نے برائی کی اس کی سزا برائی کی مثل ہے جس قدر گناہ اسی قدر سزا مگر متقی پر ہیزگار کو نیکی کی جزا اللہ اپنے فضل سے اس کے عمل سے کہیں زیادہ عطا فرمائے گا یہ اس کا فضل ہے جسے چاہے نوازے نیکی کی جزا اس گناہ، سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے اور ایک برائی کی سزا ایک ہی دیتا ہے تاکہ انسان نیکی کی طرف راغب ہو اور برائی سے نفرت کرے قرآن مقدس نے کفار کی سزا کو دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا ہے ”وَنَحْشُرْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وَجُوهِهِمْ عَمِيَائًا وَبُكْمًا وَصَمًا“ ہم قیامت کے دن کو چہروں کے بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ایک مقام پر قرآن مقدس نے ان کی رسوائی کو اس طرح ذکر فرمایا ”يَعْرِفُ الْمَجْرُمُونَ بِسِمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ“ مجرم اپنی علامتوں سے پہچانے جائیں گے انہیں پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑا جائے گا، آبیہ مبارکہ میں کفار کی سزا بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہے اُن کے چہرے سیاہ ہوں گے یہ اُن کے کفر کی سزا ہے جس سے واضح ہے قیامت کے دن کسی ایماندار کا چہرہ سیاہ نہیں ہوگا گناہگار وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ چہرے کی سیاہی کی رسوائی سے بچائے رکھے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



اور جس دن ہم ان سب کو جمع کر دیں گے پھر ہم مشرکوں سے کہیں گے تم اور تمہارے شریک سب اپنی اپنی جگہ ٹھہرو پھر ہم ان کے درمیان پھوٹ ڈال دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے (۲۸) پس ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ کافی ہے بیشک ہم تمہاری عبادت سے سے غافل تھے (۲۹)

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاءُكُمْ فَزَلَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاءُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِلَّا نَا تَعْبُدُونَ ۖ فَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغْفِيلِينَ ۝

صَلَّى  
الْعِظِيمِ

### تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں مشرکین کی ایک رسوائی کا ذکر تھا کہ قیامت کے دن ان کے منہ سیاہ ہوں گے اب دوسری رسوائی کا ذکر ہے کہ یہ لوگ جن بتوں پر بھروسہ کرتے تھے اور انہیں کو سب کچھ سمجھتے تھے یہی معبودان باطل قیامت کے دن ان سے بیزار ہوں گے اور ان پر لعن طعن کریں گے حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب ان مشرکین کو قیامت کی ہولناکی سے ڈراؤ اور وہ آنے والا وقت یاد دلاؤ جب ہم مشرکین سے کہیں گے تم مومنین سے چھٹ جاؤ تم اور تمہارے بت تو یہیں رہیں گے اور ایماندار قرب الہی میں بھیجے جاتے ہیں، اب ہم ایمانداروں اور کفار میں فیصلہ کر دیں گے اب کفار اور ان کے بتوں کے درمیان جھگڑا ہو گا کفار کہیں گے اے اللہ! ہم کفر و شرک کرنے میں بے قصور ہیں ہمارا کوئی جرم نہیں ہمیں تو ان مردودوں نے بہکایا تھا اور غلایا تھا اور غلط راہ پر چلا دیا تھا، ہمیں معاف کر دے کفار و مشرکین کی اس بات پر جھوٹے معبود کہیں گے کہ تم ہمیں نہیں پوجتے تھے بلکہ درحقیقت شیطان کو پوجتے تھے ہم نے تمہیں اپنی عبادت کا حکم ہی نہیں دیا تھا یہ حکم تو تمہیں تمہارے نفسوں نے دیا تھا ہمارے تمہارے درمیان رب گواہ ہے اسی کی گواہی پر فیصلہ ہے وہ جانتا ہے کہ ہمیں تمہاری عبادت کی خبر ہی نہ تھی ہم تو بے جان لکڑی پتھر تھے اور جن کے نام پر



ہمیں بنایا گیا، لات منات عزّی وہ تو تم سے پہلے ہی ختم ہو چکے تھے انہیں تمہاری عبادت کی کیا خبر۔  
آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے قیامت کے دن پہلے سبھی مومن کافر کھڑے ہوں گے اسی لئے اس  
دن کو یوم حشر کہا جاتا ہے۔ پھر ان دونوں گروپوں کو الگ الگ کر دیا جائے۔ کفار جہنم کی طرف دھکیل دیئے  
جائیں گے اور ایماندار جنت کی طرف۔ قیامت کے دن ان گروپوں کی علیحدگی سے اشارہ ملتا ہے دنیا میں  
بھی ایمانداروں کو کفار و مشرکین کی محفلوں سے الگ تھلگ رہنا چاہئے۔ قرآن مقدس نے فرمایا جب تمہیں  
پتہ چل جائے کہ یہ لوگ ظالم ہیں، اُن کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا بھی چھوڑ دو۔

آیہ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے دنیا میں مشرکین کہا کرتے تھے بت ہماری سفارش کریں گے قیامت کے  
دن اللہ تعالیٰ یہ ظاہر فرمائے گا کہ اُن کے معبودانِ باطل اللہ کے حضور ان کی سفارش نہیں کریں گے بلکہ ان  
کی عبادت سے بیزاری کا اعلان کریں گے۔ آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین سے فرمایا جا رہا ہے آج تمہیں  
میرے محبوب جن کی طرف بلاتے ہیں نیکی کی راہ دکھاتے ہیں، تم ان کے معجزات دیکھ رہے ہو پھر بھی سرکش  
ہو قیامت کے دن بھی تمہارے معبودانِ باطل تم سے بیزاری کا اعلان کر دیں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
هٰذَا لَكَ تَبَلُّوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّا اسْلَفَتْ وَ  
رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمْ اَلْحَقُّ وَصَلَّ  
عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝  
الصلوة  
الحظيمة  
اس وقت ہر شخص اپنے بھیجے ہوئے اعمال کے  
نتیجے میں مبتلا ہوگا اور وہ سب اللہ کی طرف لوٹا  
دیئے جائیں گے جو ان کا مالک حقیقی ہے اور وہ  
جو کچھ بہتان باندھتے رہے تھے وہ اُن سے گم  
ہو جائیں گے (۳۰)

تفسیر

قیامت کے دن ہر شخص اپنے کئے اعمال کو جان لے گا کہ اس نے اپنے آگے کیا بھیجا ہے اور وہ لوگ اللہ کی

طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا سچا خدا ہے اور تمام معبودان باطل اُن سے غائب ہو جائیں گے ہر جان اپنی جانچ پڑتال کر لے گی ہم نے وہاں دنیا میں سمجھا کیا تھا اور آج ہوا کیا ہے ان کے جھوٹے معبودان باطل ان سے غائب ہو جائیں گے۔ فرشتے اُنہیں دھکے دیتے ہوئے بارگاہ قدس میں پیش کریں گے دنیا میں جو کچھ مخفی تھا آج ان پر ظاہر ہو جائے گا آج قیامت کے دن ہر شخص کے اعمال برے ہوں یا اچھے ظاہر ہو جائیں گے۔ آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا قیامت کو ہوگی۔

قبر میں سوالات صرف ایمان کے بارہ میں ہوں گے ”بلوکل نفس“ کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے کوئی شخص اپنے کئے سے بے خبر نہیں ہوگا، اچھی طرح جان لے گا اس نے دنیا میں کیا کیا تھا۔ قرآن مقدس کے ارشاد ”و ضل عنہم“ کفار سے ان کے معبودان باطل غائب ہوں گے اور وہ تنہا مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔ اللہ کے فضل و کرم سے ایماندار اس دن تنہا نہیں ہوں گے حضور ﷺ کا ساتھ نصیب ہوگا شفاعت نصیب ہوگی پریشان نہیں ہوں گے سکون ہوگا۔

آیہ مبارکہ کا ایک معنی یہ ہے ہر شخص اپنے عمل کے نتیجہ میں ہوگا اعمال اچھے ہیں تو جنت ہے بُرے ہیں تو جہنم ہے ایک معنی یہ ہے ہر شخص اپنے نامہ اعمال کو پڑھے گا اور اس کے مطابق جز و سزا کو جان لے گا۔ امام ابن جریر نے ایک روایت اس طرح نقل کی ہے وہ قوم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرتی تھی ان کیلئے اُن کے معبود متمثل کر دیئے جائیں گے اور وہ ان کے پیچھے چلیں گے اور وہ باطل معبوداُنہیں دوزخ میں داخل کر دیں گے۔ تمام مشرکین اس دن اللہ رب العزۃ کی طرف رجوع کریں گے جو ان کا مالک حقیقی ہے اسی دن ان کے جھوٹے معبود بے کار و بے بس ثابت ہوں گے اور ان کا جھوٹا ہونا مشرکین پر واضح ہو جائے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ

(محبوب) آپ ان سے کہیں کہ تمہیں آسمان اور زمین سے رزق کون دیتا ہے یا (تمہارے) کان اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور مردے سے زندہ کون نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو کون نکالتا ہے اور نظام کائنات کو کون چلاتا ہے تو وہ کہیں گے اللہ، پھر آپ کہیں، تم اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں؟ (۳۱)

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ  
أَمْنَ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ  
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ  
الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدْبِرُ الْأَمْرَ  
فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۳۱﴾

اللَّهُ  
الْعَظِيمُ

### تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین کی ایک مجبوری کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ وہ کس قدر ہی سرکش کیوں نہ ہوں مگر دلائل کے سامنے بے بس ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب ان مشرکین و کفار سے یہ تو پوچھو کہ آسمان و زمین سے روزی تمہیں کون دیتا ہے، آسمان سے بارش زمین سے خوراک تمہیں کون دیتا ہے ان سے پوچھئے زمین ایسی شے ہے جو لوہے کو کھا جاتی ہے لکڑی کو برباد کر دیتی ہے وہی زمین تمہارے بیج کو نہیں کھاتی، وہ کون ذات ہے جو زمین کو حکم دیتی ہے کہ زمیندار کے بیج کو کھانا نہیں اُگاتا ہے، سبزیوں کا اُگنا پھل پھول پیدا کرنا کس کی قدرت ہے پھر انہیں فرمائیں تم اپنے کانوں، آنکھوں پر غور کرو ان کی حفاظت کون کرتا ہے وہ کون ہے جس نے کانوں میں بات سننے کی طاقت رکھ دی ہے اور آنکھوں میں دیکھنے کی قوت پیدا کر دی ہے اور وہ ذات جب چاہے تمہیں ان انعامات سے محروم کر دے، سننے کی طاقت ختم کر دے دیکھنے کی طاقت سلب کر لے ان سے یہ بھی پوچھئے، وہ کون ہے جو مردہ اٹھائے سے جاندار بچہ پیدا کرتا ہے اور جاندار سے یہ اٹھا پیدا کرتا ہے، وہ کون ہے جو کافر سے مومن پیدا کر دیتا ہے اور مومن سے کافر بنا دیتا ہے وہ کون ہے جو عقلمندوں سے بے وقوف اور بیوقوفوں سے عقل مند پیدا کرتا ہے اچھوں سے برے اور



مُروں سے اچھے، حسینوں سے بد شکل اور بد شکلوں سے حسین پیدا کرتا ہے۔ وہ یہ جواب دینے پر مجبور ہوں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے تو فرمائیے پھر تم کفر و شرک سے بچتے کیوں نہیں؟ خدا کے عذاب سے ڈرتے کیوں نہیں؟ تمہاری باتیں تمہارے نظریات کے خلاف ہیں اللہ کے غضب سے ڈرو اور اسلام کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لو کہ قیامت کو عزت اور سرخروئی حاصل کر سکو۔

آیہ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے رزق کا مسئلہ آسمان اور زمین دونوں سے وابستہ ہے۔ آیہ مبارکہ میں کانوں اور آنکھوں کا ذکر فرمایا گیا جس سے پتہ چلتا ہے باقی اعضاء بھی اس کی نعمت ہیں مگر آنکھوں کانوں کو انسانی اعضاء میں خاصہ دخل ہے۔ یہ علم اور ادراک کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ اس ضمن میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ملتا ہے وہ ذات پاک ہے جس نے چربی سے دکھایا اور ہڈی سے سنایا اور گوشت کے ایک ٹکڑا کو گویائی بخشی یہ دلائل تو حید کے دلائل ہیں کہ خدای وہ ذات ہے جو آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے جو اس سے علم و فضل ادراک ہے کسی معبود باطل کے بس میں نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 قَدْ لَكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ  
 الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالَةُ فَأَلْفِي تُصْرَفُونَ ﴿۳۲﴾  
 كَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى  
 الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾  
 یہی اللہ ہے جو تمہارا رب حق ہے تو حق کو چھوڑ کر گمراہی کے سوا اور کیا ہے سو تم کہاں پھر آئے جا رہے ہو (۳۲) فاسقوں پر اسی طرح آپ کے رب کے دلائل قائم ہو چکے ہیں وہ یقیناً <sup>دلالت</sup> <sup>الحق</sup> ایمان نہیں لائیں گے (۳۳)

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات مبارکہ کا ذکر تھا کہ وہ رزق دیتا ہے مردہ زندہ سے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اس آیہ پاک میں فرمایا جا رہا ہے انہیں صفات کا جو مالک ہے وہی تمہارا رب ہے لوگوں سے



فرمایا جا رہا ہے جس رب کے تم نے اوصاف سُنے اور مانا کہ واقعی ہی ان صفات کا مالک ہے سب کو روزی دیتا ہے سب کی آنکھ کا مالک ہے مردے زندہ کرتا ہے اس ذات کو کبھی زوال نہیں وہ حق ہے اُسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو معبود بنانا یہ گمراہی ہے اے محبوب کریم! جیسے یہ اوصاف برحق ہیں اس کے احکام بھی برحق ہیں ایسے ہی اس کا یہ فرمان بھی برحق ہے کہ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے ان کے متعلق فیصلہ ہو چکا کہ یہ لوگ اپنی خوشی اپنے ارادے سے کافر میں گئے ”فذلکم اللہ“ کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے کہ لوگوں کو اس حقیقی خدا پر ایمان لانا چاہئے اسی کی توحید کا قائل ہونا چاہئے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا یہ لوگ ازلی بد بخت ہیں ایمان نہیں لائیں گے حضور ﷺ کے ہزاروں کمالات، بے شمار معجزات ان کے سامنے ہیں مگر یہ شیطان کے نرغے میں ایسے پھنسے ہیں کہ ایمان نہیں لائیں گے۔ فاسق وہ شخص ہے جو ایمان رکھتا ہو اور کبیرہ گناہ کرتا ہو لیکن اس آیہ میں مراد ایسے کفار ہیں جو ضد اور ہٹ دھرمی سے اپنے کفر پر قائم تھے۔ معجزات دلائل کو دیکھ کر بھی ضد پراڑے رہے کفر پر ایسے پکے رہے کہ خدا نے فرمایا وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ قرآن مقدس کا ارشاد ہے ”ما ذا بعد الحق الا الضلل“ حق کے بعد تو گمراہی ہی گمراہی ہے۔ آیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے حق اور گمراہی یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ دو متضاد چیزیں حق ہوں۔

آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا تم سے پہلے جن لوگوں نے حق کو چھوڑا اور باطل کا ساتھ دیا، تقویٰ اور پرہیزگاری کے بجائے لہو و لعب میں مصروف رہے ہم نے ان سے ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت چھین لی اور ان کی آنکھوں کو خود حق دیکھنے سے محروم کر دیا کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری سرکشی گمراہی اکھڑ پن کے باعث تم بھی حق سمجھنے کی استعداد سے محروم کر دیئے جاؤ، وقت ہے سنبھل جاؤ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدُوُ  
الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ قُلِ اللَّهُ يَبْدُوُ  
الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ فَأَلَيْ تَتَّقُونَ ﴿٣٣﴾  
قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي  
إِلَى الْحَقِّ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ  
أَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ  
يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يُضِلَّ  
فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٤﴾

صَلَّى  
الْعِظِيمِ

آپ کہئے کہ تمہارے شرکاء میں سے کوئی ہے جو  
مخلوق کی پیدائش کی ابتداء کر سکے پھر فنا کے بعد  
اس کو دوبارہ پیدا کر سکے آپ کہئے اللہ ہی  
پیدائش کی ابتداء کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا  
کرے گا سو تم کہاں بہکے پھر رہے ہو (۳۳)  
آپ کہئے کہ تمہارے خود ساختہ شرکاء میں سے  
کوئی ہے جو حق کی طرف ہدایت دے سکے آپ  
کہئے اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے تو کیا جو حق کی  
ہدایت دے وہ فرمانبرداری کا زیادہ مستحق ہے یا وہ  
جو بغیر ہدایت دیئے خود ہی ہدایت نہ پاسکے تمہیں  
کیا ہوا ہے؟ تم کیسے فیصلے کر رہے ہو؟ (۳۴)

### تفسیر

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے ان کفار و مشرکین سے پوچھئے کہ رب تعالیٰ کے سوا تمہارے باطل معبودوں  
میں کوئی ایسا ہے جس نے دنیا میں ابتداء مخلوق کو پیدا کیا اور آئندہ قیامت میں پیدا کرے گا وہ تو جواب  
دیں گے نہیں، آپ فرمادیں خالق و مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر ان سے کہیں پھر تم کیوں بہکے جا  
رہے ہو؟ اور ان سے یہ بھی پوچھو تمہارے خداؤں میں کوئی ایسا ہے جو لوگوں کو حق کی راہ دکھائے کہ ان کی  
ہدایت کیلئے نبی بھیجے، آسمانی کتابیں اتاریں بندوں کے کانوں تک نبی کے ارشادات پہنچائے۔ پھر انہیں  
قبولیت کی توفیق دی وہ تو کہیں گے نہیں وہ نبوت کے قائل ہی نہیں۔ آپ فرمائیں حقیقی ہادی تو اللہ ہی ہے،  
بے وقوف! سوچو خالق و مالک و ہادی اللہ ہی ہے تو وہی لائق ہے کہ اس کی بندگی کی جائے اس کے نبی کی

اتباع کی جائے تم سوچو غور کرو کہاں بھٹک رہے ہو۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے حق کی ہدایت اللہ تعالیٰ کی بہت بری نعمت ہے کہ خلق کے بعد دوسری بڑی اہم بات جس کا ذکر ہوا وہ ہدایت ہے انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہدایت کے مظہر ہیں پھر انبیاء علیہم السلام کے بعد اولیاء اللہ ہیں جو اللہ کی صفت ہدایت کے مظہر ہیں، اللہ تعالیٰ سچا معبود ہے اُسی نے مخلوق کی راہنمائی کیلئے انبیاء، اولیاء بھیجے۔

اس آیہ مبارکہ میں باطل خداؤں کے پجاریوں سے سوال کیا جا رہا ہے کہ تم بتاؤ کہ اس کائنات کو کس نے پیدا کیا اور قیامت کے دن کون دوبارہ زندگی دے کر میدان محشر میں لائے گا؟ کیا تمہارے معبودان باطل اس میں کسی شے پر قادر ہیں؟ کیا آسمان و زمین انہوں نے بنائی؟ پہاڑوں کا وجود اُن کے سبب سے ہوا؟ پانی خشکی کا وجود ان سے ہے؟ یہ سب کہیں گے، نہیں تو پھر فرما دیجئے کہ خدا کیسے ہو گئے؟ ان کی عبادت کیوں کی جائے یہ تو خود محتاج ہیں لوگوں نے انہیں اپنے ہاتھوں سے بنایا چلو یہی بتاؤ تمہارے بتوں کے پاس کوئی پیغام ہدایت ہے جس کے باعث یہ تمہیں گمراہی سے بچالیں۔ جب ان کو قطعی دخل ہی نہیں وہ اس پر قادر ہی نہیں تو خدا کیسے مانتے ہو؟ جب تم یہ کہتے ہو کہ سب کچھ اللہ نے بنایا ہے تو پھر معبود بھی اسی کو مانو، عبادت بھی اُسی کی کرو، وہی سب کا معبود حقیقی ہے گمراہی سے بچ جاؤ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

ان میں سے اکثر لوگ گمان کی پیروی کرتے ہیں بے شک گمان کبھی یقین سے مستغنی نہیں کرتا بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے (۳۶) اور قرآن کریم ایسی چیز نہیں کہ اللہ کی وحی کے بغیر اُسے گھڑ لیا جائے لیکن یہ موجودہ آسمانی کتابوں کی تصدیق ہے اور الکتاب کی تفصیل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں یہ رب العالمین کی طرف سے ہے (۳۷)

وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝ وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَى مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار کی بت پرستی کا ذکر تھا اس آیہ مقدسہ میں ان کی ایک اور گمراہی کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ وہ عقل و فکر سے عاری ہیں، محض ظن گمان پر چل رہے ہیں اُن کی ایک اور گمراہی کا ذکر ہے وہ کہتے ہیں قرآن آسمان سے اُتاری گئی کتاب نہیں۔ اس کی تردید فرمائی جا رہی ہے کہ قرآن گھڑی گئی کتاب نہیں یہ حق ہے پہلی کتابوں کی تصدیق ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: کفار کہتے تھے یہ اللہ کی کتاب نہیں بلکہ حضور نے خود بنائی ہے اور خدا کی طرف منسوب کر دی ہے ان کی تردید میں یہ آیہ اُتری۔ اس آیہ مقدسہ میں فرمایا گیا کفار و مشرکین کے عقائد و نظریات بت پرستی کی کوئی دلیل نہیں اُن کے سارے نظریات عقائد محض اٹکل اندازہ و ہم و گمان پر مبنی ہیں اور ایسے وہم و گمان سے کوئی حق بات حاصل نہیں ہوتی، حق تو صرف انبیاء علیہم السلام سے ملتا ہے اللہ تعالیٰ اُن کی حرکات سے بے خبر نہیں انہیں ان کے ہر باطل نظریہ کی سزا دے گا ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو حضور کی صداقت کو مانتے ہیں مگر محض حضور کے حسد کی بنا پر مخالفت کرتے ہیں یا اپنی سرداری کے ختم ہونے



کے ڈر سے اسلام قبول نہیں کرتے۔

اے محبوب! یہ لوگ قرآن مقدس کے متعلق کہتے ہیں یہ کتاب حضور نے بنائی ہے یہ لوگ اس دعوے میں جھوٹے ہیں خود قرآن مقدس کی شان بتا رہی ہے کہ یہ کتاب گھڑنے کے لائق نہیں یہ کلام ربانی ہے اس کی دلیلیں دی گئی ہیں۔ قرآن کی صداقت کی ایک دلیل تو یہ ہے یہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے حالانکہ حضور ﷺ نے وہ کتابیں نہ پڑھیں نہ ان لوگوں کا زمانہ پایا جن پر یہ کتابیں نازل ہوئیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ لوح محفوظ کے علوم غیبیہ کی اس میں تفصیل ہے ہر ذرہ قطرہ کی اس میں خبر ہے جس کی وجہ سے اس کتاب کے کتاب الہی ہونے میں شک ہو ہی نہیں سکتا۔ قرآن مقدس نے جو جو خبریں دیں وہ پوری ہوئیں مثلاً رومیوں پر فارسی لوگ غالب ہوئے مگر قرآن مقدس نے فرمایا عنقریب رومیوں اور فارسیوں میں جنگ ہوگی اب کی مرتبہ رومی غالب ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رومی غالب آئے۔ یا جیسے یہ خبر دی کہ قرآن ہم نے اتارا اور ہم اس کے حافظ ہیں ناصر ہیں، دیکھ لیا جائے اللہ کے فضل سے اس کا ایک نقطہ بھی بدلانا جاسکا۔ آئیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے تمام جہاں کی رائے محض ظن ہے گمان ہے نبی پاک ﷺ کا ارشاد گرامی یقینی ہے قطعی ہے اور حق ہے۔ آئیہ مبارکہ سے ظن و گمان کی کمزوری واضح ہو رہی ہے کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں یقین ہی وہ عمل ہے جو کامیابی اور نجات کا باعث ہے۔ قرآن مقدس کا پہلی کتابوں کی تصدیق کرنا بتاتا ہے یہ کتاب آخری کتاب ہے اس کے بعد کوئی آسمانی کتاب نہیں۔

آئیہ مبارکہ کے آخری حصہ ”تفصیل الکتاب“ سے واضح ہے قرآن پاک لوح محفوظ کی تفصیل ہے اسی عنوان کو قرآن نے دوسری جگہ پر اس طرح فرمایا ”ولا رطب و لا یابس الا فی کتب مبین“ ہر خشک و تر شے کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ  
مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ  
دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ بَلْ  
كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ  
تَأْوِيلُهُ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ  
قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿٣٩﴾

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

کیا وہ کہتے ہیں کہ رسول نے اس کتاب کو خود گھڑ  
لیا ہے آپ کہتے پھر اس کی مثل تم کوئی ایک  
سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا تم جن کو بلا سکتے ہو  
بلا لو اگر تم سچے ہو (۳۸) بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ  
انہوں نے اس چیز کو جھٹلایا جس کا انہیں علم نہیں  
ہو چکا تھا اور ابھی تک اس کے جھٹلانے کا انجام  
نہیں آیا اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی  
جھٹلایا تھا پھر دیکھ لو ظالموں کا کیسا انجام ہوا (۳۹)

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ کفار و مشرکین کہتے ہیں یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں یہ تو محمد ﷺ نے خود بنا کر  
اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے (معاذ اللہ) ان کے پاس کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں یہ محض ان کا اندازہ ہے  
گمان ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو کہ قرآن حضور ﷺ نے بنایا ہے اور  
منسوب خدا کی طرف کر دیا ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ اور اللہ کے علاوہ تمام کو بلا لو اگر تم سچے  
ہو۔ اے محبوب کریم! آپ فرمادیں انسانی بنائی گئی شے کی پہچان یہ ہے کہ اس جیسی شے انسان بنا سکے اس  
سلسلہ میں تم تمام جہان کے کفار و مشرکین کو اکٹھا کر لو تم اس کے مقابلہ میں ایک چھوٹی سی سورت بھی نہ لا سکو  
گے۔ اس عنوان کو قرآن مقدس نے ایک جگہ پر اس طرح فرمایا ”قل لئن اجتمعت الانس والجن“  
محبوب فرمادیں تمام جن و انسان بھی اکٹھے ہو جائیں تو قرآن پاک کی مثال نہیں بنا سکتے۔ ایک اور مقام پر  
اس طرح فرمایا ”فاتوا بعشر سور مثله“ سارے قرآن کا جواب الانا تو بہت ہی ناممکن ہے اگر یہ لوگ  
دعویٰ میں سچے ہیں تو چلو دس سورتیں ہی بنا لائیں۔ ایک اور مقام پر اس طرح فرمایا ”فلیاتوا بحديث

مثلاً ”ایک بات ہی اس جیسی بنالائیں۔

اس آیہ پاک میں ایک سورت بنالانے کا ذکر ہے کہ تم سچے ہو تو ایک سورت ہی بنالادو اور روئے زمین کے سارے کفار و مشرکین اور امدادیوں کو بلا لو اگر سچے ہو۔ اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا قرآن مجید بے مثال کتاب ہے حضور کی بنائی ہوئی نہیں کائنات بھر کے جن وانس اکٹھے ہو جائیں تو اس کی مثال نہیں لاسکتے۔ قرآن مقدس بھی بے مثال ہے اور جن پر یہ کتاب نازل ہوئی وہ بھی بے مثال ہیں نہ قرآن کا جواب ہے نہ مصطفیٰ ﷺ کا بلکہ حضور ﷺ کی نسبت سے حضور ﷺ کی اُمت بھی بے مثال ہے، ارشاد ہوتا ہے ”کنتم خیر اُمة“ تم لا جواب اُمت ہو۔

آیہ کریمہ کے آخر میں انہیں چیلنج دے دیا گیا ہے اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ قرآن حضور کی بنائی ہوئی کتاب ہے تو اس قسم کی ایک سورت ہی بنالادو۔ قرآن مقدس کا یہ چیلنج آج بھی موجود ہے اگر وہ سچے ہیں تو ایک سورت ہی بنا دکھائیں۔ اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کی نبوت پر دلائل دیئے گئے ہیں کہ تم کہتے ہو قرآن اس نے بنایا ہے تو تم اس کی مثل لاؤ، ان کی نبوت پاک کی یہ بھی دلیل ہے کہ حضور نے اپنی تعلیم کے حاصل کرنے کیلئے کہیں کسی شہر کا قصد نہیں فرمایا آپ نے یہ قرآن پاک لوگوں کو دکھایا پہنچایا جس میں علم ہی علم ہے پہلے انبیاء علیہم السلام کی دی گئی خبریں صحیح و درست ہیں اور کسی نے ان واقعات پر اعتراض نہیں کیا یہ حضور ﷺ کے سچے رسول ہونے کی واضح دلیل ہے آپ نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات خبریں جو بھی فرمائیں وہ وحی الہی کے ذریعہ سے تھیں جن میں ذرہ بھر کا شک و شبہ نہ تھا۔ یہ صورت حال آپ کے نبی ہونے کی زبردست دلیل ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو ایمان لائیں گے اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے (اے محبوب) تیرا رب فساد یوں کو خوب جانتا ہے (۴۰) اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہتے میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم ان کاموں سے بری الذمہ ہو جو میں کرتا ہوں اور میں ان کاموں سے بری الذمہ ہوں جو تم کرتے ہو (۴۱)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَا يُؤْمِنُ بِهِ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٤٠﴾  
وَأَنَّ كَذِبُكَ فَقُلْ لِّيَ عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٤١﴾

صَلَّى  
الْعِظِيمِ

## تفسیر

آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے اے محبوب! کفار مکہ جو اس وقت کفر میں سرگرم ہیں اور قدم قدم پر سرکشی کر رہے ہیں ان میں سے بعض اسلام قبول کر لیں گے اور اسلام کی خدمات انجام دیں گے اور بعض کفر پر ہی مارے جائیں گے یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ ان میں بعض زبان کے کافر ہیں دلی طور پر آپ کی رسالت کو مانتے ہیں کہ آپ کے کمالات آپ کے معجزات انہیں ماننے پر مجبور کر دیتے ہیں ان کا انکار محض حسد اور عناد کی وجہ سے ہے بعض وہ ہیں جو خود غور ہی نہیں کرتے محض اپنے سرداروں کی باتوں پر عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے فساد یوں کو اچھی طرح جانتا ہے انہیں سخت سزا دے گا۔ ان دونوں گروہوں میں جو دل سے ضدی ہیں انکاری ہیں ان سے فرما دو تم مجھ سے کٹ گئے لہذا میرے لئے میرے عمل تمہارے لئے تمہارے عمل۔ میرے عمل سے تمہیں فائدہ نہیں ہوگا تمہاری بد عملی تمہاری سزا کا سبب بنے گی۔ نہ میری شفاعت انہیں ہوگی نہ مجھ سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا کہ یہ ایمان کیوں نہ لائے۔ قرآن مقدس کے اس ارشاد سے واضح ہو رہا ہے قرآن مجید کی غیبی خبریں حق و سچ ثابت ہوئیں بعض ایمان لائے جنہوں نے



دین کا کام کیا اور بعض کفر پراڑے رہے اور مر گئے۔

آیہ مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا اگر حضور ﷺ کی اطاعت محبت دل سے نہ ہو تو یہ صورت شرعی ایمان کیلئے کافی نہیں نہ یہ حقیقتاً مومن ہوگا نہ اس کی نجات ہوگی بہت سے ہندو، سکھ، عیسائی شاعروں نے حضور ﷺ کی نعتیں لکھیں مگر رہے ہندو، سکھ ہی کہ تسلیم و اقرار سے الگ رہے۔ آیہ مبارکہ کے اس حصہ سے کہ میرا عمل میرے لئے تمہارا عمل تمہارے لئے حضور ﷺ کے عمل سے کفار کو فائدہ نہیں پہنچے گا مگر مومن کو فائدہ پہنچتا ہے اور قیامت تک پہنچتا رہے گا۔ حضور ﷺ مسلمانوں سے کبھی بے تعلق اور بری نہیں ان کی نیکیاں قبول کراتے ہیں ان کے گناہ بخشواتے ہیں قرآن مقدس فرماتا ہے ”عزیز علیہ ما عثم“ جو چیز مسلمانوں کو تکلیف دہ ہے وہ حضور ﷺ پر گراں گزرتی ہے حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے محبوب! آپ کہہ دیں میرا عمل میرے ساتھ تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے۔ محبوب تو نے اپنا فرض ادا کر دیا وہ دلائل و معجزات کے باوجود حق قبول نہیں کرتے تو ان کی قسمت میں نے جو اسلام کی تبلیغ کی ہے تمہیں تو حیدمانے کی دعوت دی ہے مجھے اس کا ثواب ملے گا اور تمہارے شرک کرنے کی سزا تمہیں ملے گی اور کسی شخص سے دوسرے کے اعمال کا مواخذہ نہیں ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَعُوْنَ اِلَيْكَ اَفَاَنْتَ  
تَسْمِعُ الصَّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۱﴾  
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّهْتَظِرُ اِلَيْكَ اَفَاَنْتَ  
تَهْدِي الْعُیَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَبْصُرُوْنَ ﴿۴۲﴾  
اور اُن میں کوئی وہ ہیں جو تمہاری طرف کان  
لگاتے ہیں تو کہا تم بہروں کو سنا دو گے اگرچہ  
انہیں عقل نہ ہو (۴۱) اور ان میں کوئی وہ ہے جو  
تمہاری طرف دیکھتا ہے کیا آپ اندھوں کو راہ  
دکھا دیں گے اگرچہ وہ نہ دیکھتے ہوں (۴۲)

صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

## تفسیر

اس آیہ پاک میں اُن بدنصیب کفار کا ذکر فرمایا گیا ہے جو مرتے دم تک کافر رہیں گے اور ایمان نہیں لائیں گے وہ آپ کا کلام تو بڑے غور سے سنتے ہیں آپ کی طرف کان لگاتے ہیں مگر دل کے بہرے ہیں تو کیا اے محبوب! آپ بہروں کو اپنا کلام سنا سکتے ہیں اور پھر جو بہرے ہونے کے ساتھ ساتھ بے عقل بھی ہیں اور پاگل بھی ہیں جس کی وجہ سے ان تک آواز پہنچنے کا کوئی راستہ ہی نہیں اور بعض وہ بدنصیب ہیں جو آپ کا کلام بڑے غور سے سنتے ہیں آپ کو غور سے دیکھتے ہیں مگر دل کے اندھے ہیں جس کی وجہ سے ان کے دلوں میں آپ کی عظمت نہیں تو کیا اے محبوب! ایسے بھٹکے ہوئے لوگوں کو آپ ہدایت دے سکتے ہیں ایسے لوگوں کا آپ کی خدمت میں بیٹھنا، باتیں سننا بے کار ہے۔ تفسیر روح البیان میں ایسے لوگوں کی ایک مثال بیان کی گئی ہے کسریٰ کا یونان نامی ایک وزیر تھا جو کہا کرتا تھا پانچ چیزیں ضائع اور برباد ہوتی ہیں۔ ناقد رآدی کے سامنے عالم و فاضل کا ذکر بے کار ہے، بیمار کے سامنے اچھا کھانا ضائع ہے، اندھے کے سامنے حُسن ضائع ہے، کھاری زمین پر بارش ضائع ہے، دھوپ میں چراغ بے کار ہے اور ضائع ہے۔ آیہ پاک میں اندھوں اور بہروں سے مراد دل کے اندھے اور بہرے ہیں جن پر نبی کے ارشادات بھی کارگر نہیں ہوتے۔ ابوجہل، ابولہب ان کے ساتھی اسی گروہ سے ہی تعلق رکھتے تھے حضور ﷺ کے کلام کو سننے کیلئے دل کے کانوں کی ضرورت ہے سر کے کان بے فائدہ ہوتے ہیں آپ کو دیکھنے کیلئے دل کی آنکھوں کی ضرورت ہے، سر کی آنکھیں بے کار ہوتی ہیں اگر کوئی حضور ﷺ کو محمد بن عبد اللہ ہونے کے لحاظ سے دیکھتا ہے تو محروم ہے اگر محمد رسول اللہ ﷺ ہونے کی نظر سے دیکھتا ہے تو کامیاب ہے جنتی ہے، عقل وہی مفید ہے جو اللہ اور رسول اللہ کی راہ دکھائے اس پر چلائے وہ عقل جو اس راہ سے دور کرے دنیا پر چلائے وہ عقل نہیں محض پاگل پن ہے۔ جنون ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! آپ دل کے بہروں، دل کے اندھوں کو کیا سنائیں گے وہ ازلی بد بخت ہیں اُن پر آپ کا وقت لگانا انہیں مفید نہ ہوگا بد بخت کفار حضور

ﷺ کی طرف غور سے دیکھتے مگر انہیں نور حق نظر نہ آتا کہ نور حق کو دیکھنا سر کی آنکھوں کا کام نہیں دل کی آنکھوں کا کام ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَكِنَّ  
 النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٢٢٢﴾ وَيَوْمَ  
 يُحْشَرُهُمْ كَانُكُمْ يُكْبِتُونَ إِلَّا سَاعَةً مِّنَ  
 النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ  
 كَذَبُوا بِقَوْلِ اللَّهِ وَكَانُوا مُهْتَدِينَ  
 ﷺ  
 الـعـظـمـیـہ  
 ہدایت پر نہ تھے (۲۲۵)

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ کفار اندھے ہیں بہرے ہیں بے عقل ہیں۔ اس آیہ مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ ان کی یہ حالت اللہ کی طرف سے ظلم نہیں یہ سب کچھ ان کے اپنے کردار کا نتیجہ ہے اس آیہ مبارکہ میں کفار کی ان مصیبتوں کا ذکر ہے جو انہیں قیامت کو برداشت کرنا ہوں گی، لوگوں سے بتایا جا رہا ہے اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، اُس نے تو لوگوں کیلئے انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام اور مبلغین اسلام روانہ کئے کہ اُن سے فائدہ اٹھائیں اپنی آخرت کو بنائیں مگر یہ خود ہی بے راہ ہو گئے اچھی راہ کو چھوڑ دیا مگر ابھی اختیار کر لی۔ اے محبوب! ان لوگوں کو وہ دن بھی یاد دلاؤ جس دن تمام کفار کو ایک جگہ جمع کیا جائے گا اور وہ دنیا کی بڑی زندگی کو اس طرح محسوس کریں گے گویا وہ دن کا تھوڑا سا حصہ ہی وہاں رہے پھر چلے آئے اور پھر وہ ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہوں گے سب سے بڑے نقصان والے وہ ہیں جو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے منکر



ہیں یا اس کی تیاری ہی نہیں کرتے۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ رب تعالیٰ جل مجدہ کسی کو بغیر جرم و تصور کے سزا نہیں دیتا۔

آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ کفار قیامت کے دن اپنے دنیا کے قیام میں غلطی کریں گے کہ وہ کتنا عرصہ دنیا میں ٹھہرے وہ کہیں گے کہ دن کی صرف ایک گھڑی ہی ٹھہرے ہیں مگر ایمان دار اللہ کے فضل سے اپنی نیکیوں کے عرصہ کو اچھی طرح پہچان لیں گے کہ وہ دنیا میں کتنا عرصہ ٹھہرے کتنی نیکیاں کیں اور اللہ کی رضا کیلئے کیا کچھ کرتے رہے یہ ان پر اللہ کا احسان ہوگا۔ چونکہ کفار نے اپنی زندگیاں حرص و ہوا اور لہو و لعب میں برباد کر دیں اور دنیا میں کوئی ایسا کام نہ کیا جس کا آخرت میں انہیں نفع ملتا تو دنیا میں ان کی زندگی گزارنا نہ گزارنا دونوں برابر تھے ان کے کم وقت سمجھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب وہ آخرت کی سختی کو دیکھیں گے تو انہیں دنیا کی زندگی بھول جائے گی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یوم محشر پچاس ہزار سال کا ہوگا تو اس کے مقابلہ میں انہیں کم وقت محسوس ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
اور اگر ہم آپ کو اس عذاب کا کچھ حصہ دکھا دیں  
جس سے ہم نے ان کو ڈرایا ہے یا آپ کی مدت  
حیات پوری کر دیں تو بہر حال ان کو اللہ ہی کی  
طرف لوٹنا ہے پھر اللہ ان کے کاموں پر گواہ ہے  
(۴۶) اور ہر ایک امت کیلئے رسول ہے تو جب  
ان کا رسول آجائے گا تو ان کے درمیان عدل  
کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر بالکل ظلم  
نہیں کیا جائے گا۔ (۴۷)

وَمَا تُرِيَّتْكَ بَعْضَ الَّذِي نَعْدُهُمْ  
أَوْ تُؤْفِيَّتْكَ فَأَلَيْنَا مَرْجِعَهُمْ ثُمَّ اللَّهُ  
شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿٤٦﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ  
رَّسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ  
بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾

صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم



## تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں کفار کے اُس عذاب کا ذکر تھا جو انہیں قیامت کے دن ہوگا اس آیت مبارکہ میں ارشاد ہے ان پر دنیا میں بھی عذاب آئیں گے جنہیں آپ خود دیکھ لیں گے۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے اے محبوب کریم! کفار کے جن عذابوں کا ذکر ہم نے کر دیا ہے اگر ہم اُن میں سے بعض عذاب آپ کو دکھادیں کہ آپ کی زندگی میں ان پر عذاب آئیں گے تو ہم یہ بھی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو بدرجنین، خیبر، فتح مکہ، طائف وغیرہ میں حضور ﷺ کو کفار کے عذاب دکھادیئے یا ہم آپ کی وفات کر دیں اور وفات کے بعد کفار پر بعض عذاب آئیں اور آپ عالم برزخ میں ان کا مشاہدہ کریں تو ہم اس پر بھی قادر ہیں چنانچہ صحابہ کرام کے دور میں قیامت تک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں کفار کو عذاب دیتا رہے گا بالآخر انہیں ہماری طرف لوٹنا ہے ان کے ہر عمل پر اللہ نگران بھی ہے حاکم بھی ہے۔

ہر اُمت کیلئے رسول ہوتے رہے ہیں جن پر اُن رسولوں کی اطاعت واجب تھی مگر ہوتا یہ رہا ہے جب رسول آئے تو ان لوگوں نے ان کی مخالفت کی پھر رسول اُن کیلئے بددعا کرتے رہے اور وہ عذاب میں مبتلا ہوتے رہے اور مسلمان بچتے رہے یا یہ معنی ہے کہ قیامت کے دن ہر اُمت کے رسول ہوں گے جن کے نام سے وہ بلائے جائیں گے پھر جب وہ رسول ان کے موافق یا مخالف گواہی دینے کیلئے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا نافرمانوں کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا اور فرمانبرداروں کو جنت میں۔

آیت مبارکہ کے شروع میں ”امّا نوبینک“ کا خطاب ہے اگر ہم آپ کو دکھائیں جس سے واضح ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے نبوت کی نگاہ کو یہ قوت بخشی ہے کہ حضور اپنی زندگی میں بھی اور وصال کے بعد بھی اُمت کے حالات سے باخبر رکھے جاتے ہیں۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں حضور ﷺ کا جنگ میں تشریف لانا اخبارات میں چھپا، اسی سال جب میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو وہاں پر قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین رحمۃ اللہ

علیہ کے ایک خادم حاجی محمد موسیٰ تھے میں نے اس واقعہ کے متعلق اُن سے پوچھا تو انہوں نے تصدیق کی کہ واقع ہی فلاں بزرگ نے حضور ﷺ کو تیزی سے نکلتے دیکھا عرض کی حضور کدھر جا رہے ہیں؟ فرمایا پاکستان ہندوستان کی جنگ لگ گئی ہے وہاں جا رہا ہوں پھر میں نے اس بزرگ کی زیارت کی جنہیں یہ خواب آئی تھی انہیں دنوں میں بہاول پور اسلامیہ یونیورسٹی میں تھا جامعہ کے شیخ التفسیر علامہ افغانی صاحب نے دوران درس واقعہ سنایا کہ حضور ﷺ کو میدان جنگ میں دیکھا گیا اور ایک میجر کا حوالہ دیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ  
وَيَقُولُونَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو  
(۳۸) آپ کہہ دیجئے میں اپنی جان کے بُرے بھلے  
کا (ذاتی) اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے ہر گروہ کا  
ایک وعدہ ہے جب ان کا وعدہ آئے گا تو ایک گھڑی  
پیچھے نہیں گئے نہ آگے بڑھیں گے (۳۹)

اللہ  
الْعَظِیْمُ

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار کے عذاب کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں ان کے اعتراض اور مذاق کا ذکر ہے طنز کرتے اگر یہ بات سچی ہے تو عذاب آتا کیوں نہیں۔ اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا جب آیہ کریمہ نازل ہوئی ”اما نوینک“ اگر ہم تمہیں وہ عذاب دکھادیں، اس پر کفار نے مذاق کیا اور کہنے لگے وہ عذاب جس کے دکھانے کا آپ سے وعدہ کیا گیا ہے ہم پر آئے گا، ہم تو بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں ان منکرین اور مذاق کرنے والوں کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ قیامت، عذاب اور آخرت کی رسوائی کا ذکر سن کر کفار کو چاہئے تھا کہ اپنی اصلاح کرتے گناہوں سے رکتے برائی سے بچتے، بجائے اصلاح کے ان کا مذاق کرتے ہیں کہ عذاب آنے کی تاریخ تو بتا دیں وہ کب آئے گا اور ہم بٹلائے عذاب کب

ہوں گے۔ اے محبوب کریم! آپ انہیں فرما دیجئے یہ چیزیں اللہ کے ہاں مقرر ہیں کوئی شخص انہیں وقت سے پہلے اللہ کی مرضی کے خلاف لانہیں سکتا۔ میں اپنی ذات کیلئے نفع و نقصان کا مالک نہیں وہ چاہے اور مجھے مختار بنادے تو یہ اس کی مہربانی ہے میں اس کی مرضی کے خلاف قیامت یا عذاب کیسے لاسکتا ہوں؟ ہر اُمت کیلئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آنے لگے تو کوئی اُسے ایک لمحہ پہلے یا پیچھے نہیں کر سکتا جب تمہارے عذاب کا وقت آئے گا تو ٹلے گا نہیں واقع ہوگا تمہیں چاہئے کہ عذاب کی تاریخ پوچھنے، مذاق کرنے کے بجائے ایمان و تقویٰ، پرہیزگاری کو اپناؤ وہ شخص بڑا بے وقوف ہے، جو قیامت یا عذاب کی تاریخ پوچھتا ہے اس کی تیاری نہیں کرتا مومن کی شان ہے وہ قیامت کی تیاری کرتا ہے تاریخ نہیں پوچھتا، مومن کی شان یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کے ارشادات کو گہری عقیدت اور پختگی سے سنتا ہے جبکہ کافر حضور ﷺ کے ارشادات میں شک کرتا ہے کفار نے یہی کہا اگر تو سچا ہے تو عذاب کیوں نہیں آتا۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہے اللہ کی عطا کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا ہاں اللہ جسے چاہتا ہے مالک بنا دیتا ہے مختار بنا دیتا ہے، زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دیتا ہے، ”اعطیت مفاتیح خزائن الارض“ حضور فرماتے ہیں مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں ایک اور مقام پر عطاء خداوندی کا ذکر اس طرح ملتا ہے ”لو شئت لصارت الجبال معی ذہبا“ اگر میں چاہتا تو پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ چل جاتے۔

۱۔ کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے سرکار بنایا تمہیں مختار بنایا  
اس آیہ مبارکہ کے تحت تفسیر روح المعانی میں اس طرح درج ہے جبر یہ کا مذہب ہے انسان محض مجبور ہے بے اختیار ہے، معتزلہ کہتے ہیں انسان قدرت کا مالک ہے، اللہ چاہے یا نہ چاہے یہ کر لیتا ہے تیسرا اگر وہ اشاعرہ کا ہے وہ کہتے ہیں انسان کو قدرت حاصل ہے مگر مؤثر نہیں، اہل حق کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کے پاس اللہ کا دیا ہوا اختیار اور بخشی ہوئی قدرت ہے اور یہ عطا کردہ قدرت کسی کام کے ہونے، نہ ہونے میں



موثر ہے۔ حضور ﷺ کے متعلق اہل حق کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ کے عطا کردہ اختیارات، کمالات حضور ﷺ کے پاس ہیں مگر وہ رضاء الہی کے تابع ہوتے ہیں اس کی مرضی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتا۔

۔ مالک کو نین ہیں گو پاس رکھتے کچھ نہیں  
نعمتیں ہیں دو جہاں کی اُن کے خالی ہاتھ میں

اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضور ﷺ نفع پہنچاتے ہیں اس عقیدہ پر قرآنی آیات دلائل ہیں قرآن مقدس فرماتا ہے ”وَمَا نَقْمُوا انْ اغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ (سورہ توبہ) اور ان کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ کس قدر واضح دلیل ہے کہ حضور دیتے ہیں اور غنی کرتے ہیں۔“

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
قُلْ اَرَاَيْكُمْ اِنْ اَنْتُمْ عَدَاۤءُ بَيِّنَاتٍ اَوْ  
مَهَارًا مَا ذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْجَهَنَّمُ ۝۵۰  
اَنْتُمْ اِذَا مَا وَقَعَ اَمْنٌ مِّنْهُ اِلَيْهِ اَلْتَنَ وَقَدْ  
كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۵۱ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِيْنَ  
ظَلَمُوْۤا ذُوقُوْۤا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ  
اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝۵۲

اللہ  
صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

(محبوب) آپ کہئے یہ بتاؤ اگر اس کا عذاب  
(اچانک) رات کو آجائے یا دن کو تو مجرم کس چیز  
کو جلدی سے اپنے بچاؤ کیلئے کریں گے (۵۰)  
کیا پھر جب یہ عذاب آجائے گا تو پھر تم اس کا  
یقین کرو گے (ان سے کہا جائے گا) اب مانا تم  
نے بیشک تم اس کو جلدی طلب کرتے تھے (۵۱)  
پھر ظالموں سے کہا جائے گا ہمیشہ عذاب کا مزہ  
چکھو تمہیں صرف انہیں کاموں کی سزا دی جائے  
گی جو تم کرتے تھے (۵۲)



## تفسیر

آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے آپ ان کفار سے کہہ دیں جو عذاب میں جلدی کرتے ہیں اگر تم پر عذاب رات کو سوتے میں آجائے یا دن کو کام کاج میں مصروفیت کے وقت آجائے تو تم شرمسار ہو گے محبوب! فرما دیجئے عذاب میں کون سی خوبی ہے بہتری ہے کہ تم جلدی چاہتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کیا تم اس وقت ایمان لاؤ گے جب تم پر عذاب آ ہی جائے گا اگر تم اس وقت ایمان لائے تو لوگ کہیں گے کیا تم اب ایمان لائے ہو اب تمہارا ایمان قبول نہیں۔ فرعون ڈوبتے وقت ایمان لایا مگر عذاب سے نہ بچا۔ اے کفار تمہیں دنیا میں ہی عذاب نہ دیا جائے گا بلکہ قیامت کے دن تمہیں دائمی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور تمہیں کہا جائے گا اب ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں رہو، یہ تمہاری کئے کی سزا ہے۔

آیہ مبارکہ میں ہے ان سے کہا جائے گا ”الْأُنْثٰی“ کیا اب ایمان لائے ہو جب ایمان کا وقت گزر گیا حدیث شریف میں آتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول فرماتا رہتا ہے جب تک کہ وہ غرہ موت میں گرفتار نہ ہو جائے۔ غرہ موت کے وقت توبہ اللہ کے ہاں قبول نہیں اسی طرح دنیا میں عذاب واقع ہونے سے پہلے پہلے توبہ قبول ہو سکتی ہے جب عذاب آجائے تو توبہ قبول نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَيْسَ بِكَ أَحَقُّ هُوَ قُلْ إِيَّيْ  
رَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ  
وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي  
الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ وَأَسْرُوا النَّدَامَةَ  
لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَقُضِيَ بَيْنَهُمُ  
بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٥٣﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور تم سے پوچھتے ہیں کیا وہ حق ہے تو آپ کہہ دیجئے ہاں میرے رب کی قسم بے شک وہ حق ہے اور تم عاجز نہ کر سکو گے (۵۳) اور اگر ہر ظالم جان زمین کی ہر شے کی مالک ہوتی تو ضرور اپنی جان چھوڑانے میں دے دیتی اور وہ دل میں ہی پریشان ہوئے جب عذاب دیکھا اور اُن میں انصاف سے فیصلہ کر دیا گیا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ (۵۳)

### تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں کفار کے مزاحیہ انداز کا ذکر تھا جو وہ قیامت کے بارہ میں کرتے تھے اس آیہ کریمہ میں ان کے ایک کفریہ انداز کا ذکر ہے کہ وہ پوچھتے ہیں کیا عذاب واقعی آئے گا کیا یہ بات صحیح ہے عذاب آئے گا۔ اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، یہودیوں کا سردار حنی بن اخطب مکہ مکرمہ آیا اور حضور ﷺ کے ہاں حاضر ہوا اور کہا محمد جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں کہ عذاب آئے گا یہ بطور مذاق ہے یا واقعی عذاب آئے گا اس یہودی سردار کے جواب میں یہ آیہ نازل ہوئی (بیضاوی شریف)

اللہ کی شان اسی متعصب دشمن کی بیٹی صفیہ بنت حنی غزوہ خیبر میں گرفتار ہو کر آئیں۔ حضور ﷺ نے انہیں آزاد فرمایا اور پھر نکاح فرمایا اور یہ ہم ایمانداروں کی ماں بنیں۔

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! کفار آپ سے پوچھتے ہیں آپ کا دعویٰ نبوت یا عذاب کا وعدہ یا قیامت کا قائم ہونا یہ حق ہے تو آپ جواب دیں اللہ کی قسم یہ سب کچھ برحق ہے۔ تمہیں چاہئے کہ ایمان لا کر اپنے کو عذاب سے بچاؤ ورنہ تم سب اللہ کو عذاب دینے سے عاجز نہ کر سکو گے بارگاہ قدس میں

تمہارا زور کام نہیں دے گا وہاں ایمان عجز و انکساری کام دیں گے جس پر عذاب کا فیصلہ ہوگا وہ اگر روئے زمین کا سارا مال بھی دے کر بچنا چاہے تو نہ بچ سکے گا۔ یہ لوگ عذاب دیکھیں گے تو دل میں شرمسار ہوں گے اور ایک دوسرے سے اپنی شرمندگی چھپائیں گے اس وقت اپنے گناہوں سے توبہ کریں گے مگر اس وقت توبہ کام نہ آئے گی اور کفار و مومنین کے درمیان یا ظالموں اور مظلوموں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں ہوگا اے کفار! اگر تم چاہتے ہو کہ قیامت کو تمہارے حق میں فیصلہ اچھا ہو تو آج کام کرو ایمان لاؤ کفر سے توبہ کرو۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول کے واقعہ سے یہ درس ملتا ہے کہ اگر کوئی جاہل بے وقوف مذاق، استہزاء سے بھی بات کرے تو جواب میں سخت لہجہ اختیار نہ کیا جائے محبت سے بات کی جائے۔ یہودیوں کے سردار اخطب نے حضور ﷺ سے مذاق میں کہا کیا جو کچھ آپ کہتے ہیں صحیح ہے تو حضور ﷺ نے جواب میں سخت انداز اختیار نہیں کیا بلکہ نرمی سے فرمایا اللہ کی قسم جو کچھ کہہ رہا ہوں صحیح ہے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کوئی شخص اپنے زور بازو پر بچ نہیں سکتا خدا کو عاجز نہیں کر سکتا کفار کو قیامت کے دن دو ہر عذاب ہوگا عذاب جہنم بھی اور عذاب شرمندگی بھی۔ قیامت کے دن سب کچھ دے کر بچنا چاہیں گے مگر یہ عمل انہیں دوزخ کے شعلوں سے بچانہ سکے گا دنیا کی ساری دولت اس دن ان کیلئے کھوٹا سکھ ثابت ہوگی۔ آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا کفار کی ساری نافرمانیوں سارے ظلموں، سارے گناہوں کے باوجود ان کے فیصلہ میں عدل و انصاف ہوگا ظلم نہ کئے جائیں گے اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

آگاہ ہو جاؤ بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ  
آسمانوں میں ہے اور زمین میں، آگاہ ہو جاؤ  
بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے مگر اکثر جانتے نہیں  
(۵۵) وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور  
اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۵۶)

الْاٰنَ لِلّٰهِ فَاِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ  
الْاٰنَ وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ  
لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۵ هُوَ يُّحْيِي وَيُمِيتُ وَالِلّٰهِ  
تَرْجِعُوْنَ ۝۵۶

اللہ  
الْعَظِيْمُ

## تفسیر

آیہ مبارکہ میں کفار کو تنبیہ کی جا رہی ہے خبردار رہو اس میں کوئی شک نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی ساری  
چیزوں کا مالک صرف اللہ ہے یہ ساری چیزیں اس کی ملک ہیں جو چاہے کرے جیسے چاہے کرے یہ بھی یاد  
رکھو اللہ تعالیٰ کے سارے وعدے کفار کیلئے عذاب کے اور مومنین کیلئے جنت کے۔ قیامت کے واقع ہونے  
کے سارے حق ہیں اور سچ ہیں حضور ﷺ کے سارے ارشادات سچے ہیں یہ باتیں واضح ہیں اور کھلی ہیں  
مگر کفار و مشرکین اپنی حماقت کی وجہ سے مانتے نہیں، لوگو! تم اُسی کے قبضہ میں ہو، وہی تمہیں زندگی دیتا ہے  
جب تک چاہے زندہ رکھتا ہے جب چاہے موت دے دیتا ہے آخر کار تم سب نے اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کائنات کا حقیقی مالک اللہ ہی ہے ہاں جسے چاہے جتنا چاہے عطا  
فرمائے اگر وہ کسی کو دے نہ سکے تو مالک ہونے میں کمزوری ہے۔ حضور ﷺ کے وعدے بھی حق ہیں کہ  
آپ کے وعدے بھی اللہ کے وعدے ہی ہیں اس عنوان پر قرآن مقدس کا یہ ارشاد واضح دلیل ہے ”وَمَا  
يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحَىٰ“ وہ اپنی مرضی سے بات نہیں کرتے وہی کہتے ہیں جو وحی کی  
جاتی ہے۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا قیامت کے دن ہر ایک کو اللہ کے حضور پیش ہونا ہوگا مومن ہو یا  
کافر، نیک ہو یا بد اچھا ہو یا بُرا مگر پیش ہونے کی صورتیں مختلف ہوں گی کسی کو حاضری میں سزا سنادی جائے  
گی کسی کو جنت دے دی جائے گی کوئی خوشی خوشی حاضری دے گا کوئی غم دکھ سے کڑھتا ہوا پیش ہوگا۔



آیہ مبارکہ کے آغاز میں ”الّا“ فرمایا گیا ہے یہ مخاطب کو بھٹوڑنے کیلئے ہے کہ وہ عقل و فکر اور ہوش و ہواس سے بات سن لے کہ اللہ کی طرف سے کئے گئے سارے وعدے پورے ہوں گے مومنوں کو جنت دی جائے گی کہ اُن سے وعدہ ہے، کفار جہنم میں جلیں گے کہ ان کی بد عملی بد کرداری کے سبب ایسا کرنے کا وعدہ ہے اور کوئی طاقت اللہ کو وعدہ پورا کرنے سے روک نہیں سکتی۔

آیہ مبارکہ کے آخری ارشاد ”والیہ ترجعون“ کہ سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ سبھی کو جانا ہے تو آج ہی اس سفر کی تیاری کرنی چاہئے اس زندگی کے لمحات کو غنیمت جان کر تیاری میں مصروف رکھا جائے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ”الدنیا مزرعة الآخرة“ دنیا آخرت کی کھیتی ہے کو یاد رکھا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 یَاٰیہَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَکْمُ مَوْعِظٌ  
 مِّنْ رَبِّکُمْ وَشِفَاءٌ لِّبَآئِی الصُّدُوْرِ  
 وَهٰدًی وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝۵۷ قُلْ بِفَضْلِ  
 اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا  
 هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۝۵۸

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف  
 سے نصیحت آئی اور ایمانداروں کیلئے سینوں کی  
 شفاء، ہدایت اور رحمت ہے (۵۷) آپ کہہ  
 دیجئے اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی  
 پر چاہئے کہ خوشی کریں وہ ان کی سب جمع کی گئی  
 شئی سے بہتر ہے (۵۸)

ﷺ  
 العظیم

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں عذاب، قیامت، جہنم سے ڈر کا ذکر تھا۔ اس آیہ مبارکہ میں اللہ کی رحمت، فضل و کرم کا ذکر ہے پہلے ارشاد میں خوف کا ذکر تھا اب اُمید اور رحمت کا ذکر ہے ایمان کی تعریف بھی یہی ہے کہ خوف اور اُمید کی درمیانی حالت ایمان ہے۔ اپنے گناہوں سے عذاب کا ڈر بھی ہو اور اپنے رب قدوس کی رحمت

سے نجات کی اُمید بھی ہو۔

اس آیہ مبارکہ میں بندوں پر اللہ کی عظیم نعمت قرآن مقدس کے نزول کا ذکر ہے یہ بھی عظیم نعمت ہے انسانوں پر قرآن مقدس آیا یہ بھی نعمت ہے، قرآن مقدس حضور ﷺ کے ذریعہ سے ہمیں نصیب ہوا یہ بھی نعمت ہے، قرآن ہمارے لئے شفا ہے، ہدایت ہے نصیحت ہے لوگو! یہ کتاب تمہارے لئے رب کی طرف سے عظیم تحفہ ہے۔ تمہیں برائیوں سے نجات دیتا ہے بیمار دلوں کو صحت مند کرتا ہے یہ مبارک کتاب روح اور جسم دونوں کیلئے رحمت ہے، شریعت طریقت، حقیقت و معرفت یہ سبھی اصولوں کا سرچشمہ ہے اس سے ہٹ کر کوئی دوسری راہ نہیں۔ اے محبوب! لوگوں کو خوشخبری سنا دو یہ حکم دے دو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ملنے پر خوشیاں منائیں یہ فضل و کرم تھا، اس پر خوشی منانا تمہارے دنیا کے جمع کئے گئے مال و دولت مکان جائیداد سے بہت بڑھ کر ہے مال سے آگے اولاد ہے مگر یہ نعمت اولاد سے بھی آگے ہے مال اولاد دولت کا فائدہ عارضی ہے وقتی ہے مگر قرآن مقدس کا فائدہ ابدی ہے دائمی ہے۔ صرف دنیا میں نہیں بلکہ دین و دنیا دونوں میں ہے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ قرآن پاک بیماریوں سے شفا ہے دکھوں کی دوا ہے اس کی زیارت شفا ہے اس پر عمل شفا ہے اس کی تلاوت شفا ہے اس کی محبت شفا ہے۔ ابن مردیہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور میرے سینے میں درد ہے فرمایا قرآن شریف پڑھ اور یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی۔

بیہقی شریف حضرت واثلہ بن اسقع سے اس طرح روایت ملتی ہے ایک شخص نے عرض کی حضور میرے حلق میں درد ہے فرمایا قرآن مجید کی تلاوت کر یہ مقدس کتاب باقی تمام آسمانی کتابوں سے افضل و اعلیٰ ہے، دوسری کتابوں میں یہ صفات نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کا فضل قرآن ہے، اور اللہ کی رحمت اس کی اتباع کی توفیق یہ بھی کہا گیا ہے اللہ کا فضل قرآن ہے اللہ کی

رحمت اسلام ہے یہ معنی بھی کیا گیا ہے اللہ کا فضل علم ہے اور اس کی رحمت حضور ﷺ ہیں ایک معنی یہ بھی کیا ہے اللہ کا فضل حضور ہیں اور اللہ کی رحمت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ روح المعانی نے یہ معنی لکھا ہے اللہ کا فضل جنت ہے اور اس کی رحمت دوزخ سے نجات ہے یہ معنی بھی کیا گیا ہے اللہ کا فضل قرآن پاک ہے اس کی رحمت مومن کے دل میں قرآن پاک کی اُلفت و محبت ہے اس مقدس کتاب کی محبت اطاعت حضور ﷺ سے پیار عقیدت اسلام کی نوکری بندے کو بے نیاز کر دیتی ہے جس کسی بندے کی یہ حالت ہو جائے تو دنیا اس کے قدموں میں ہوتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِنْ رِّسْقٍ  
 فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلٰلًا قُلْ اللّٰهُ  
 اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلٰی اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ وَمَا  
 ظَنُّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِبِ  
 یَوْمَ الْقِیَمَةِ اِنَّ اللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ عَلٰی  
 النَّاسِ وَلٰکِنْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَشْکُرُوْنَ ۝  
 آپ کہتے کہ اللہ نے جو رزق تمہارے لئے  
 نازل کیا پس تم نے اس میں سے بعض کو حرام اور  
 بعض کو حلال قرار دیدیا آپ کہتے کہ اللہ نے  
 تمہیں اس کا حکم دیا تھا یا تم اللہ پر بہتان باندھتے  
 رہے ہو (۵۹) اور جو لوگ اللہ پر جھوٹے بہتان  
 باندھ رہے ہیں ان کا قیامت کے متعلق کیا گمان  
 ہے بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے  
 لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے (۶۰)

اللہ  
 اعظم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں قرآن مقدس کے بارہ میں ذکر ہوا کہ قرآن نصیحت ہے شفا ہے ہدایت ہے رحمت ہے  
 اس آیہ پاک میں منکرین قرآن کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ یہ لوگ قرآنی احکام کو بدلتے ہیں توہین کرتے ہیں  
 اپنی ہی عقل سے حلال و حرام بنا لیتے ہیں۔ اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس کی طرف سے اپنے محبوب کریم کو

حکم دیا جا رہا ہے محبوب! آپ ان مشرکین مکہ سے سوال کریں بتاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے فرش پر نعمتیں اتاریں زمین سے غلہ، پھل پیدا کئے تمہاری سواری کیلئے جانور بنائے تم نے یہ برائی کہ کہ حلال چیزوں کی تقسیم کردی بعض جانور بحیرہ وغیرہ سب پر اور بعض جانور اپنی عورتوں پر ایسے ہی بعض زمینی پیداوار بعض پر حرام کردی اور بعض حلال رکھیں۔ بتاؤ یہ تقسیم کسی نبی یا کسی آسمانی کتاب کے ذریعہ کی گئی ہے اگر ایسا ہے تو اس نبی یا کتاب کی تعلیم پیش کرو یا تم نے یہ سب کچھ خود ہی کیا اور خدا کی طرف منسوب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ پر ایسے جھوٹ باندھنے والے اپنے متعلق کیا خیال کرتے ہیں کہ ان سے قیامت کے دن کیا معاملہ کیا جائے گا ان پر کرم ہوگا یا غضب اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے کہ اس نے سب کو عقل و فکر ہوش و حواس دیئے پھر ان کی ہدایت کیلئے انبیاء و رسول بھیجے کتابیں نازل کیں مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے۔

آیہ مبارکہ کے آغاز میں فرمایا گیا ہے کہ رزق اتارا جاتا ہے ہر قسم کے رزق کا مرکز تو آسمان ہی ہے زمین اس کا مظہر ہے۔ آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ اپنی طرف سے حرام و حلال کا فیصلہ خدا کی بغاوت ہے اس ارشاد سے وہ لوگ سمجھیں جو قدم قدم پر حرام کا فتویٰ دیتے ہیں اور ان کے پاس حرام ہونے کی کوئی دلیل نہیں کفار و مشرکین کے حرام کردہ جانور جو بتوں کے نام پر چھوڑے گئے اگر وہ غنیمت کے طور پر ایمانداروں کے ہاتھ لگ جائیں تو ان کا استعمال جائز ہے حرام نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ  
مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ  
إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ  
فِيهِ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ  
مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ  
وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي  
كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٦١﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْحَقُّ

(اے محبوب کریم) آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں اور آپ اللہ کی طرف سے جو کچھ بھی قرآن سے تلاوت کرتے ہیں اور (اے مسلمانو!) تم جو کام بھی کرتے ہو تو ہم تم سب پر گواہ ہوتے ہیں جس وقت تم ان کاموں میں مصروف ہوتے ہو اور آپ کے رب سے ایک ذرہ کی مقدار بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں نہ آسمان میں اور نہ اُس ذرہ سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی چیز مگر وہ روشن کتاب میں درج ہے (۶۱)

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کا ذکر تھا اس میں اللہ تعالیٰ کے عام علم کا ذکر ہے حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے اے محبوب کریم! آپ جس حال میں بھی ہوں اور جب اپنے رب کے فضل سے قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہوں ہم آپ کو دیکھتے ہیں پھر مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے اے مسلمانوں تم کسی کام میں ہی مصروف ہوں ہم جانتے ہیں، اے محبوب کریم! آپ کے رب سے زمین و آسمان کا کوئی ذرہ بھی مخفی نہیں۔ ذرہ اور ذرہ سے چھوٹی شے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

عالم تین قسم کے ہیں ایک عالم ملک ہے جسے لوگ دیکھتے ہیں جیسے زمین و آسمان، دوسرا عالم عالم ملکوت ہے جس پر خاص لوگوں کو مطلع کیا جاتا ہے جیسے عرش کرسی لوح و قلم، فرشتے تیسرا عالم جبروت ہے جو خاص الخاص بندوں پر منکشف ہوتا ہے جیسے روح عالم امر عالم انوار۔ آیہ مبارکہ کے پہلے حصہ ”وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ“ محبوب تو جس حال میں بھی ہو ہم دیکھتے ہیں اس ارشاد سے واضح ہو رہا ہے حضور

ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی نگاہ لطف ہر لمحہ ہر لحظہ ہے یہی عنوان قرآن مقدس کے کئی دوسرے مقامات سے بھی واضح ہوتا ہے جیسے ارشاد ہے ”بانک باعیننا“ تو ہماری نگاہوں میں ہے جس سے واضح ہے حضور کا ہر عمل، مراد اللہ کے سامنے ہے۔ آیہ پاک میں خاص کر کے حضور کے نور کا ذکر فرمایا گیا کہ جب آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو رب مشاہدہ فرماتا ہے جس سے واضح ہے حضور ﷺ کی عادات مبارکہ میں سے حضور ﷺ کی تلاوت قرآن کی عادت مبارکہ بہت پیاری پسندیدہ اور محبوب ہے اللہ کرے ہمیں بھی قرآن مقدس سے پیار تلاوت اور اس کے احکام پر عمل کی توفیق نصیب ہو اگر انسان چاہتا ہے کہ گناہوں میں کی آئے تو رب ذوالجلال کے اس علم کامل اکمل پر توجہ رکھے کہ وہ مجھے ہر لمحہ دیکھتا ہے۔ میری کوئی حرکت اس سے مخفی نہیں جس قدر یہ عقیدہ مضبوط ہوتا جائے گا گناہوں میں کی آتی جائے گی۔ جب یہ تصور یقین میں بدل جائے گا کہ اللہ میرے ساتھ ہے تو گناہ کرتے ڈر ہوگا، پرہیز ہوگا ”وہو معکم این ما کنتم“ کا ارشاد اس عنوان کی تائید ہے، وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو گے۔ اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے علم محیط اور اس کی بے مثال وسعت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ محبوب آپ کا ہر عمل ہمارے سامنے ہے اور انسانوں کی تمام حرکات و سکنات ہمارے پیش نظر ہیں اور زمین و آسمان کا کوئی ذرہ ہم سے چھپا ہوا نہیں ہر چیز لوح میں لکھی ہوئی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 الْاِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ  
 وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا  
 يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ  
 الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلُ  
 لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝  
 آگاہ ہو جاؤ بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف  
 ہے نہ غم (۶۲) وہ جو ایمان والے اور  
 پرہیزگاری کرتے ہیں (۶۳) انہیں خوشخبری دنیا  
 کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کے ارشادات  
 میں تبدیلی نہیں یہی بڑی کامیابی ہے (۶۴)

اللہ اعلم  
 الصّٰلِحِیْنَ

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں لوح محفوظ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اس میں ہر چھوٹی بڑی شے لکھی گئی ہے اس آیہ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کا ذکر فرمایا ہے جن پر لوح محفوظ کے علوم بھی واضح ہو رہے ہیں اس گروہ کو اولیاء اللہ کے نام سے تعبیر فرمایا اَلوہیّت تک رسائی حاصل کرنے کیلئے بڑا ضروری ہے کہ رسالت و نبوت کا راستہ اختیار کیا جائے کوئی شخص نبوت کے بتائے ہوئے راستہ کے بغیر اَلوہیّت تک نہیں پہنچ سکتا ایسے ہی نبوت تک رسائی حاصل کرنے کیلئے ولایت کا بتایا ہوا راستہ اختیار کرنا ضروری ہے۔

خلاف پیغمبر کے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔

کوئی شخص رسول اللہ کی مخالفت کر کے منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا نبوت تو حضور ﷺ پر ختم ہو گئی مگر ولایت جاری ہے اور رہے گی۔ ولی کیلئے ضروری ہے کہ وہ شریعت کا پابند ہو کوئی شخص شریعت کا باغی ہو کر ولایت کا دعویٰ نہیں کر سکتا، ولی کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے عقائد صحیح ہوں، یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے اعمال شریعت کے مطابق ہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ولی وہ ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آئے۔ ابن زید فرماتے ہیں ولی وہ ہے جس میں اس آیہ مبارکہ والی صفات موجود ہوں ایمان ہو تقویٰ ہو بشارت ہو ولی وہ ہے جس کی طبیعت شریعت سے آراستہ ہو۔ نفس طریقت سے مزین ہو دل معرفت سے لبریز ہو، نبوت محض وہی شے ہے اس میں کسی عمل کو دخل نہیں جسے چاہے خدا عطا فرما دے۔ ولایت میں کسب کو بھی دخل ہے کہ شریعت کا پابند ہو، صوم و صلوٰۃ کا قائل ہو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بجالے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کے بندوں میں سے بعض بندے ایسے بھی ہیں جو نہ نبی ہیں نہ شہید لیکن اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ دیکھ کر انبیاء و شہداء بھی تحسین فرمائیں گے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کون ہیں تو آپ نے ان بندوں کا ذکر کر کے یہ آیہ تلاوت فرمائی ”الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون“



اس آئیہ مبارکہ میں ”الا“ تنبیہ کے ساتھ فرمایا جا رہا ہے لوگو اچھی طرح خبردار ہو جاؤ کہ اللہ کے دوستوں کی شان یہ ہے کہ دنیا میں بھی ان پر کسی مخلوق کا خوف رعب اور ڈر نہیں، ایسا کیوں ہے کہ ان پر کسی کا ڈر نہیں، کیونکہ ان کے دل رب کے خوف سے بھرے ہوئے ہیں یہ وہ لوگ ہیں سچے پکے ایماندار ہوتے ہیں ہر لمحہ پرہیزگاری کی صفت سے وابستہ ہوتے ہیں ان کیلئے دنیا و آخرت میں خوشخبریاں ہیں ان کی طرف دل جھکتے ہیں، موت کے وقت فرشتے انہیں جنتی ہونے کی اطلاع دیتے ہیں یہ اللہ کے وعدے ہیں اور اللہ کے کلمات وارشادات وعدوں میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

حضور ﷺ کے بعد دین کی آبیاری حفاظت کرنے، لوگوں کو سیدھی راہ چلانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے صوفیاء اولیاء کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ جو ہمیشہ رہے گا اولیاء کا ہی عظیم طبقہ ہے جس نے ہمیشہ اسلام کی حفاظت کیلئے جان توڑ کوشش کی اور کسی بھی آڑے وقت میں اسلام کو کفر کی یلغار سے بچایا جب کبھی کسی نے اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا تو یہ طبقہ صف اول میں آکر کفر سے لڑا اور اسلام کو بچایا ہندوستان پر نگاہ کریں جو کفر کا گڑھ تھا بت پرستی کا مرکز تھا، داتا گجوری، خواجہ جیمیری، قطب الدین بختیار کاکی، فرید الدین گانگی، نظام الدین دہلوی، مجدد الف ثانی ایسی شخصیتوں نے اسلام کے جھنڈے کو اونچا کیا اور آج تک اپنی قوت سے حسین انداز میں لہرا رہا ہے۔

آج سے دس سال قبل میں تبلیغی سلسلہ میں ناروے گیا اور سلو میں ایک جلسہ عام سے خطاب کا موقع ملا، وہاں جلسہ میں ایک نوجوان نے سوال کیا کہ سبھی علماء آتے ہیں قرآن و حدیث سناتے ہیں ہم کسے حق مانیں؟ یہ نوجوان انڈیا کا تھا میں نے کہا بیٹے آپ یہ بتائیں اسلام آیا تو عرب میں ہے آپ کے ہاں دہلی، کلکتہ میں کیسے پہنچا وہ خاموش ہو گیا تو میں نے کہا ہندوستان میں اسلام کا تعارف کرانے والے اولیاء اللہ ہیں ہم اسی بات کو صحیح کہیں گے جو ان اولیاء اللہ نے کہی، بتائی اور سنائی اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

ولی کیلئے شریعت کی اتباع ضروری ہے کشف و کرامات ولایت کی نشانی ہیں بہت سے ایسے جلیل



القدر اولیاء گزرے ہیں جن کی کوئی کرامت ظاہر نہیں ہوئی مگر وہ اولیاء کے گروہ میں شامل ہیں۔ اس گروہ اولیاء کو نہ موت کے وقت دشت ہوئی نہ قبر میں نہ ہی قبر سے اُٹھتے ہوگی۔ جب یہ قبروں سے اُٹھیں گے تو یہ کہتے اُٹھیں گے ”الحمد لله الذي اذهب عنا الحزن“ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارا غم دور کر دیا۔

اس طبقہ اولیاء کے متعلق قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمہ اپنی کتاب تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں امت کے افراد کو یہ درجہ ولایت حضور ﷺ کے فیض صحبت سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور یہ فیض صحبت صحابہ کرام کو بلا واسطہ حاصل تھا اسی لئے اُن کا درجہ ولایت تمام اُمت کے اولیاء، اقطاب سے بالاتر تھا اس درجہ ولایت تک پہنچنے کیلئے ضروری ہے کہ کسی ولی اللہ کی صحبت نصیب ہو ذکر اللہ کی کثرت سے آمینہ قلب کو جلا ملتی ہے تو وہ نور ولایت کے انکاس کے قابل بن جاتا ہے۔ دل کی روشنی، جلا ذکر اللہ سے ہوتی ہے۔ امام بیہقی نے اسی کو عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے اولیاء اللہ کے درجات مختلف ہیں اس قرب محبت کو حدیث پاک میں اس طرح بھی ارشاد فرمایا گیا ہے بندہ نقلی عبادات سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں ہی اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں ہی اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اللہ کی طرف سے ولی کو جس قدر قوت ملتی ہے مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں۔

اولیاء را ہست قدرت از الہ تیر جستہ باز گرداند ز راہ

اللہ کی طرف سے اولیاء کو یہ قوت بخشی جاتی ہے کمان سے نکل گئے تیر کو کہہ دیں کہ واپس آؤ وہ آ جاتا ہے۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ولی اُسے کہتے ہیں جس کا دل ذکر الہی میں مستغرق ہے، دن رات تسبیح و تہلیل میں مصروف ہے دل یاد الہی میں اس قدر مصروف ہے کسی غیر کی وہاں گنجائش نہ ہو اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ کیلئے کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ کیلئے اسی مقام کو فانی اللہ کا مقام کہتے ہیں۔

آیہ مبارکہ سے یہ واضح ہو رہا ہے جو خوف و غم میں مبتلا رہے وہ ولی نہیں ہو سکتا کہ قرآن مقدس نے

فرمایا ان پر خوف و غم نہیں ہوتا۔ اسی آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ غیر مومن اور غیر پرہیزگار ولی نہیں ہو سکتا۔ بد عقیدہ، بے نماز، شریعت کا باغی ولی نہیں ہو سکتا ولایت عشق رسول خوف خدا کے ایک درجہ کا نام ہے ولایت دل کا نور ہے خوف اور غم تاریکی ہے نور آیا تو یہ تاریکی ختم ہو گئی۔ اہل اللہ کہتے ہیں ولایت دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے عالم جسم پر شریعت کے نقش و نگار کرتا ہے ولی دل کو صاف ستھرا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیاء کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 وَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ  
 جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ الْإِن  
 لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ  
 وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ  
 شُرَكَاءُ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ  
 هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۶۶﴾  
 ﷺ  
 العظیم

اور تم ان کی باتوں کا غم نہ کرو بے شک غلبہ اللہ  
 کیلئے ہے وہ سنتا ہے جانتا ہے (۶۵) آگاہ ہو  
 جاؤ جو لوگ آسمانوں زمینوں میں ہیں سب اللہ  
 ہی کی مملوک ہیں یہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر (خود  
 ساختہ) شریکوں کو پکارتے ہیں یہ کس کی پیروی  
 کر رہے ہیں صرف اپنے گمان کو اور یہ صرف  
 غلط اندازے لگا رہے ہیں (۶۶)

### تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں اولیاء اللہ کا ذکر آیا ہے اب اس آیہ کریمہ میں اللہ کے دشمنوں اور ان کی برائیوں کا ذکر ہے۔ اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا مکہ کے مشرکین غریب مسلمانوں کو طعنہ دیا کرتے تھے کہ ہم مال و دولت عزت، اولاد کے لحاظ سے تم سے آگے ہیں ہم تمہیں ہلاک کر دیں گے اُن کی اس یا وہ گوئی کے جواب میں یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی محبوب کریم سے فرمایا جا رہا ہے اے محبوب! آپ کفار و مشرکین کی یا وہ گوئی، ان کی دھمکیوں اور امیر ہونے کے دعووں سے مرعوب نہ ہوں غم نہ کریں تمام عزتیں تو اللہ کی ہیں

جسے چاہے عزت دے جسے چاہے رُسوا کر دے۔ آج بظاہر کفار زوردار ہیں لیکن بہت جلد وقت آ رہا ہے یہ سب لوگ آپ کے غلام ہوں گے اور حلقہ اسلام میں آئیں گے یا پھر ذلت و خواری سے ہلاک ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے جانتا ہے ان کا تکبر غرور فحش کلامی اس سے مخفی نہیں۔ آگاہ ہو جاؤ آسمان وزمین کے سارے لوگ فرشتے، حور و غلمان، جن و انس اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، کفار بت پرستی کر کے اللہ کے شریکوں کو نہیں پوجتے اللہ کا تو کوئی شریک ہے ہی نہیں یہ صرف اپنے گمان کی پرستش کرتے ہیں ان کے سب اندازے جھوٹے ہیں ان کے جھوٹے اندازوں کی تائید نہ نبوت سے ہے نہ عقل سلیم سے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے حقیقی عزت اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جسے چاہے دیدے۔ یہ بھی واضح ہو رہا ہے مسلمانوں کو کفار کی باتوں سے مغموم نہیں ہونا چاہئے، یہ ان کے دعووں سے مرعوب ہونا چاہتے ہیں آیہ مبارکہ کا آغاز ”لَا يَحْزَنكَ قَوْلُهُمْ“ سے فرمایا گیا کہ محبوب کفار کی باتیں آپ کو غمگین نہ کریں۔ کس قدر رب ذوالجلال کو محبوب سے پیار ہے کس قدر تسلی دلائی جا رہی ہے کہ آپ انکی زیادتیوں، ایذا رسانیوں، چیرہ دستیوں سے پریشان نہ ہوں اس تسلی آمیز ارشاد سے محبوب کریم ﷺ کو حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں میں جو تمام عزتوں کا مالک ہوں تیرا مددگار ہوں میں تیرے مخالفین کی ساری باتیں سنتا ہوں ان کے سارے حالات جانتا ہوں ”إِلَّا أَنْ لِّلَّهِ“ فرما کر واضح فرمایا ہے کہ جب زمین و آسمان کی ہر شے اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور اسی کے قبضہ قدرت میں ہے تو کسی کو کیا مجال ہے کہ اس خالق و مالک کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کرے۔ ان کی بت پرستی محض دھوکہ سلا ہے گمان ہے اُسے حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ  
اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو دکھانے والا  
بیشک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کیلئے  
(۶۷) مشرکین نے کہا اللہ کی اولاد ہے وہ اس  
سے پاک ہے وہ بے نیاز ہے اسی کیلئے ہے جو  
کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تمہارے پاس  
(اس شرکیہ عقیدہ کی) کوئی دلیل نہیں اللہ پر وہ  
بات بتاتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں (۶۸)

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا  
فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ فِي ذَلِكَ  
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ  
اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ هُوَ الْغَنِيُّ لَهُ مَا فِي  
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ إِنَّ عِنْدَكُمْ  
مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ  
مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾

اللہ  
صمد  
الغنی

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ زمین و آسمان میں سبھی کے ہم مالک ہیں اس آیہ پاک میں ارشاد ہے کہ  
زمین و آسمان کی مخلوق کی زندگی کا نظام ہم کرتے ہیں ان کے آرام کیلئے رات بنائی ہے اور کام کاج کیلئے دن  
آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت ملکیت کا ذکر ہے اُس نے اپنی قدرت کاملہ سے وقت کو اس طرح تقسیم  
فرمادیا کہ رات سکون کیلئے بنادی اور دن کاروبار کیلئے، پھر ان دونوں رات اور دن سے تمہاری عمریں بنائیں  
انہیں سے ہفتے، مہینے، سال مقرر کئے اس نظام کائنات میں لوگوں کیلئے بے شمار نشانات ہیں اگر صرف دن  
ہی ہوتا تو سکون کیسے ملتا ہے صرف رات ہی ہوتی تو زندگی گزارنے کیلئے محنت، مزدوری کام کاج کیسے  
ہوتے۔

آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین کی جہالت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ کہتے اللہ نے اپنے لئے اولاد بنائی  
ہے (معاذ اللہ) عیسائیوں نے کہہ دیا عیسیٰ اس کا بیٹا ہے یہودیوں نے کہہ دیا فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں،  
ایمان والو! تم کہو اس کیلئے اولاد کا ہونا عیب ہے اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے اولاد محتاج کی دلیل ہے اللہ



محتاجی سے پاک ہے وہ بے نیاز ہے نہ اُسے فنا ہے نہ محتاجی ہے، کفار و مشرکین کا یہ عقیدہ عقل سلیم کے بھی خلاف ہے اور تعلیم انبیاء کے بھی۔ کسی نبی نے اس عقیدہ کو اچھا بیان نہیں کیا تمام کفار و مشرکین بے عقلی جہالت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ شرکیہ عقائد کی کوئی عقلی نقلی دلیل نہیں۔ آیہ مبارکہ میں رات کو دن سے پہلے بیان فرمانے میں رات کی عظمت کا پتہ چلتا ہے رات میں تہجد ہے، عبادت ہے، قبولیت ہے سکون ہے آرام ہے۔ آیہ مبارکہ میں یہ بھی واضح ہے کہ رات اور دن انسانوں کی بہتری آرام و سکون کیلئے بنائے گئے باقی ساری کائنات انسان کے صدقہ سے فائدہ حاصل کر رہی ہے۔ آیہ مبارکہ میں دن رات کو نشانیاں فرمایا گیا مگر ان نشانیوں سے فائدہ وہی اٹھاتا ہے جو عقل و فکر ہوش و خرد سے آراستہ ہو۔

آیہ کریمہ کے آخر میں کفار و مشرکین کے اس عقیدہ کے باطل ہونے کی دلیل دی جا رہی ہے کہ خدا کی اولاد نہیں دلیل یہ فرمائی گئی کہ وہ غنی ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اولاد کی ضرورت اُسے ہوتی ہے جو خود کمزور ہے وہ چاہتا ہے اولاد ہو جو اس کی طاقت بنے اللہ کمزوری سے پاک ہے اولاد وہ چاہتا ہے جو اس کی کمزوری میں کام آ سکے، اللہ اس سے پاک ہے اولاد وہ چاہتا ہے جو غریب فقیر ہو کہ اولاد اس کیلئے کما سکے اللہ اس سے پاک ہے، اولاد کی ضرورت اُسے ہے جو اس کے مرنے کے بعد اس کا نام جاری رکھ سکے اللہ فنا سے پاک ہے اُسے اولاد کی محتاجی نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ  
 الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۖ مَا عَرِىَ الدُّنْيَا  
 ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُنْفِئُهُمُ الْعَذَابَ  
 الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۖ  
 آپ کہہ دیجئے وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے  
 ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے (۶۹) دنیا میں  
 کچھ سامان ہے پھر انہیں ہماری طرف ہی لوٹنا  
 ہے پھر ہم انہیں ان کے کفر کے بدلے سخت  
 عذاب چکھائیں گے (۷۰)

اللہ  
 الصّديق  
 العظیم

## تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں کفار و مشرکین کی بد عملی کا ذکر تھا کہ وہ خدا کیلئے شریک بناتے ہیں ان کی پوجا کرتے ہیں اس آیہ کریمہ میں ان کی اس بد عملی کی سزا کا ذکر ہے وہ کامیاب نہیں ہوں گے اور ہمیشہ ذلیل و خوار رہیں گے حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب کریم! انہیں خبردار کر دیں کہ تمہارے جھوٹ اور جھوٹے عقائد، نظریات یہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے، انہیں بتا دیں دنیا کے معمولی نفع پر مغرور نہ ہو جاؤ، مسلمانوں کو مذاق نہ کرو کہ تم غریب ہو ہم امیر ہیں دنیا تو چند روزہ ہے بالآخر اسے فنا ہے اور تم سب نے ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور ہم تمہاری ساری بد عملیوں کی سزا دیں گے محبوب کریم سے انہیں متنبہ کرانا اس میں حضور کی عظمت ہے برتری ہے۔

قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے تیرے سُنی

آیہ مبارکہ کے شروع میں ”لا یفلحون“ فرمایا کہ وہ کامیاب نہیں ہوں گے معلوم ہوا کفر کی سازشیں دشمنیاں دنیا کا مال و دولت بالآخر ناکامی ہے کامیابی نہیں۔ فرعون، نمرود، ہامان، شداد جیسے کفار بالآخر ناکام ہوئے اور نبی کی حق گوئی کے سامنے ان کا کوئی کمر و فریب کامیاب نہ ہو سکا۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا دنیا چند روزہ سامان ہے بالآخر فنا ہے جس قدر اس ضابطہ پر توجہ دی جائے گی کہ دنیا چند روزہ ہے بالآخر ہر جان کو اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے یہ تصور یہ عقیدہ گناہوں میں کمی کا سبب بنتا رہے گا اور آخرت کا نظام بہتر ہوتا رہے گا۔ ”قل“ فرمانے میں حکمت واضح ہے کہ نظام کائنات بنانے والے تو ہم ہیں مگر اس قانون کا نفاذ زبانِ مصطفیٰ سے کرایا جا رہا ہے۔ دنیا کو چند روزہ سامان قرار دینا بتاتا ہے مال و دولت کی فراوانی زندگی کی کامیابی نہیں زندگی کی کامیابی یہ ہے کہ زندگی کا مقصد پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے زندگی کے مقصد کو قرآن مقدس نے اس طرح بیان فرمایا ہے ”وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون“ میں نے جنوں انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ عبادت کریں خدا کو مانیں کفر و شرک سے دور رہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ  
يَقَوْمِ إِن كَانَ كِبُرُ عَلَيْكُمْ مَقَامِي  
وَتَذِكُرِي بِلَايَةِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ  
تَوَكَّلْتُ فَأَجِئُكُمْ بِأَمْرٍ وَأَشْرَاءَ كُنتُمْ  
تَمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ  
اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تَنْظُرُونِ ۝

اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم  
العظیم

ان پر نوح (علیہ السلام) کا قصہ بیان کیجئے جب  
انہوں نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم اگر تم  
کو میرا (تمہارے اندر رہنا) اور تمہیں اللہ کی  
آیات کے ساتھ نصیحت کرنا ناگوار ہے تو میں  
نے تو صرف اللہ پر توکل کیا ہے تم اپنے باطل  
معبودوں کے ساتھ مل کر اپنی سازش کر لو پھر  
تمہاری وہ سازش تمہارے گروہ پر مخفی نہ رہے پھر  
تم جو کچھ میرے خلاف کر سکتے ہو کر گزرو اور  
مجھے مہلت نہ دو (۷۱)

## تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں کفار کی ناکامیوں کا ذکر تھا اس آیت مقدسہ میں اللہ کی کامیابیوں کا ذکر ہے، نوح علیہ  
السلام کی ہمت قوت اور کفر کو لٹکانے کا ذکر ہے کہ پتہ چل جائے کہ بالآخر حق ہی کامیاب ہوتا ہے اور باطل  
مارکھا جاتا ہے۔ آیت کریمہ کے انداز میں دیکھیں نوح علیہ السلام نے کتنے زوردار الفاظ میں اپنی قوت کا ذکر  
فرمایا ہے اور کافروں کو لٹکا رہا ہے۔ آیت مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا جب کفار نے حضور ﷺ پر طعن کیا  
کہ یہ ہمارے معاملات میں کچھ نہیں جانتے، تورات، زبور، انجیل میں سب کچھ درج ہے یہ بے خبر ہیں تو یہ  
آیت مبارکہ نازل فرمائی کہ ہمارے محبوب کریم تو تورات، زبور سے پہلے کے واقعات بھی جانتے ہیں کہ نوح  
علیہ السلام، موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام بہت آگے گزرے ہیں۔ محبوب کریم انہیں نوح علیہ السلام کی قوم کی باتیں  
سنادیں کہ انہیں پتہ چل جائے نبی بے خبر نہیں ہوتا، نوح علیہ السلام کا نام ”یشکر“ ہے لقب نوح ہے۔  
”یشکر“ شاکر کے معنی میں ہے کہ شکر گزار، بعض تفاسیر نے آپ کا نام عبدالغفار بھی ذکر کیا ہے آپ سے



پہلے صرف تین نبی تشریف لائے، آدم علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، شیث علیہ السلام۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے ایک ہزار سال بعد حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی، نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا یہاں قوم سے مراد خاندانی افراد یا دینی افراد نہیں، بلکہ اپنے علاقہ کے لوگوں سے فرمایا مراد ہے، نوح علیہ السلام نے لوگوں کو اپنی قوم فرمایا، اس میں محبت کا پہلو واضح پایا جا رہا ہے کہ مبلغ جب تبلیغ کرے تو انداز اچھا ہو محبت بھرا ہو، اسی عنوان کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس طرح فرمایا ”ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنه“ اپنے رب کی طرف لوگوں کو دانائی اور اچھے انداز سے بلا۔

نوح علیہ السلام کی عمر شریف ۹۵۰ سال ہے آپ نے قوم سے یہ خطاب طوفان سے کچھ پہلے فرمایا، نوح علیہ السلام کے انداز خطاب سے پتہ چلتا ہے انبیاء علیہم السلام دلیر، بہادر اور زبردست حق گو ہوتے ہیں۔ دیکھئے نوح علیہ السلام خون کی پیاسی قوم سے کس قدر دلیرانہ گفتگو فرما رہے ہیں۔ حضور ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ محبوب! لوگوں کو نوح علیہ السلام کا واقعہ سنا دیں جس سے پتہ چلتا ہے اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم ﷺ کو پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کے واقعات سے آگاہ کر دیا ہے کفار مکہ کو پہلے آیات و دلائل سے حق کی طرف بلایا گیا جب وہ سمجھ نہ سکے اور باطل پر ڈٹے رہے تو اب اس آیت پاک میں ایک عظیم تاریخی واقعہ سے ہدایت کی طرف بلایا جا رہا ہے کہ وہ دیکھیں نوح علیہ السلام کی قوم کس قدر سخت تھی ضدی تھی ہٹ دھرم تھی جب اس نے نوح کا پیغام نہ مانا تو برباد کر دی گئی۔ نوح علیہ السلام نے بڑی جرأت سے فرمایا جاؤ اپنے گورو گھنڈالو کو اکٹھا کر لو اور میرے خلاف جس قدر سازش کر سکتے ہو کرو، تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ میرا نعرہ حق تمہارے تمام مضبوط قلعوں کو زمین بوس کر دے گا۔ نوح علیہ السلام کے پاس کون سی قوت تھی جس نے سرکشوں کو ناکام بنا دیا؟ وہ اللہ کی تائید تھی اُس کی مدد تھی۔

آیہ مبارکہ میں نوح علیہ السلام کی جس قوت کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ ان کا اپنے رب پر بھروسہ ہے توکل ہے۔ قرآن مقدس نے اس عنوان توکل کو دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا ہے ”و من یتوکل علی اللہ



فہو حسبہ“ جو بندہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اُسے کافی ہے کچھ لوگوں نے توکل کا معنی سمجھا ہے سامان ہو یا نہ ہو توکل کرو، اہل اللہ کا توکل یہ ہے جس قدر ہو سکے سامان تھوڑا ہو یا زیادہ نتیجہ کیلئے خدا پر توکل ہو، نوح علیہ السلام نے کشتی تیار کی یہ سامان کی تیاری ہے پھر آخر کار بھروسہ اس کی ذات پر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 قَانَ تَوَكَّلْتُمْ فَمَا سَأَلْتُمْ مِنْ أَجْرٍ  
 إِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَأَمَرْتُ أَنْ  
 أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ  
 فَجَعَلْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ  
 خَلِيفَةً وَأَعْرَفْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا  
 فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُتَكَبِّرِينَ ۝

پھر اگر تم اعراض کرو تو میں نے تم سے (تبلیغ پر)  
 کوئی اجر طلب نہیں کیا میرا اجر تو صرف اللہ پر  
 ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں  
 سے رہوں (۷۲) انہوں نے اُسے جھٹلایا پس  
 ہم نے ان کو اور جو لوگ کشتی میں ان کے ساتھ  
 سوار تھے طوفان سے نجات دی اور ہم نے انہیں  
 (ان کا) جانشین بنایا اور جن لوگوں نے ہماری  
 آیات کی تکذیب کی تھی ان کو ہم نے ڈبو دیا  
 آپ دیکھئے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جن کو  
 ڈرایا گیا تھا (۷۳)

صلی اللہ علیہ وسلم  
 العظیم

### تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں قوم نوح کی زوگردانی کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں ان کے انجام کا ذکر ہے کہ نبی کی دشمنی کے باعث ان کی بربادی کس طرح ہوئی اور نوح علیہ السلام کو ماننے والوں کی حفاظت قدرت نے کس طرح کی۔ آیہ مبارکہ کے شروع میں نوح علیہ السلام کے انداز تبلیغ کا ذکر فرمایا گیا ہے آپ نے اپنی قوم سے بڑی جرأت سے فرمایا اگر تم مجھ سے منہ پھیرو گے تو مجھے کوئی پریشانی نہیں میں نے کون سا تم سے تبلیغ کا معاوضہ

مانگا ہے، میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں سے ہوں دینی کام کرنے میں زبردست رکاوٹ اور نقصان دہ شے لالچ ہوتا ہے اللہ کے فضل سے مجھے تم سے کوئی لالچ نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی سنت یہ ہے کہ دینی خدمات پر اجرت نہ لی جائے لیکن بوقت ضرورت معاوضہ لے لیا گیا تو جائز ہے، وہ معاوضہ وقت دینے کا ہے دینی خدمات انجام دینے پر معاوضہ کے سلسلہ میں سب سے پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے آغاز ہوا، صحابہ کرام کی سب سے پہلی مجلس شوریٰ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیت المال سے کچھ معاوضہ لیا کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت خلافت کی خدمات انجام دینے میں صرف ہو اور آپ جو ذاتی طور پر گزر اوقات کیلئے کپڑے کا کام کرتے تھے وہ چھوڑ دیں چنانچہ بہت مختصر سا معاوضہ طے ہوا آج اگر علماء مشائخ دینی خدمات پر معاوضہ نہ لیں تو بہت بڑا ایثار ہوگا قربانی ہوگی، انبیاء علیہم السلام کی سنت ادا ہوگی تاہم وصول کر لیا تو صدیق اکبر کا عمل جواز کی دلیل ہے ایسا کرنے میں علماء گنہگار نہ ہوں گے۔ نوح علیہ السلام فرماتے ہیں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان رہوں یہ بات یاد رہے تمام انبیاء علیہم السلام کا دین دین اسلام ہی رہا ہے حضور ﷺ نے فرمایا انھن معشر الانبیاء ابونا واحد و امھاتنا شتی او کما قال النبی ﷺ۔ فرمایا ہم انبیاء کے گروہ کا باپ ایک ہی ہے اور مائیں مختلف ہیں یعنی شریعتیں مختلف ہیں۔

اسلام کے اہم قوانین نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سبھی انبیاء علیہم السلام پر لازم رہے ان کی ادائیگی میں فرق رہا ہے دین اسلام سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور ہمارے نبی کریم ﷺ پر ختم ہوا۔ آیہ مبارکہ میں نوح علیہ السلام کے ماننے والوں پر کرم کا ذکر ہے کہ ہم نے انہیں طوفان سے نجات دے دی کشتی پر سوار ہوئے اور عذاب سے بچ گئے یہ بچنے والے افراد ۸۰ تھے چالیس مرد اور چالیس عورتیں جو جانور بچے وہ انہیں مومنین کا صدقہ تھا اصل نجات کے حقدار یہی تھے۔

فرمایا یہ لوگ جو نوح علیہ السلام کو مان کر عذاب سے بچ گئے ہم نے ان پر صرف یہی کرم نہیں کیا وہ بچ

گئے بلکہ مزید انعام یہ تھا کہ ہم نے انہیں زمین کا بادشاہ بھی بنایا کہ طوفان کے بعد حکومت انہیں کی تھی جو ہماری آیات کو جھٹلانے والے تھے وہ سارے کے سارے ڈبو دیئے گئے۔ یہ طوفان نوحی چالیس دن رہا جب طوفان ختم ہوا تو نئے سرے سے دنیا آباد ہوئی۔ نوح علیہ السلام کے چار بیٹے تھے کنعان تو ڈوب گیا، سام، حام، یافث کشتی میں سوار تھے عرب و عجم، فارس، روم، سام کی اولاد ہیں۔

آیہ کریمہ کے آخر میں نوح علیہ السلام کے باغیوں کے انجام کا ذکر فرمادیا تھا کہ دیکھو نبی کے دشمنوں کا حشر کیا ہوا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ  
 فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا  
 بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ كَذَلِكَ نَطْبَعُ  
 عَلَىٰ قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ ﴿۷۳﴾  
 ﷺ  
 العظیم

پھر نوح کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو وہ اس پر ایمان لانے کیلئے تیار نہ تھے جس کی وہ پہلے تکذیب کر چکے تھے ہم اسی طرح سرکشی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں (۷۳)

### تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں قوم نوح کی نافرمانی اور ان کے غرق ہونے کا ذکر ہے اس آیہ پاک میں ان کے بعد کی قوموں کا ذکر ہے، چاہئے تھا کہ بعد والی قومیں پہلی قوموں کے واقعات پڑھ سن کر عبرت حاصل کرتیں اور گناہوں سے باز رہتی مگر کچھ زمانہ گزرنے کے بعد وہ قومیں بھی سرکشی میں مبتلا ہو گئیں۔ اے مسلمانو! پھر ہم نے نوح علیہ السلام کی قوم کی نافرمانی کے باعث ان پر سخت عذاب بھیجا، پوری کی پوری قوم برباد ہو گئی صرف چند مسلمان بچے۔ نوح علیہ السلام کی نسل کو دنیا میں قائم رکھا، نوح علیہ السلام کی حیات طیبہ تک تو وہ



مسلمان رہے آپ کے بعد قوم کو پھر شیطان نے گمراہ کیا تو ہم نے ان قوموں میں صالح، ہود، ابراہیم، لوط، شعیب جیسے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور وہ انبیاء بہت سے معجزات دلائل، آیات بینات کے ساتھ آئے مگر گمراہ لوگوں نے انکار کر دیا یہ ان کی بدقسمتی تھی دل کی سختی تھی اور یہ ہوا اس لئے کہ ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی تھی۔ آئیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ ہر نبی آیات و معجزات لے کر آیا کہ قوم کو حق کی طرف مائل کر سکے نبی کا معجزات کے ساتھ آنا اس لئے ضروری ہے کہ نبی نے قوم کو اپنے واقعات و معاملات کی طرف بلانا ہوتا ہے جو قوم کی نگاہ میں نہیں ہوتے۔ قیامت، حشر، نشر، جنت، دوزخ، قبر یہ سارے معاملات انسانی نظروں سے اوجھل ہیں نبی کا معجزہ انسانی عقلوں کو اس طرف مائل کرتا ہے جب یہ بندہ اسے حیران کن واقعات دکھا سکتا ہے تو جو کچھ کہہ رہا ہے وہ بھی سچ کہہ رہا ہے۔

آئیہ کے آخر میں فرمایا گیا کفار کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے جس دل میں نبی کی محبت نہیں اس پر مہر لگا دی گئی ہے۔ آئیہ مبارکہ میں ”الیٰ قومہم“ کا ارشاد واضح کرتا ہے ہر نبی اپنی قوم کا نبی بن کر آیا مگر قربان جائیں حضور ﷺ کی عظمت پر آپ ساری کائنات کے رسول بن کر جلوہ گر ہوئے اگرچہ سلیمان علیہ السلام بادشاہ تو ساری کائنات کے تھے مگر نبی صرف انسانوں کے ہی تھے ہمارے رسول کریم ﷺ ہر پتھر، شجر، انسان، جن، حیوان پوری کائنات کے رسول ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسٰی وَ  
 هَارُونَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ مَلَاِیْہِ بِاٰیٰتِنَا  
 فَاسْتَكْبَرُوْا وَ کَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ۝۷۵  
 فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا  
 قَالُوْا اِنَّ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۷۶  
 پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور  
 اس کی جماعت کے لوگوں کی طرف نشانیاں دے  
 کر بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم تھے (۷۵)  
 پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو  
 انہوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے (۷۶)

صلی اللہ علیہ وسلم  
 الحظیم



## تفسیر

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے اے محبوب کریم! ہم نے ابراہیم و لوط علیہم السلام اور بہت سے انبیاء علیہم السلام بھیجے جو بہت سے معجزات، دلائل اور نشانات کے ساتھ آئے اور ان نشانات و معجزات کو بڑے بڑے جابروں، ظالموں کے سامنے لے گئے مگر ان ظالموں نے ہمارے بھیجے ہوئے انبیاء کی توہین کی ان کی قدر نہ کی اپنے سے کم جانا یا اپنے جیسا ہی بشر کہا ان ظالموں کے اندر غرور تھا تکبر تھا جس نے انبیاء کی اتباع سے روک دیا۔ ان سرکشوں کی ضد کا عالم یہ تھا کہ انہیں معجزات بھی دکھائے گئے ان انبیاء علیہم السلام کے کمالات بھی انہوں نے دیکھے مگر ایمان نہ لائے موسیٰ و ہارون علیہم السلام کے عظیم معجزات دیکھ کر بھی فرعون قائل نہ ہوا اور آپ کے معجزات کو دیکھ کر کہا یہ تو بہت بڑا جادوگر ہے (معاذ اللہ)

آیہ مبارکہ کے آغاز میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی ہارون علیہ السلام کا ذکر خیر ہے یاد رہے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اس مقام تک پہنچے جس سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کی دعا کس قدر بلند و بالا مقام رکھتی ہے موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کیلئے ہارون علیہ السلام کو نبوت سے نواز کر بھیج دیا۔ یہ دونوں نبی موسیٰ و ہارون علیہم السلام فرعون کی طرف آئے ان کے ذمہ کام تھا کہ بنی اسرائیل جو عرصہ سے غلامانہ زندگی گزار رہے ہیں انہیں آزاد کرائیں اور فرعون سرکش نے اُلُوہیت کا دعویٰ کر رکھا ہے اس کی سرکوبی کریں۔ اس ظالم فرعون نے اپنی قوم کو اپنے خدا ہونے کا کہہ رکھا تھا نہ ماننے والے کو سزا دیتا تھا۔ فرعون کا مقابلہ اور بنی اسرائیل کی آزادی دونوں کام بہت ہی مشکل تھے۔ اسی باعث اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عظیم معجزات سے بھی نوازا کہ باطل کو مٹا سکیں اور ظلم و کفر کے اندھیروں کو روشنی میں بدل سکیں۔ ان سارے کمالات کے باوجود ظالم فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہا اور تکبر کیا تکبر بہت بُری بلا ہے جو آدمی کو حق سے بہت دور کر دیتی ہے قرآن مقدس فرماتا ہے زمین پر اکڑ کر نہ چل اگر چلے گا تو زمین کو چیر نہیں سکے گا اگر گردن اونچی کر کے چلے گا تو خدا کے پہاڑوں سے اونچا تو نہیں ہو

سکے گا۔ حضور ﷺ نے پہلے انبیاء علیہم السلام کے واقعات کو اسی طرح بیان فرمایا جیسے تورات، زبور، انجیل میں تھے حالانکہ آپ نے کسی سے پڑھا نہیں جس سے واضح ہوتا ہے آپ کا علم براہ راست خدائے ذوالجلال کی طرف سے ہے دنیا کے کسی انسان سے حاصل نہیں کیا۔ نوح علیہ السلام کے واقعہ کے بعد موسیٰ و ہارون علیہم السلام کا ذکر فرمایا اور ان انبیاء کی گستاخ قوموں کی بربادی کا ذکر کیا تا کہ اہل مکہ عبرت حاصل کریں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا جب تمہارے پاس حق آیا تو تم کہتے ہو یہ جادو ہے اور جادو گر کامیاب نہیں ہوتے (۷۷) لوگوں نے کہا کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اس سے پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اور زمین میں تم دونوں کو بڑائی رہے اور ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے (۷۸)

قَالَ مُوسَىٰ اَتَقُولُونَ لِلْحَقِّ لَنَجَاءَكُمْ  
اَسْحَرُ هٰذَا وَلَا يُفْلِحُ السَّحَرُونَ ﴿٧٧﴾  
قَالُوا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ  
اَبَاءَنَا وَتَكُوْنُ لَكُمُ الْكِبْرِيَاءُ فِي الْاَرْضِ  
وَمَا نَحْنُ لَكُمُ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٨﴾

ﷺ  
الْحَقُّ  
الْعَظِيْمُ

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں فرعون اور اس کے حواریوں کے ایک قول کا ذکر تھا کہ موسیٰ جادوگر ہے اس آیہ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا جوابی ارشاد ذکر ہے آپ نے فرمایا لوگو جب تمہارے پاس حق آگیا تو تم اسے جادو کہتے ہو فرعونینوں نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو کہہ کر ایمان لانے سے انکار کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ذرا ہوش کرو دیکھو ہم تنہا ہیں تمہاری کس قدر سلطنت ہے ہم کامیاب ہیں اور جادوگر تو کامیاب نہیں ہوتے اب قوم نے لا جواب ہو کر کہا آپ اس لئے آئے ہیں کہ آپ ہمیں ہمارے باپ دادا کے دین سے پھیر دیں اور تم دونوں بھائی ساری سلطنت کے مالک ہو جاؤ۔ قوم نے کہا موسیٰ ہماری عقل ہمارا ذہن تو یہی

کہتا ہے کہ تم نبی نہیں ہو تم تو صرف بادشاہی چھیننا چاہتے ہو اس لئے ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔  
 آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے جادو کرنا کفر ہے، یہ بھی واضح ہو رہا ہے جادو گردنیا و آخرت میں ناکام  
 ہے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ باپ دادا کی غلط روش کو اپنانا کفار کا کام ہے مومن نبی کی بات پر ایمان لاتا ہے  
 اپنے بڑوں کی غلط باتوں کو ٹھکرا دیتا ہے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ نبی اپنی نبوت، سچائی، حق گوئی کے سبب دشمن پر غالب ہوتا ہے دشمن  
 کتنا بڑا حکمران، بادشاہ اور سرکش ہی کیوں نہ ہو، موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون صرف دو فرد ہیں  
 مگر فرعونینوں کو شکست دی اور پامال کر دیا۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرعونینوں کا قول ذکر ہے انہوں نے کہا موسیٰ، ہارون ہم تم پر ایمان نہیں لائیں  
 گے اس جواب سے واضح ہوتا ہے وعظ و تبلیغ کیلئے یہ ضروری نہیں کہ سبھی مخاطب تبلیغ کو مانیں۔ علماء و مبلغین کو  
 اس سے سبق لینا چاہئے کہ وہ کسی کے نہ ماننے پر رنجیدہ خاطر نہ ہوں بلکہ تبلیغ اور حق گوئی کا اپنا کام جاری  
 رکھیں اور یہ کام صرف اللہ اور اسے رسول کی رضا کیلئے کرتے رہیں۔ موسیٰ علیہ السلام پر کوئی قطعی ایمان نہ  
 لایا مگر آپ نے تبلیغ نہیں چھوڑی، فرعون اور اس کی جماعت کا دینی تصور محض عقلی تھا، سیدنا موسیٰ علیہ السلام  
 کے دینی ارشادات فطرت پر مبنی تھے آپ فرعون کی سختی سے مایوس نہیں ہوئے حق پر ڈٹے رہے اور اپنا فرض  
 ادا کرتے رہے آپ کفر کے مقابلہ میں حوصلہ، ہمت اور قوت سے اور جلال اور ہیبت سے باتیں کرتے رہے  
 جس کے باعث دشمن پر سکتہ طاری ہو گیا جواب نہ بن پڑا تو الزام تراشی پر اتر آئے کہ تم حکومت لینا چاہتے  
 ہو، ہمیں اپنے باپ دادا سے دور کرنا چاہتے ہو یہ ان کا تعصب تھا، ضد تھی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ



وَقَالَ فِرْعَوْنُ اَنْتَوْنِي بِكُلِّ سِحْرِ عَلِيمٍ ۝  
فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسٰى اَلْقُوا  
مَا اَنْتُمْ مُلْقُونَ ۝ فَلَمَّا اَلْقَوْا قَالَ مُوسٰى  
مَا جِئْتُمْ بِالسَّحْرِ اِنَّ اللّٰهَ سَيَبْطِلُ اِنَّ  
اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝  
وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكُلِّ مِثْقَلٍ ذَرَّةٍ وَلَؤْكَرَةِ النَّمْرِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الْحَقُّ

فرعون نے کہا کہ ہر ماہر جادوگر کو میرے پاس لے آؤ پس (۷۹) جب وہ جادوگر آ گئے موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے کہا تم ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو (۸۰) پھر جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو وہ جادو ہے بے شک عنقریب اللہ اس کو برباد کر دے گا بیشک اللہ فساد کرنے والوں کے کام کی اصلاح نہیں فرماتا (۸۱) اور اللہ اپنے کلمات سے حق کا حق ہونا ثابت فرما دے گا خواہ مجرموں کو نا گوار ہی کیوں نہ ہو (۸۲)

## تفسیر

جب موسیٰ علیہ السلام کے دلائل سے فرعون لاچار ہو گیا تو اپنی ہٹ دھرمی کو قائم رکھنے کیلئے دوسرا حربہ اختیار کیا نوکروں سے کہا ملک کے ہر حصہ سے ماہر ماہر جادوگر میرے پاس لاؤ، فرعون کا حکم ملتے ہی نوکروں نے بھاگ دوڑ شروع کر دی اور جادوگر اکٹھے کئے فرعون نے اس عمل کیلئے سمندر کے کنارے اسکندریہ کا مقام طے کر لیا تھا کہ مقابلہ وہاں ہوگا۔ تفسیر صاوی شریف میں ہے فرعون کے اس حکم پر ۸۰ ہزار جادوگر اکٹھے ہوئے حیران کن مرحلہ تھا ایک طرف ۸۰ ہزار جادوگر ہیں اور دوسری طرف صرف دو بندگان خدا ہیں یہ ایک ایسا منظر تھا لوگوں نے اس سے پہلے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔ اس عظیم مقابلہ کا ذکر قرآن مقدس نے سورہ اعراف، سورہ یونس، سورہ طہ، سورہ شعراء میں ذکر فرمایا ہے۔ مقابلہ کے آغاز میں پہل موسیٰ علیہ السلام نے کی ہے جادوگروں سے فرمایا تم جو کچھ پھینکنا چاہتے ہو پھینک لو جب انہوں نے پھینکے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ جادو ہے اور اللہ اس جادو کو نا کام کر دے گا اللہ ایسے کلمہ سے حق کو حق ثابت کر دے گا اگرچہ مجرم کتنا



ہی بُرا جائیں۔

آیہ مبارکہ کے عنوان سے یہ بات واضح ہو رہی ہے جو لوگ انبیاء کے کمالات کو گھٹیا نظروں سے دیکھتے ہیں وہ اللہ کے حضور کا فر ہیں مجرم ہیں جادو کے سلسلہ میں یاد رہے، یہ ایک فریب نظر ہے، دھوکہ ہے یہ بھی واضح رہے کہ نبی پر جادو کا اثر نہیں ہوتا۔ فرعون جادو گروں کے فریب کو دیکھ کر لوگ ڈر گئے مگر موسیٰ و ہارون علیہما السلام ثابت قدم رہے، گھبرائے نہیں فرعون نے جادو گروں کو بہت بڑی طاقت سمجھ کر بلایا مگر جب سارے ناکام ہو گئے تو پتہ چلا نبی کا مقام کائنات بھر سے اونچا ہے اور اُس کو دیا گیا معجزہ کائنات بھر کے علوم پر حاوی ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا اللہ تعالیٰ ان کے جادو کو برباد کر دے گا چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا اور وہ بہت بڑا اثر دھا بن کر دوڑا اور سبھی لٹھلیوں اور رسیوں کو کھا گیا اس طرح حق ظاہر ہو گیا اور باطل مار کھا گیا۔ رہا یہ اشکال کہ جادو کفر ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں یہ حکم کیوں دیا کہ تم ڈالو جو کچھ ڈالنا چاہتے ہو جناب کلیم علیہ السلام نے انہیں لٹھلیاں اور رسیاں پھینکنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو جادو گروں نے عمل کیا ہے وہ فاسد ہے باطل ہے اور جادو گروں کا یہ عمل موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے اظہار کا سبب بنا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس لئے رسیاں ڈالنے کا حکم دیا، آپ چاہتے تھے ان کا جادو لوگ دیکھیں اور پھر معجزہ کا ظہور ہو اور یہ جادو باطل و فاسد ثابت ہو جائے اور معجزہ موسیٰ علیہ السلام کی عزت و وقار اور عظمت کا سبب بنے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم کی بعض اولاد کے سوا ان پر کوئی ایمان نہ لایا اور وہ بھی فرعون اور اس کے درباریوں سے ڈرتے ہوئے کہ وہ انہیں مصیبت میں مبتلا کر دیں گے اور بے شک فرعون زمین میں متکبر تھا اور وہ یقیناً حد سے بڑھنے والوں میں تھا (۸۳) اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو صرف اُسی پر توکل کرو اگر تم (واقعی) ہی مسلمان ہو (۸۴)

فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّتٌ مِّنْ قَوْمِهِ  
عَلَىٰ خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن  
يَفْتِنَهُمْ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي  
الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ السُّفْرَىٰ ۖ وَقَالَ  
مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ أَنتُم بِاللَّهِ  
فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُّسْلِمِينَ ۖ

اللَّهُ  
صَلَّىٰ  
الْعَظِيمِ

## تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مقابلہ کا ذکر تھا اس آیہ مقدسہ میں اس مقابلہ کے اہتمام کا ذکر ہے کہ مقابلہ کا نتیجہ کیا نکلا۔ نتیجہ یہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام پر صرف چند افراد اسلام لائے وہ بھی فرعون اور اُس کے حواریوں سے ڈرتے ہوئے۔ یہاں قوم سے مراد فرعون کی قوم ہے کیونکہ بنی اسرائیل تو پہلے ہی موسیٰ علیہ السلام کے فرمانبردار ہو چکے تھے کہ نجومیوں نے انہیں خبر دی تھی کہ تمام بنی اسرائیل کو فرعون سے بچانے کیلئے بنی اسرائیل کا ہی نوجوان ہوگا جسے نبی بنایا جائے گا اور اُس کی یہ صفات ہوں گی اس بنا پر بنی اسرائیل پہلے ہی موسیٰ علیہ السلام سے محبت کرنے لگے تھے۔

صاحب روح المعانی سے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے علاوہ صرف آٹھ آدمی مسلمان ہوئے چار فرعون کے درباری تھے، پانچویں حضرت آسیہ، چھٹی حضرت آسیہ کی خادمہ، ساتواں شخص فرعون کا خازن تھا، آٹھواں اس کی بیوی تھی یہ لوگ ایمان لا کر بہت خوف زدہ ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے قوم اگر تم مومن ہو گئے تو اب غیروں سے ڈرنا ہے۔ اللہ پر بھروسہ کرو موسیٰ علیہ السلام کا یہ دلیرانہ خطاب ہے آپ

کے اس خطاب سے قوم میں ہمت پیدا ہوئی دلیری آئی۔ ایمان لانے کی پہلی شرط مسلمان ہونا ہے اور مکمل ایمان دار ہونے کی شرط اللہ پر بھروسہ کرنا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جو قوم کو خطاب فرمایا اس میں اللہ پر توکل و بھروسہ کا واضح ذکر ہے اللہ پر توکل بہت بڑی نعمت ہے قرآن مقدس نے اس عنوان کو دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا ہے ”من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ“ جس نے اللہ پر بھروسہ کر لیا وہ اُسے کافی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے توکل کیلئے سامان کی ضرورت نہیں یہ موقف صحیح نہیں سامان ہوتیاری ہو پھر انجام کیلئے اللہ پر بھروسہ ہو یہ صحیح صورت ہے اگر کوئی کاشکار بیچ نہیں ڈالتا اور کہتا ہے ہم تو توکل علی اللہ پر بیٹھے ہیں۔ جب لوگ فصل کاٹیں گے تو میرے ہاں بھی میری زمین سے غلہ آجائے گا یہ موقف صحیح نہیں۔

آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر ذریت ایمان لائی، لغت میں کمسن بچے کو ذریت کہا جاتا ہے لیکن عرف عام میں ذریت کا اطلاق ہر چھوٹے بڑے پر ہوتا ہے۔ سید محمد آلوسی علیہ الرحمہ نے وضاحت کی ہے موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے لوگوں کو دعوت دی تو انہوں نے فرعون کے ڈر سے دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے نوجوان بچوں کو بھی سمجھایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب نہ جائیں مگر نوجوانوں نے تمام خطرات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دعوت کو قبول کیا اور ایمان لائے۔ یہاں پر ذریت سے مراد کمسن بچے نہیں بلکہ جوانان قوم ہیں جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا  
 تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۸۵﴾  
 وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۸۶﴾  
 انہوں نے کہا ہم نے اللہ پر ہی بھروسہ کیا ہے  
 اے اللہ! ہمیں ظالم لوگوں کیلئے آزمائش نہ  
 بنا (۸۵) اور اپنی رحمت فرما کر ہمیں کافروں  
 سے نجات دے (۸۶)

صلی اللہ علیہ وسلم  
 العظیم

## تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے فرمایا اگر تم مومن ہو تو اللہ پر توکل کرو اس آیہ پاک میں قوم کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو جواب ہے انہوں نے کہا ہم نے اللہ پر توکل کیا ہے اے اللہ ہمیں ظالموں کیلئے آزمائش نہ بنا۔ موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینے کے بعد قوم نے رب سے درخواست کی ہمیں ظالموں کیلئے آزمائش نہ بنا اور یہ بھی عرض کیا ہمیں کفار سے نجات دے۔ موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کے بعد رب سے درخواست کی جارہی ہے اس انداز سے پتہ چلتا ہے نبی کے قریب ہو کر ہی خدا کو پایا جاسکتا ہے نبی کے قریب ہونے میں ہی اللہ کا قرب نصیب ہو سکتا ہے۔

آیہ مبارکہ ”توکل علی اللہ“ کا ذکر ہے جس سے پتہ چلتا ہے اللہ پر توکل بہت بڑی نعمت ہے جسے نصیب ہو جائے اس پر بھروسہ کرنے والا کبھی خسارے میں نہیں رہتا، قوم کا یہ کہنا اللہ ہمیں کفار سے بچا، اس سے واضح ہوتا ہے کفار اور بد عقیدہ لوگوں کی محفلوں میں بیٹھنا صحیح نہیں۔ قرآن مقدس نے اس عنوان کو دوسری جگہ پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔ ”فلا تقعد بعد الذکر مع القوم الظالمین“ پتہ چل جانے کے بعد ظالموں کی محفلوں سے بچو۔ صحبت کا اثر ہو جاتا ہے وہ تھوڑی ہی کیوں ہو۔

۔ صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

اچھوں کی صحبت میں بیٹھو گے تو اچھے ہو جاؤ گے بروں کی محفلوں میں جاؤ گے تو اسی زمرہ میں ہو جاؤ گے اللہ کے جلیل القدر نبی نوح علیہ السلام کا بیٹا بڑی محفل میں بیٹھ کر برا بن گیا اور نبوت کے خاندان سے نکل گیا، نوح علیہ السلام سے فرمایا گیا ”انہ لیس من اہلک“ نوح! وہ تیرے اہل سے نہیں۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں جو دعائیں کلمات ہیں بظاہر یہ الفاظ اپنے لئے دعا ہیں مگر اشارۃً یہ دعا اُن کفار کیلئے بھی ہے جو مومن نہ ہوئے تھے یعنی اے اللہ ہمیں ان کیلئے فتنہ نہ بنا کہ وہ ہم کو جھوٹا اپنے کو سچا سمجھ کر دنیوی دھوکے میں پڑے رہیں، اور مزید گمراہ ہوتے رہیں یا وہ ہم پر ظلم کریں اور اس وجہ سے ان پر عذاب



نازل ہو کہ اللہ کے ولیوں کو ستانا اللہ کے عذاب کو دعوت دیتا ہے یا ہم بوجہ ایمان ان کو تبلیغ کریں تو وہ غرور اور تکبر سے سرکشی کریں اور عذاب کے حقدار بن جائیں۔ آیہ مبارکہ میں دعائیہ کلمات میں لفظ ”رَبَّنَا“ کا ذکر ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مقدسہ بے شمار ہیں جن سے اُسے پکارنا جائز ہے مگر لفظ ”رَبَّنَا“ اللہ کو بہت پیارا ہے۔ اور دعا کے وقت پیارے کلمات سے ہی بولنا چاہئے اے اللہ! ہمیں اپنی رحمت کے ذریعہ سے کفار سے بچالے، کفار کی ہدایت کیلئے دعا کرنا جائز ہے ان کی بخشش کیلئے دعا کرنا منع ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَنْ تَبَوَّأَ  
 لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بَيْوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ  
 قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ  
 اور ہم موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی بھیجی کہ مصر  
 میں اپنی قوم کیلئے مکانات بناؤ اور اپنے گھروں کو  
 نماز کی جگہ کرو اور نماز قائم رکھو اور ایمانداروں کو  
 خوشخبری سنا دو (۸۷)

اللہ  
 صَلَّوْا  
 الْعِظَمَاءِ

### تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں ایمان اور اسلام کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں اعمال کا ذکر ارشاد ہے۔ ایمان کا پہلا ذکر ہوا کہ اُسے مرکز کی حیثیت حاصل ہے، خدا پناہ ایمان نہ ہو تو عمل صالح قطعی فائدہ مند نہیں ہوتے۔ اعمال صالح کی قبولیت کیلئے ایمان کا ہونا شرط ہے بہت سے غیر مسلم اچھے اعمال کا خیال رکھتے ہیں۔ سبیل لگوا دی، سرائے بنوا دی، یتیم خانہ بنوا دیا، یتیموں فقیروں مسکینوں کیلئے صدقہ و خیرات کا اہتمام کیا ایسے اعمال کا اجر غیر مسلموں کو دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے کہ دنیا کا کوئی پہلوا چھا ہو گیا، آخرت میں ان اعمال کا کوئی اجر نہیں ہوگا کہ یہ لوگ ایمان سے محروم تھے، فرمایا ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی کی۔ وحی کبھی جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوتی ہے اسے وحی جلی کہتے ہیں کبھی جبریل کے واسطہ کے بغیر بھی ہوتی ہے اسے وحی خفی کہتے ہیں۔ اگر وحی کی نسبت اولیاء اللہ کی طرف ہو تو اسے ”الہام“ کہا جاتا ہے۔ یہ

وحی اس وقت فرمائی گئی جب فرعون کئی مسلمانوں کو سولی چڑھا چکا تھا۔

وحی یہ تھی کہ تم دونوں اپنی قوم کیلئے مصر میں مکانات بناؤ، اس وقت اسرائیلی مکانات سے محروم تھے فرعون نے ان سے مکانات چھین کر قبطیوں کو دے دئے تھے اور یہ لوگ گھروں سے محروم غریبانہ زندگی گزار رہے تھے۔ متفرق گھروں میں، ڈیوڑھیوں میں رہنے پر مجبور تھے۔ اسرائیلیوں کی عبادت گاہیں گرا دی گئیں تھی موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے فرمایا گیا کہ مصر میں قیام کرو قوم کو وہاں رکھ کر عبادت و ریاضت کا طریقہ سکھاؤ، یہ لوگ فرعون کی مظالم کے باعث عبادات و ریاضات کو بھی بھول چکے تھے۔ لوگوں کو گھروں میں عبادت گاہیں تیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ خصوصی سہولت حضور ﷺ کی امت کیلئے ہے کہ ہر جگہ جہاں چاہیں نماز ادا کر لیں۔ صحیح مسلم شریف میں ہے حضور ﷺ کی چھ خصوصیات کا ذکر ہے جن میں ایک یہ بھی ہے کہ میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے کہ نماز ہر جگہ ادا ہو جاتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ فرض نمازوں کا مسجدوں میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت مؤکدہ قرار دے دیا گیا ہے۔ رہی یہ بات کہ بنی اسرائیل کا قبیلہ کون سا تھا کعبہ یا بیت المقدس، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کعبہ تھا (قرطبی)

گھر بنانے کے حکم سے پتہ چلتا ہے دنیا کی زندگی گزارنے کیلئے رہائش، مسکن کا اہتمام دین کے خلاف نہیں، رہائش مکانات کے ساتھ ہی حکم دیا گیا اپنے گھروں میں ہی عبادت گاہیں بنالیں جس سے پتہ چلتا ہے دنیا میں زندگی گزارنے کیلئے دین کا ساتھ ہونا بھی بڑا ہی ضروری ہے۔

بنی اسرائیل کو جو مصر میں مکانات ملے مساجد کی تعمیر ہوئی یہ سارے انعامات سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے ملے جس سے پتہ چلتا ہے دین اور دنیا دونوں کیلئے نبی کی راہنمائی ضروری امر ہے۔ اللہ چاہتا تو موسیٰ علیہ السلام کے بغیر بھی انہیں سکون دے دیتا مگر بتایا جا رہا ہے خدا تک پہنچنے کیلئے انعامات خداوندی حاصل کرنے کیلئے نبی کا وسیلہ ضروری ہے۔

آیہ مبارکہ میں نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا جس سے پتہ چلتا ہے اعمال صالح میں نماز کو بڑی اہمیت

حاصل ہے، نماز ایک جامع عبادت ہے بعض فرشتے قیام میں ہیں بعض رکوع میں ہیں بعض سجدہ میں انسان کو یہ سارے کوائف کرنے حکم دیا گیا کہ تمام فرشتوں کا انداز نماز اسے مل جائے اس طرح بھی جامع ہے درخت پہاڑ قیام میں ہیں تمام چار پائے رکوع میں ہیں سارے حشرات الارض زمین پر رینگ کر چلنے والے سجدہ ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے درباریوں کو دنیا کی زندگی میں زینت کا سامان اور مال دیا ہے اے ہمارے رب تاکہ وہ انجام کار لوگوں کو تیرے راستہ سے بھٹکا دیں اے ہمارے رب ان کے مال و دولت کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں (۸۸)  
فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے تم دونوں ثابت قدم رہنا اور جاہلوں کے راستہ کی ہرگز

وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَآئِهِ زِينَةً دُنْيَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوهُ عَنِ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝ قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعِنَّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝

للہ العظیم

پیروی نہ کرنا (۸۹)

تفسیر

جب موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے مقابلہ کو اچھا وقت گزر گیا آپ نے فرعون اور اس کی جماعت کو تبلیغ کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی مگر یہ پھر بھی حق کی طرف مائل نہ ہوئے بلکہ ظلم میں بڑھتے گئے آپ نے پیار و



محبت سے درس دیئے مگر ان کی سرکشی بڑھتی گئی اور یہ سب کچھ وہ اپنے مال و دولت کے بل بوتے پر کر رہے تھے تب جناب موسیٰ علیہ السلام نے بددعا فرمائی ”ربنا“ کہہ کر اپنے عجز و انکسار کا اظہار کیا ہے فرعون کے بارہ میں پہلے بیان کر دیا گیا ہے کہ یہ مصر پر غاصبانہ طور پر قابض ہوا تھا شروع میں یہ معمولی تاجر کی حیثیت سے مصر میں داخل ہوا تھا۔ پہلے حکمرانوں کی غلط کاریوں سے اس نے فائدہ اٹھایا اور حکمرانی تک پہنچ گیا سیاست اور کاروبار میں یہ ماہر تھا دنیا کے امیر ترین بادشاہوں میں ایک یہ بھی ہے، عمر کافی پائی، موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں عرض کی یا اللہ! تو نے انہیں زینت بخشی، زینت سے مراد مال و دولت خوش نما لباس، محلات، زیورات اور اموال سے مراد چاندی، سونا، لعل، ہیرے جواہرات۔ حیات دنیا کا ذکر کرنے سے اشارہ واضح ہے کہ یہ سب کچھ دنیا کا مال ہے جو دنیا میں ہی رہ جائے گا۔ فرعونوں کا یہ مال مسلمانوں کیلئے پریشانی، رسوائی کا سبب بن رہا تھا اسی مال و دولت کے ساتھ لوگوں کو بہکا رہے تھے اور حق سے دور کر رہے تھے یہ بددعا موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت فرمائی جب آپ کو یہ یقین ہو گیا کہ اب یہ فرعون لوگ راہ راست پر نہیں آئیں گے اور آپ کو قدرت کی طرف سے یہ علم ہو گیا اب فرعون دولت کے ساتھ لوگوں کو گمراہ بنائیں گے، بددعا کرنے کا مقصد دشمنوں کو برباد کرنا نہیں بلکہ مال و دولت چھن جانے کے بعد رسوا ہوں گے اور حق کی طرف مائل ہوں گے اور ان کا تکبر و غرور ٹوٹ جائے گا۔ آپ سے پہلے سرکش قوم کی بددعا کے سلسلہ میں سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ”رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا“ اے رب روئے زمین پر کفار کو نہ چھوڑ۔ انبیاء علیہم السلام کا بدکردار قوم کیلئے ہلاکت کی دعا کا ذکر ملتا ہے مگر قربان جائیں سید الانبیاء حضور ﷺ کے حالات زندگی پر آپ نے کئی مقامات پر اپنے بدترین دشمنوں کو معاف فرمایا۔ طائف کا واقعہ واضح دلیل ہے فتح مکہ کے بعد دہلیز کعبہ پر کھڑے ہو کر سب کو معاف فرمایا نص قطعی سے ثابت ہے آیہ مبارکہ میں حضرت موسیٰ و ہارون دونوں کی دعا کی قبولیت کا ذکر یہ اس طرح ہوا موسیٰ علیہ السلام دعا کر رہے تھے ہارون آمین کہتے تھے جس سے پتہ چلتا ہے امین بھی دعا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



وَجُوزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ  
فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدًّا وَآخِثِي  
إِذَا أَدْرَكَهُ الْعُرْقَىٰ قَالَ أَمِنْتُ أَنَّهُ لَا  
إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو  
إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۙ  
الَّذِينَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ  
الْمُفْسِدِينَ ۙ ۞ قَالِيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ  
لِيَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً ۖ وَإِنْ كَثُرُوا  
مِّنَ النَّاسِ عَنِ آيَتِنَا لَعُفْلُونَ ۙ ۞

للہ  
الْعَظِيمِ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار گزار دیا تو  
فرعون اور اس کے لشکر نے دشمنی اور سرکشی سے  
اُن کا یہ پیچھا کیا حتیٰ کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو  
اس نے کہا میں ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل  
ایمان لائے میں اس کے سوا کوئی عبادت کا  
مستحق نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں  
(۹۰) فرمایا اب ایمان لایا ہے حالانکہ اس سے  
پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں  
میں سے تھا (۹۱) جو آج ہم تیرے جسم کو بچالیں  
گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کیلئے عبرت کا نشان  
بن جائے اور بے شک بہت سے لوگ ہماری  
نشانیوں سے غافل ہیں (۹۲)

### تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں بنی اسرائیل کی مظلومی بے کسی اور غربت کا ذکر تھا اس آیہ کریمہ میں فرعونوں کی بربادی  
کا ذکر ہے اور بنی اسرائیل کو دریا سے پار لے جانے کا ذکر ہے یہ واقعہ اس طرح ہوا موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا  
کہ تمام اسرائیلیوں کو مصر سے جنگل تیمہ کی طرف لے جاؤ۔ جناب کلیم علیہ السلام نے تعمیل حکم کی اور سب کو  
لے جانے کا منصوبہ بنا لیا۔ بنی اسرائیل چونکہ قطیوں کے خدام تھے اور بیاہ شادی کے موقعہ پر زیور مانگ کر  
کام چلا لیا کرتے تھے بنی اسرائیل نے قطیوں سے ہجرت سے ایک دن پہلے زیور مانگ لئے اور مغرب  
کے بعد تمام اسرائیلی موسیٰ و ہارون کی قیادت میں ہجرت کر گئے ساری رات سفر کیا کہیں ٹھہرے نہیں۔ صبح کو

جب کوئی اسرائیلی قبیلوں کے کام کاج پر نہ آیا تو ہجرت کر جانے کا پتہ چلا، فرعون نے لشکر اکٹھا کیا یہ لشکر بغاوت اور دشمنی کی بناء پر اکٹھا کیا گیا چونکہ اس لشکر نے دین پسند لوگوں کی دشمنی کرنا تھی اس لئے باغی کہا گیا قبیلوں کو ڈرتھا کہ اسرائیلی کہیں نئی حکومت نہ بنالیں فرعون نے لشکر نے بہت جلد بنی اسرائیل کو پالیا اسرائیلیوں نے جب فرعونوں کو دیکھا تو گھبرا گئے کہ اب پکڑ لئے جائیں گے پریشان اسرائیلی موسیٰ علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوئے اور پریشانی کا ذکر کیا جناب کلیم نے رب قدوس سے عرض کی، حکم ہوا موسیٰ! پانی پر لاٹھی مارو بارہ سڑکیں بن جائیں گی موسیٰ علیہ السلام نے عصا مارا، بارہ سڑکیں بن گئیں اسرائیلی دریا عبور کر گئے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے یہ ایک معجزہ تھا اسرائیلی پار لگ گئے ادھر فرعون نے لشکر جس کی تعداد آٹھ لاکھ تھی (خازن) فرعون نے انہیں سڑکوں پر چل کر پار ہونے کا ارادہ کیا تو اسے روکا گیا مگر باز نہ آیا۔ فرعون بہت ناک منظر دیکھ کر رُکنے لگا تو جبریل علیہ السلام گھوڑے پر سوار آگے چلے فرعون بھی پیچھے ہولیا اس کی اقتداء میں فرعون کا تمام لشکر دریا میں اتر گیا پانی کی سرسراہٹ روا گئی سے قوم ڈری اور فرعون کو دیکھا یہ کیا ہو گیا؟ جبریل علیہ السلام جو اس وقت انسانی شکل میں تھے فرعون کو ایک پرچہ دکھایا جس پر لکھا ہوا تھا جو غلام اپنے مولا کی نعمتیں کھا کر پھر خود مولا بن بیٹھے اس کی سزا یہ ہے کہ اُسے دریا میں ڈبو دیا جائے۔ یہ تحریر فرعون کی اپنی ہی لکھی ہوئی تھی بس اسی لمحہ دریا مل گیا اور قوم برباد ہو گئی اس بربادی کو دیکھ کر فرعون چیخا اور کہا میں اس پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے کچھ اور کہنا چاہتا تھا تو جبریل علیہ السلام نے منہ میں مٹی ڈال دی اور کہا بد بخت اب ایمان لاتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور فساد یوں میں تھا آج ہم تیرے بدن کو بچالیں گے تاکہ پچھلوں کیلئے تو عبرت بن رہے پانی کے زبردست ریلے نے فرعون کی لاش کو دوسرے کنارے پھینک دیا جہاں بنی اسرائیل جمع تھے۔ اب اسرائیلیوں کو سکون ہوا اس ظالم نے تین سو سال تک مصر پر حکومت کی تھی فرعون کی لاش اب تک مصر کے عجائب خانہ میں موجود ہے، اس کی لاش کی فوٹو دیکھنے کا مجھے بھی اتفاق ہوا، قرآن مقدس کا ارشاد ”ننجیک ببدنک“ واضح کرتا ہے یہ لاش عبرت کیلئے رہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو عزت کی جگہ دی  
اور انہیں صاف روزی عطا کی تو اختلاف میں نہ  
پڑے مگر علم آنے کے بعد بیشک تمہارا رب  
قیامت کے دن ان میں فیصلہ کر دے گا جس  
بات میں جھگڑتے تھے (۹۳)

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَءِیْلَ مَبْوَءَ صَدَقٍ  
وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ فَمَا  
اِخْتَلَفُوا حَتّٰی جَاءَهُمُ الْعِلْمُ اِنَّ رَّبَّكَ  
یَقْضِیْ بَيْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیَمَةِ فِیْ مَا کَانُوْا  
فِیْهِ یُخْتَلَفُوْنَ ﴿۹۳﴾

صلی اللہ علیہ  
الصلوات

### تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں بنی اسرائیل کی رسوائی اور ذلت کا ذکر تھا کہ قبطیوں سے میل جول تھا اس آیت پاک  
میں بنی اسرائیل کے رزق علم اچھے قیام کا ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے وابستگی ہوئی اس صورت حال سے  
واضح ہوتا ہے بڑوں کی مصاحبت، مشکلات و مصائب کا پیش خیمہ بنتی ہے اللہ والوں کا قرب کرم، فضل،  
انعامات کا سبب بنتا ہے۔

آیت مبارکہ میں واضح اشارہ مل رہا ہے فرعون کے غرق ہونے کے بعد سے نزول قرآن مقدس تک بنی  
اسرائیل ہی انعامات سے نوازے جاتے رہے۔ آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کیلئے اچھا ٹھکانہ اور رزق حلال  
کے ذکر سے پتہ چلتا ہے کہ اچھی رہائش پاکیزہ خوراک انعامات الہیہ میں سے بڑے انعام ہیں، حلال رزق  
تھوڑا ہی ہو تو حرام سے بہت بہتر ہے۔ حلال تھوڑے میں برکت ہے اور حرام زیادہ میں بھی برکت نہیں،  
بکری حلال ہے زیادہ سے زیادہ وہ دو بچے جنتی ہے اور پھر بکری روزانہ ہر شہر میں سینکڑوں کی تعداد میں ذبح  
ہوتی ہے۔ حج کے موقع پر لاکھوں بکرے ذبح ہوتے ہیں پھر بھی ہزاروں کی تعداد میں ریوڑ پھر رہے ہیں۔  
یہ صورتحال حلال میں برکت کی واضح دلیل ہے، کتا حرام ہے اور کتیا بچے بھی چار پانچ، چھ جنتی ہے انہیں  
کھاتا بھی کوئی نہیں پھر بھی ریوڑ کی شکل میں کہیں دکھائی نہیں دیتے یہ صورت حرام میں بے برکتی کی واضح  
دلیل ہے۔



آیہ مبارکہ کے آخر میں قیامت کے دن فیصلہ کا ذکر فرمایا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے دنیا میں کوئی شخص کسی حالت میں وقت گزارے نتیجہ قیامت کے دن ہی سامنے آئے گا کہ اس کا دنیا کا عمل مفید تھا یا نقصان دہ۔ جھگڑا صرف اسلام اور کفر کا ہے کفار کے آپس میں اختلافات کی کوئی اہمیت نہیں، کفار سارے کے سارے ایک ہی ہیں جب کبھی کسی مسلمان سے جھگڑا ہوا ہے تو تمام کفار اکٹھے ہو گئے پاکستان ہندوستان کی جنگوں کو دیکھ لیجئے ہر جنگ میں تمام کفار اکٹھے ہو کر پاکستان کے خلاف رہے، آج بھی اسلام کے خلاف پورا کفر متحد ہے افسوس اسلامی ریاستیں آپس میں اتحاد کی دولت سے محروم ہیں۔

آیہ مبارکہ میں فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کی بہتر زندگی کو ”مُبَوَّاصِدَق“ سے تعبیر فرمایا گیا انہیں فرعون کی غلامی سے نجات کے بعد ہم نے رہنے کیلئے اچھی جگہ دی یہ جگہ فلسطین ہے یہاں پر صدق سے مراد سچائی کے بجائے اچھائی ہے، عربوں کا معمول ہے جب کسی چیز کی اچھائی بیان کریں تو اُسے صدق کی طرف مضاف کر دیتے ہیں کہ یہ چیز اس قدر عمدہ ہے کہ اس سے بھلائی کی جو توقع کی جائے گی وہ اس پر پورا اترے گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 اے سنے والے اگر تجھے کوئی شک ہو اس میں جو ہم نے تیری طرف اتارا تو ان سے پوچھ جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں بے شک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا تو شک کرنے والوں میں ہرگز نہ ہو (۹۴) اور ہرگز ان میں سے نہ ہونا جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں کہ تو خسارے والوں میں ہو جائے گا (۹۵)

فَإِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ  
 فَسْأَلِ الَّذِينَ يُقْرَأُونَ الْكِتَابَ مِنْ  
 قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ  
 فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُسْتَرِیْنَ ۝۹۴  
 وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَبُوا  
 بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونُوا مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ۝۹۵

اللہ  
 الصّٰلِحِیْنَ  
 العظیمِیْنَ



## تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں بنی اسرائیل کے تاریخی حالات کا ذکر ہوا ہے کچھ واقعات کے نشانات باقی تھے کچھ واقعات کے نشان ہی مٹ گئے یہود و نصاریٰ نے تکذیب کی کہ بنی اسرائیل کے واقعات ایسے نہیں تھے۔ اس آیہ مقدسہ میں فرمایا جا رہا ہے اگر قرآنی خبروں کو تم نہیں مانتے تو جاؤ، توراۃ و انجیل جاننے والوں سے پوچھ لو بنی اسرائیل کے اسی قسم کے واقعات وہاں پائے جاتے ہیں ”فان کنت فی شک“ کے مخاطب حضور ﷺ نہیں عام انسان ہے اس لئے کہ نبی کا قرآن کریم یا کسی وحی کے بارے میں شک کرنا محال ہے، انبیاء علیہم السلام کے بارے میں شک کا عقیدہ رکھنے والا بندہ بے دین ہے۔ حضور ﷺ کو مخاطب کہنے والے بھٹک گئے اگر یہ بات فرضی مانی جائے کہ یہ خطاب بالفرض حضور کو ہے تو اس طرح غلط ہوگا کہ فرضی بات میں حکم نہیں دیا جاتا جیسے قرآن مقدس فرمایا ہے ”لو کان فیہما الہة الا اللہ لفسدتا“ اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو زمین و آسمان میں فساد ہو جاتا۔ مگر اس آیہ کریمہ میں ان کنت کے بعد فاسئل کا حکم ہے جس سے واضح ہوتا ہے یہ جملہ شرط فرضی نہیں بلکہ غیر فرضی ہے اب غیر فرض مان کر حضور ﷺ مراد لئے جائیں تو کھلی گمراہی ہے اس اشکال کا واضح جواب حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا ”لا اشک ولا اسئل“ نہ میں شک کرتا ہوں نہ پوچھتا ہوں۔

یہ اشکال کمزور ہے کہ قرآن مقدس فرماتا ہے قرآن تیری طرف اُتار اس سے مراد سارا قرآن پاک نہیں بلکہ وہ قصے واقعات تورات، انجیل کے علاوہ تاریخی کتب میں موجود ہے۔ آیہ مبارکہ میں مسلمان سے خطاب فرمایا گیا ہے تیرے پاس حق ہے مضبوط دین ہے جسے ختم نہیں کیا جاسکتا یہ دین ناقابل فنا ہے اور یہ حق کسی معمولی بندہ کی طرف سے نہیں یہ تیرے رب کی طرف سے ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں مسلمان کو خطاب ہے کہ شیطان کے بہکانے سے شک میں مبتلا نہ ہو جانا شک ایسی بیماری ہے جس سے تیزی کے ساتھ بندہ گمراہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔

آخری خطاب بھی مسلمانوں سے ہے کہ شک کی بیماری سے بچے رہنا ضروری ہے ورنہ خسارہ والے لوگوں میں ہو جاؤ گے، آخری آیہ مبارکہ سے واضح ہے شک وہم مہلک بیماری ہے اگر یہ شک دنیا کے کسی معاملہ میں ہو تو بھی بربادی ہے اگر دین کے معاملہ میں ہے تو کھلی گمراہی ہے۔ آیہ کریمہ میں غافل لوگوں کو بتایا گیا ہے سرکشی سے باز آؤ، زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس میں اچھے کام کرو موت کے وقت توبہ کرو گے تو معتبر نہیں ہوگی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 اِنَّ الدِّیْنَ حَقٌّ عَلَیْہُمْ کَلِمَتٌ  
 سَآءٌ لَّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْہُمْ  
 کُلُّ اٰیۃٍ حَتّٰی یَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ۝  
 بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات  
 ثابت ہو چکی ایمان نہ لائیں گے (۹۶) اگرچہ  
 سب نشانیاں ان کے پاس آ جائیں جب تک  
 دردناک عذاب نہ دیکھ لیں (۹۷)

### تفسیر

پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جو شیطانی وساوس و شبہات میں پڑ گئے مگر اس کے باوجود ان کا حق کی طرف آنا ممکن تھا اس آیہ پاک میں ان لوگوں کا ذکر ہے جس کا حق کی طرف آنا ممکن ہی نہیں۔ محبوب پاک ﷺ سے فرمایا جارہا ہے محبوب! وہ کفار و مشرکین جن پر تیرے رب کا کلمہ ٹھیک لگ گیا وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے یعنی جن لوگوں کا کفر پر رہنا اور مرنا مقدر ہو گیا۔ ”ھت“ کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ جو کچھ لوح محفوظ پر لکھ دیا گیا ہے وہی ہوگا۔

حدیث شریف میں یہ عنوان اس طرح ذکر ہے حضور ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام کی پشت کی دائیں طرف قدرت نے ہاتھ رکھا تو اولاد کا ظہور ہوا، فرمایا یہ جہنمی ہیں۔ اس آیہ مبارکہ سے مسئلہ تقدیر ثابت ہو رہا ہے اس پر یہ اعتراض صحیح نہیں کہ ہر بندہ تو تقدیر کی تحریر کے مطابق مجبور ہے اس کا کوئی جرم نہیں۔ اسے یوں سمجھا جائے کہ بندہ تحریر کے مطابق کام کرنے پر مجبور نہیں بلکہ لوح محفوظ کی تحریر اس بندے کے عمل کے

مطابق ہوگی، اس بندے نے دنیا میں آکر عقل، فکر، ہوش اختیار کے باوجود جو کچھ کرنا تھا وہ لکھا گیا ہے۔ اس کا کردار تحریر کے تابع نہیں تحریر اس کے کردار کے مطابق ہے۔ لہذا سزا جزا کا عمل ہوگا۔

اس مسئلہ کو یوں بھی سمجھیں کہ ایک باپ اپنے دو بیٹوں کو دس دس روپے دیتا ہے کہ جاؤ عید منانے، ایک بیٹا دس کے دس لہو و لعب پر خرچ کرتا ہے دوسرا جائز صحیح خرچ کرتا ہے باپ فضول خرچ والے کو ڈانٹ پلائے گا کہ اس نے شراب نوشی پر خرچ کیوں کئے؟ اب باپ سے یہ کہنا کہ اس نے دیئے ہی کیوں تھے یہ غلط ہوگا۔ اللہ نے بندے کو عقل فکر ہوش اختیار سے بھیجا صحیح کام کرے گا تو جزا ہے ورنہ سزا۔

اس آیہ مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ضد، ہٹ دھرمی، تکبر، غرور انبیاء علیہم السلام کی مخالفت، اولیاء اللہ سے نفرت ایسے لوگوں کی نشانیاں ہیں۔ ایسے لوگوں پر انبیاء کے معجزات بھی اثر انداز نہیں ہوئے اگرچہ وہ کتنے نشانات قدرت کا مشاہدہ کر لیں حق پر یقین آئے ایسے لوگ اپنی سرکشی میں پڑے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب مشاہدہ کر لیں وہ موت کا وقت ہے، غرغره کی حالت ہے یا قیامت کو دیکھ لیں مگر اس وقت ان کا ایمان لانا معتبر نہیں جیسے فرعون نے عذاب دیکھ کر کلمہ پڑھا وہ معتبر نہ ہوا۔

آیہ مبارکہ کے سے تقدیر کا مسئلہ واضح ہے تقدیر دو قسم ہے تقدیر مبرم، جو ٹل نہ سکے تقدیر معلق جو دعاؤں سے ٹل جائے مگر گستاخ نبوت کی بد نصیبی مبرم ہے جو ٹل نہیں سکتی۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں لایو منون فرما کر اسی طرف اشارہ ہے کہ ان لوگوں پر محروم رہنے کی مہر لگ چکی ہے، ہم لوگ روحانیت کی حسین وادیوں میں کبھی نہیں جاسکیں گے عقل مند فکر کی ساری کاوشیں کمزور ثابت ہوں گی اور موت کو دیکھ کر ایمان معتبر نہ ہو گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ أَمَدَتْ نَفْعَهَا  
 إِيْمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا  
 كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ  
 فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَنُنَعِّمُهُمُ إِلَى  
 حِينٍ ۝ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ  
 مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ  
 تُكْذِرُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝  
 وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُوَمِّنَ إِلَّا  
 بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَجْعَلُ الرَّجْسَ  
 عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝

اللہ  
 عظیم

کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ وہ عذاب کی  
 نشانی دیکھ کر ایمان لے آتی تو اس کا ایمان اس کو  
 نفع دیتا سوا یونس (علیہ السلام) کی قوم کے کہ  
 جب وہ ایمان لے آئی تو ہم نے اس سے دنیا کی  
 زندگی میں ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ہم نے  
 انہیں ایک وقت تک فائدہ پہنچایا (۹۸) اور اگر  
 آپ کا رب چاہتا تو روئے زمین کے تمام لوگ  
 ایمان لے آئے تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں  
 گے حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں (۹۹) اور کسی شخص  
 کیلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے  
 بغیر ایمان لے آئے اور جو لوگ بے عقل ہیں  
 اُن پر وہ کفر کی نجات ڈال دیتا ہے (۱۰۰)

### تفسیر

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی قوم عذاب دیکھ کر ایمان لائی تو اس کا ایمان معتبر مانا گیا،  
 اس آیہ پاک میں فرمایا گیا ہے عذاب دیکھ کر یا موت کے فرشتے دیکھ کر ایمان لانا معتبر نہیں، معتبر ایمان  
 صرف وہی ہوگا جو نبی کے حکم کے مطابق بغیر عذاب دیکھے ہو۔

آیہ مبارکہ میں سیدنا یونس علیہ السلام کی عظمت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ جب ان کی قوم ایمان لائی تو ہم  
 نے اس سے عذاب ٹال دیا۔ سیدنا یونس علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام سے آٹھ سو سال پہلے شہر نینوا میں بسنے  
 والی قوم سیریا کی طرف مبعوث ہوئے۔ یہ قوم عراقی تھی یونس علیہ السلام کو ۲۸ برس کی عمر میں تاج نبوت پہنایا



گیا۔ قوم سیر یا بنی اسرائیلی نہ تھے یونس علیہ السلام نے اس سرکش قوم کو دین کی تبلیغ کی، بت پرستی چھوڑنے کا حکم دیا یہ قوم نہ مانی تو یونس علیہ السلام نے بھی قوم کو یہ خبر بتادی، قوم میں اختلاف ہو گیا کسی نے کہا یہ بات غلط ہے کسی نے کہا صحیح ہے۔ عذاب کے وعدے والے دن پہلی رات یونس علیہ السلام بستی سے نکل گئے جب صبح ہوئی تو بستی والوں نے دیکھا سیاہ بادل چھا گئے بادلوں کی یہ سیاہی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی گئی تب انہوں نے سمجھا عذاب آنے والا ہے پھر قوم نے یونس علیہ السلام کی تلاش کی مگر آپ نہ ملے، اس قوم کا ہر فرد پریشان تھا ایک دوسرے سے الگ رہے اب توبہ کرنے لگے بت پرستی سے علیحدگی اختیار کی سجدہ ریز ہو کر عرض کی اے ہمارے اللہ! ہم تیری عبادت کرتے ہیں تجھے مانتے ہیں تیرے انبیاء کو مانتے ہیں تو وہ نازل ہونے والا عذاب ان سے ٹل گیا۔

آیہ مبارکہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے: آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا اگر تیرا رب چاہتا تو زمین کا ہر فرد ایمان لے آتا، چاہتا تو اس کے برعکس تھا مگر حکمت یہ تھی کہ کچھ مومن ہوں کچھ کافر اس لئے وہ نہ چاہا جس کا ذکر آیہ مبارکہ میں ہوا، آیہ مبارکہ کے ایک حصہ میں فرمایا گیا کیا آپ لوگوں کو مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ سب مومن ہو جائیں ہرگز نہیں، آپ کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے کوئی شخص ایمان نہیں لاسکتا مگر اللہ کی اجازت سے۔ تو معنی یہ ہوگا کہ ایمان کی دولت سے مشرف وہی ہو سکتا ہے جس کی مدد قدرت کی طرف سے ہو۔ یونس علیہ السلام کی فضیلت میں قرآن مقدس نے ایک اور مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے جب یونس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی بات کو قبول کیا اور غم سے نجات دی اور ہم ایسے ایمانداروں کو بچاتے ہیں۔ یونس علیہ السلام کی عظمت ایک حدیث شریف میں اس طرح وارد ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں کسی کو یہ نہیں کہنا چاہئے میں یونس سے افضل ہوں، آپ کا یہ ارشاد عظمت یونس علیہ السلام کے پیش نظر ہے اور تواضع انکساری ہے ورنہ پوری ملت اسلامیہ کا عقیدہ ہے حضور ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ اَنْظُرُوا مَا ذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ  
وَمَا تُعْجِبُ الْاٰلِیْنَ وَالْذُّرَّ عَنْ قَوْمٍ  
لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰۱ فَاَمَلْ یَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا  
مِثْلَ اَیَّامِ الدِّیْنِ خَلَوْا مِنْ قَبْلِہُمْ  
قُلْ فَاَنْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ۝۱۰۲  
ثُمَّ نَجِّیْ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا  
كَذٰلِکَ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۱۰۳

اللہ  
الْعَظِیْمُ

آپ کہتے تم غور سے دیکھو آسمانوں اور زمین  
میں کیسی نشانیاں ہیں اور یہ نشانیاں اور ڈر سنانے  
والے ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جو  
ایمان نہیں لائے (۱۰۱) پس یہ لوگ صرف اسی  
طرح کے دنوں کا انتظار کرتے ہیں جیسے ان سے  
پہلی قوموں پر گزر چکے ہیں آپ کہتے تم بھی  
انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرنے والوں سے  
ہوں (۱۰۲) پھر (عذاب آنے پر) ہم اپنے  
رسولوں کو اور ایمان والوں کو بچاتے رہے ہیں  
اسی طرح اللہ کی سنت جاری ہے مومنوں کو نجات  
دیتے ہیں (۱۰۳)

## تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں حضرت یونس اور آپ کی قوم کو عذاب سے بچالینے کا ذکر ہے اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہے  
یہ بچانا نیا کام نہیں ہم نے پہلے بھی ایسا کرتے رہے ہیں ایسے انبیاء اور ایمانداروں کو بچاتے رہے ہیں۔  
حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب کفار و مشرکین کو دعوت دیں اور بتائیں کہ وہ آسمانوں زمین کو غور سے  
دیکھیں کہ ان میں کس قدر نشانات قدرت ہیں اگر غور و فکر سے دیکھیں تو یہ نشانات قدرت انہیں حق کی راہ  
دکھائیں گے آسمان کے نشانات میں چاند تارے سورج اور ان کی گردش ہے جو صبح و شام ان کے نظام حیات  
کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ زمین کے نشانات میں پہاڑ، دریا، سمندر، پتھر، ہیرے یا قوت ان کی کانیں،  
نباتات، جمادات ایسی بے شمار چیزیں انہیں حق شناسی کی دعوت دے رہی ہیں۔ کائنات کے ہر طرف

قانون خداوندی اور عجائبات الہیہ کی بہاریں نظر آرہی ہیں۔ مگر یہ نشانات قدرت اور ڈرسانے والے رسول بھی انہیں فائدہ مند ثابت نہ ہوئے کہ یہ قوم ایمان لانے والی نہ تھی۔

ان لوگوں کی حالت کو اس طرح بیان فرمایا گیا یہ لوگ اُن لوگوں کے دور کی انتظار کرتے ہیں جو ان سے پہلے گزر گئے پہلے انبیاء علیہم السلام کے منکروں کی طرح کفار مکہ بھی خبروں کو جھٹلاتے رہے اور مذاق کرتے رہے، محبوب! آپ فرمادیجئے تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں یعنی تم اپنی ہلاکت کا انتظار کرو اور میں تمہاری ہلاکت کا انتظار کرتا ہوں یا یہ معنی ہوگا تم اپنی ہلاکت کا انتظار کرو میں مومنوں کے بچ جانے کا انتظار کرتا ہوں۔ جنگ بدر میں کفار اکثریت کے باوجود بری طرح مار کھا گئے اور مسلمان کم اور کمزور ہو کر بھی جیت گئے اور اسلام کی صداقت پر اور زیادہ پکے ہو گئے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں بتایا گیا ہم کفار کو ہلاک کرتے ہیں اور اپنے رسولوں اور ایمانداروں کو بچا لیتے ہیں۔ آیہ مبارکہ میں آسمانوں اور زمین پر غور و فکر کا درس مل رہا ہے جو انسان کو ترقی، کامیابی اور بہتری کی طرف لے جاتا ہے۔ دور حاضر کی نئی نئی ایجادات اس غور و فکر کے نتیجہ میں بھی نمایاں ہو رہی ہیں کائنات پر غور و فکر کرنے سے یہ بھی اشارہ واضح ہے ان دلائل پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے میرے رسول کی عظمت کو بھی باغور دیکھو تو اُن کا سچا رسول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا ایمانداروں کی مدد کرنا اسے ہم نے اپنے ذمہ کرم میں لے رکھا ہے کہ ان کی مدد کرتے ہیں اگر کسی مقام پر مومنین کی شکست دکھائی دیتی ہے تو اس میں بے شمار حکمتیں ہیں جو ایمانداروں کی کامیابی کا باعث بنتی ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



قُلْ يَٰ أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ  
فِي شَكٍّ مِّن دِينِي فَلَا أَعْبُدُ  
الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَ  
لَكِن أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَقَّعُكُمْ  
وَأُفِّرْتُ أَن أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝  
وَأَن أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا  
وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝  
وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا  
يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ  
فَأِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ ۝

صلوات  
العلیہ

آپ کہئے اے لوگو اگر تم میرے دین سے متعلق  
کسی شک میں ہو تو میں ان کی عبادت کرتا جن  
کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو لیکن میں اللہ  
کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کرتا  
ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنوں سے  
ہوں (۱۰۴) اور آپ اپنا چہرا دین کیلئے قائم  
رکھیں باطل سے موڑتے ہوئے اور مشرکین سے  
ہرگز نہ ہو جائیں (۱۰۵) اور اللہ کے سوا کسی کی  
عبادت نہ کریں جو آپ کو نہ نفع پہنچا سکے نہ  
نقصان اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ ظالموں  
سے ہو جائیں گے (۱۰۶)

## تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کفار کی بے عقلی کو واضح فرمایا گیا ہے کہ وہ دین اسلام کے بارہ میں شک و شبہات میں مبتلا  
ہیں اے محبوب کریم! انہیں واضح الفاظ میں بتا دیں تم نے محض وہم و گمان سے جھوٹے معبودوں کو اپنا رکھا  
ہے ہم تو صرف اس اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو تمہیں مارتا ہے حیات دیتا ہے مجھے تو حکم دے دیا گیا ہے  
میں ایمان داروں سے رہوں یہ لوگ محض جاہل ہیں اسی بناء پر شک و شبہات میں مبتلا ہیں۔

اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو اپنے دین اسلام پر مضبوط اور ثابت قدمی سے رہنے کا درس بھی دیا جا  
رہا ہے محبوب انہیں فرمادیں اگر تم میرے دین میں شک و شبہ کرتے ہو تو یاد رکھو میں صرف اُس خدا کی  
عبادت کرتا ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے اس سے پہلے حیات بھی اسی نے دی۔ آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے



مجھے حکم دیا گیا ہے میں ایمان داروں میں رہوں جس سے واضح ہو رہا ہے حضور ﷺ آج بھی ایمانداروں میں ہیں اور قیامت تک اپنی امت کے ایمانداروں کا ساتھ دیتے رہیں گے حضور ﷺ کے امت میں رہنے کے عنوان کو ایک دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا گیا ہے ”مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ“ اے محبوب! تیرے رب اللہ کی یہ شان نہیں کہ امت میں تو بھی ہو اور پھر امت کو عذاب دیا جائے۔ پہلی امتوں کو ان کے جرموں کی پاداش میں عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا تھا شکلیں بدل دی جاتی تھیں، پتھر برسائے جاتے، آگ برسائی جاتی مگر حضور کی امت پر اس قسم کے عذاب ختم کر دیئے گئے کہ حضور اس امت میں جلوہ گر ہیں۔ حضور ﷺ کی امت کا باغ آج تک ہر ابھرا ہے غنچے چھک رہے ہیں اولیاء اللہ اس باغ کے غنچے ہیں پھول مہک رہے ہیں صوفیا صلحاء ایماندار حسین پھول ہیں جو مہک دے رہے ہیں۔ آیہ کریمہ کے آخر میں دین پر پکارنے کا حکم دیا گیا ہے، ثابت قدمی کا درس ملتا ہے اس ثابت قدمی کے عنوان کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے ”إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ“ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہہ دیا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر پکے رہ گئے دنیا کے حادثات پریشانیاں مشکلات ان کے پاؤں میں لغزش پیدا نہ کر سکے ایسے لوگوں پر رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے یہ فرشتے دنیا میں بھی ان پر اترتے ہیں موت کے وقت بھی جنازہ میں بھی غرضیکہ اس استقامت کے صدقہ یہ لوگ فرشتوں کی مدد سے نوازے جاتے رہتے ہیں۔

آیہ مبارکہ کے شروع میں ”مَنْ دِينِي“ کا ارشاد ہے اگر تم میرے دین میں شک کرتے ہو معلوم ہوا دین حضور کا ہے اور اس دین میں مرکزیت حضور ﷺ کا وجود مسعود ہے حضور کا دین دین حنیف ہے، صراط مستقیم ہے حق کی راہ ہے۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت نہ کرو وہ نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر تم نے بتوں کو خدا مانا تو بے شک ظالموں سے ہو گے۔ ”لَا تَدْعُ“ کا ارشاد کہ اللہ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کریں یہ حکم عام قاری کو ہے حضور ﷺ کیلئے نہیں کہ آپ سے ایسا ہونا

ممکن ہی نہیں آپ معصوم ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے  
سوا اس تکلیف کو کوئی رد کرنے والا نہیں اور اگر وہ  
آپ کیلئے کسی بہتری کا ارادہ کرے تو اس کے  
فضل کو کوئی روکنے والا نہیں وہ اپنے بندوں میں  
سے جس کو چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے وہی  
بے حد بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے (۱۰۷)  
آپ کہئے اے لوگو! بے شک تمہارے پاس  
تمہارے رب کی طرف سے حق آگیا جس شخص  
نے ہدایت اختیار کی تو اس نے اپنے ہی لئے  
ہدایت اختیار کی اور جس نے گمراہی کو اختیار کیا تو  
اس نے اپنے ہی لئے گمراہی کو اختیار کیا اور میں  
تم پر ذمہ دار نہیں (۱۰۸) اور آپ اس کی اتباع  
کئے جس کی آپ کو وحی کی جاتی ہے اور صبر کیجئے  
حتی کہ اللہ فیصلہ فرما دے اور وہ سب سے بہتر  
فیصلہ فرمانے والا ہے (۱۰۹)

وَإِنْ يَسْأَلْكُمُ اللَّهُ بَعْضُكُمْ مَا فِي  
كَفَايَةٍ لَّيْسَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكُمْ بِخَيْرٍ  
فَلَا سِرَآءَ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ  
مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ  
الرَّحِيمُ ۝ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ  
قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ  
اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ  
ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا  
عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ  
إِلَيْكَ وَأَمْرٌ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ  
خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝

اللہ  
صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ہر قسم کا نفع و نقصان اللہ کی قدرت کے تحت

ہے اللہ تعالیٰ جس کیلئے کوئی مصیبت مقدر کر دے تو اُسے دور بھی وہی کر سکتا ہے اور جس کیلئے کوئی راحت مقدر فرما دے تو اس آرام و سکون کو کوئی چھین نہیں سکتا۔

آیہ مبارکہ میں پہلے نقصان کا ذکر ہے پھر بہتری اور اچھائی کا جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آخر میں رحمت کا ذکر ہے اور اس کی رحمت غضب پر حاوی ہے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے ”ان رحمۃی سبقت علی غضبی او کما قال النبی ﷺ“ بے شک میری رحمت نے میرے غضب پر سبقت لے لی ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہر وقت اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی خوشبودار ہواؤں کے پیچھے پڑے رہو کہ اللہ اپنی رحمت کی ہوائیں اپنے بندوں سے جسے چاہے پہنچاتا ہے آیہ کے آخر میں غفور و رحیم کا ذکر بھی اسی عنوان کی تائید کرتا ہے کہ اس کی رحمت غالب ہے کہ معافی مانگنے والے کو معاف فرما دیتا ہے یہاں تک کہ توبہ سے شرک جیسا گناہ بھی معاف کر دیتا ہے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندے کے گناہ پر اس وقت تک پردہ رکھتا ہے جب تک وہ اس کو پھاڑتا نہیں عرض کی گئی یا رسول اللہ پھاڑنے کا مطلب کیا ہے فرمایا وہ لوگوں سے اپنا گناہ بیان کرے۔

آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے اللہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا بندہ خود گناہ کر کے اپنے رب کو ناراض کر لیتا ہے تب اس کی طرف سے تکلیف آتی ہے اور رحمت خود بخود بندے کو عطا ہوتی ہے۔ آیہ کے آخر میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا آپ صرف اسی کی اتباع کریں جو کچھ آپ کو وحی کیا گیا ہے اور مشکلات پر صبر کریں۔ یہاں تک کہ اللہ فیصلہ فرما دے اور وہ بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں اسے صبر کرنے کا فرمایا گیا ہے مشکلات و مصائب میں حوصلہ ہمت سے انہیں برداشت کرنا بھی صبر ہے گناہوں سے رُک جانا، تاب ہونا بھی صبر ہے نیکی پر ڈٹے رہنا اور مشکلات کے باوجود نیکی کو انجام دینا بھی صبر ہے۔ صبر ایک روحانیت کا اعلیٰ مقام ہے جو اللہ کے نیک بندوں کو نصیب ہوتا

ہے صبر کرنے کا حکم قرآن مقدس میں بہت مرتبہ فرمایا گیا ہے رب قدوس نے ایک مقام پر اپنے کو صابروں کے ساتھ فرمایا ”ان اللہ مع الصابرین“ اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ آیہ مبارکہ کے اختتام پر حضور ﷺ سے ارشاد ہے، دشمنوں کی دل آزاریوں پر صبر فرماتے رہیں اور وحی کی اتباع فرماتے رہیں فیصلے کا وقت قریب آرہا ہے اور وہی بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

الحمد للہ سورہ یونس کا ترجمہ تفسیر آج ۷/ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ کو  
سحری کے وقت ختم ہوا، اللہ کرے باقی پاروں کی تفسیر بھی مکمل ہو  
اور میری نجات کا سبب بنے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد  
وصلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ



## سورہ ہود

اس سورہ پاک میں سیدنا ہود علیہ السلام کا ذکر ہے اسی مناسبت سے اس سورہ کو ہود علیہ السلام سے منسوب کیا گیا یہ سورہ پاک ۱۲۳ آیات اور ایک ہزار چھ سو کلمات پر مشتمل ہے۔ یہ سورہ پاک ان دنوں نازل ہوئی جن دنوں اسلام اپنی صداقت کے بل بوتے پر تیزی سے بڑھ رہا تھا اور کفار و مشرکین اسلام کے سخت دشمن ہو رہے تھے یہ لوگ حضور ﷺ کی دشمنی میں حد سے گزر رہے تھے اس سورہ پاک کے آغاز میں بڑے مؤثر طریقے سے کفار و مشرکین کے سامنے اسلام کے بنیادی عقائد توحید، وحی الہی، رسالت اور قیامت بیان کئے گئے ہیں۔

کفار و مشرکین کی ہٹ دھرمی کے پیش نظر ان کے سامنے پہلی قوموں کے حالات بیان کئے گئے جن لوگوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے ناروا سلوک کیا اور پھر ان کا حشر کیا ہوا۔ حضور ﷺ کو ان تمام حالات سے آگاہ کر دیا گیا جن سے آپ کو دو چار ہونا تھا تا کہ کوئی بات خلاف توقع نہ ہو اور کوئی رد عمل باعث حیرت نہ بنے ان قوموں کے حالات بیان کرنے کے بعد حضور ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے محبوب! آپ حالات کی خرابی دشمنوں کی سختیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے مشن میں ثابت قدم رہیں، عبادت الہی میں سرگرم رہیں تا سید خداوندی پر بھروسہ رکھیں خدا کی نصرت آپ کا ساتھ دے گی۔

ہود علیہ السلام کا ذکر قرآن مقدس نے سورۃ الاعراف، سورۃ ہود، سورۃ الشعراء میں بیان فرمایا ہے آپ قوم عاد کی طرف بھیجے گئے تھے آپ نے اپنی قوم کو حق کی طرف بلایا اور فرمایا میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ہود علیہ السلام عربی بولنے والے پہلے شخص ہیں قوم عاد کی رہائش احقاف کے علاقے میں تھی جو حضرموت کے شمال میں واقع ہے یہ لوگ بتوں کے پجاری تھے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں، ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر کے علاوہ اس قوم نے ایک بہت بڑا بت

بھی بنا رکھا تھا جس کا نام ”ہتار“ تھا عادی کی ہلاکت کے بعد حضرت ہود علیہ السلام حضرت موت کے علاقے میں رہنے لگے تھے وہیں وصال ہوا اور وادی برہوت کے قریب شہر ترمیم سے ۳۲ میل کے فاصلے پر دفن کئے گئے فلسطین کے علاقہ میں بھی ایک قبر ہے جو ہود علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے مگر صحیح نہیں۔



اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا ہے

الف لام را! یہ آسمانی کتاب ہے جس کی آیات مضبوط کر دی گئی ہیں اور خدائے حکیم و خبیر کی طرف سے تفصیل کر دی گئی ہے (۱) کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے ڈر سنانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں (۲) اور یہ کہ تم اپنے رب کی طرف سے مغفرت طلب کرو اور اس کے سامنے توبہ کرو وہ تمہیں ایک مقرر مدت تک بہت اچھا فائدہ پہنچائے گا اور ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ اجر عطا فرمائے گا اگر تم نے روگردانی کی تو میں تم پر بہت بڑے دن کے عذاب کا خطرہ محسوس کرتا ہوں (۳) تم نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے (۴)

الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ  
مَنْ لَّدُنْ حَکِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝ اَلَا تَعْبُدُوْا  
اِلَّا اللّٰهَ ۚ اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ ۝  
وَ اِنِّ اَسْتَغْفِرُ وَاَرْکَبُ ثُمَّ تَوْبُوْا اِلَیْهِ  
یَسْتَعْمَلْ مَّتَّعًا حَسَنًا اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی  
وَ یُوْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهُ ۚ وَاِنْ  
تَوَلَّوْا فَاِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ  
یَوْمٍ کَبِیْرٍ ۝ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ وَ هُوَ  
عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

اللہ  
الصلی  
الصلی

## تفسیر

سورہ یونس میں پیار و محبت سے اور نرم کلامی سے سمجھایا گیا تھا اس سورہ پاک میں شدت عتاب اور جھڑک سے سمجھایا جا رہا ہے الف لام را۔ کا مطلب صرف رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا ان حروف مقطعات کے متعلق پہلے پارہ میں وضاحت کر دی گئی ہے۔ بہر حال یہ عقیدہ ہے ”ہذا سر بین اللہ و رسولہ“ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں۔ فرمایا گیا ہے یہ کتاب شان والی کتاب ہے اس کی تمام آیات مضبوط و منظم کر دی گئی ہیں۔ نہایت شان کے ساتھ نازل ہوئی ہیں صحابہ کرام نے قرآن مقدس کو اس ترتیب کے ساتھ لکھا جس ترتیب کے ساتھ عرش اعظم پہ لکھا گیا ہے قرآن مقدس کی شان محکم یہ بھی ہے کہ کوئی آیت سورہ بے جوڑ نہیں اس مقدس کتاب کی شان محکم یہ بھی ہے کہ اس کے قوانین اتنے مضبوط ہیں کہ قیامت تک اس کا کوئی قانون ضابطہ ختم نہیں کیا جاسکتا اس کی شان محکم یوں بھی ہے کہ یہ کتاب جس رسول پر نازل ہوئی وہ اپنی شان محبوبی کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ مضبوط ہے۔ اس کتاب کی شان محکم یوں بھی ہے کہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے یہ لا جواب ہے کفار و مشرکین سے بر ملا کہا گیا اگر تم سچے ہو تو اس کی مثل کوئی ایک سورت ہی بنالاء وہ بری طرح ناکام رہے۔ یہ کتاب محکم بھی ہے، مفصل بھی ہے۔

آیہ کے شروع میں ”فصلت“ کا ارشاد واضح دلیل ہے اس کتاب میں کائنات بھر کے علوم واقعات معاملات کی تفصیل موجود ہے۔ اس میں ہر شے کی تفصیل کا ذکر اس طرح بھی ملتا ہے ”تبیاناً لکل شی“ اس میں ہر شے کی وضاحت ہے اس کتاب کے کمالات ہیں، ایک یہ بھی ہے کہ مختصر الفاظ میں بڑے سے بڑے حقائق و واقعات کو بیان کر دیا جاتا ہے۔ حلال و حرام جائز و ناجائز، غلط صحیح امر نہی ڈر خوشخبری ایسے اہم معاملات و واقعات مختصر سے مختصر الفاظ میں سمودئے گئے ہیں۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ ہر اچھا کام کرنے والے کو اس کی اچھائی کا اجر دے دیا جاتا ہے کسی کی محنت کو ضائع نہیں کیا جاتا۔ آیہ مبارکہ میں استغفار کرنے کو بہ کرنے کے حکم کو واضح کیا گیا ہے۔ عبادات

الہیہ توبہ استغفار کا عمل انسانی کامیابی اور آخرت کی ضمانت ہے۔ اللہ کے محبوب بندے توبہ استغفار سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

توبہ استغفار کا حسین عمل کسی وقت بھی کیا جاسکتا ہے تاہم سحری کے وقت یہ عمل زیادہ محبوب و مقبول ہے قرآن مقدس نے استغفار کرنے والوں کا اس طرح فرمایا ”والمستغفرین بالاسحار“ جو لوگ سحری کے وقت توبہ کرتے ہیں۔ یہ وقت اس طرح بھی مستند ہے یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادوں نے اپنے والد گرامی کے حضور بالآخر معذرت کی تو آپ نے فرمایا ”سوف استغفر لکم“ قریب ہے میں تمہارے لئے استغفار کروں گا۔

مفسرین فرماتے ہیں یہ وعدہ تھا کہ میں سحری کے وقت دعا کروں گا آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے سب نے اللہ کے حضور لوٹ کر جانا ہے اس دن کا احساس کرو اور وہ ہرشی پر قادر ہے، قبروں سے مردوں کو اٹھائے گا، حساب کیلئے لائے گا جنت دوزخ میں ڈالے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ  
 اَلَا اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ  
 لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَلَا حِيْنَ  
 يَسْتَعْشُوْنَ نَبِيًّا بِهُمْ يَعْلَمُ مَا  
 يُسْرُوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ  
 اِنَّهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

آگاہ رہو وہ اپنے سینے دوہرے کرتے ہیں کہ  
 اللہ سے پردہ کریں خبردار جس وقت وہ اپنے  
 کپڑوں سے سارا بدن ڈھانپ لیتے ہیں اس  
 وقت بھی اللہ ان کا چھپا اور ظاہر جانتا ہے بیشک  
 وہ سینوں کی بات جاننے والا ہے (۵)

اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم  
 العظیم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، انفس بن شریک حضور ﷺ کی بارگاہ میں آکر میٹھی میٹھی باتیں کرتا مگر اس کا دن حضور ﷺ کی دشمنی سے بھرا رہتا تھا ایک دفعہ وہ اسی طرح آیا تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہو گئی اس



آیہ کریمہ میں اس کی ظاہری باطنی حالت کو اس طرح مثال کے طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ بے ہودہ لوگ اپنی بے دینی کو اس طرح چھپاتے ہیں جیسے کپڑوں میں شرمگاہ حالانکہ اللہ تعالیٰ سے جسم کا کوئی حصہ مخفی نہیں۔ اس آیہ کا ایک دوسرا شان نزول بھی ملتا ہے کہ شرم و حیا میں مغلوب مسلمان خلوت کی جگہ تنہائی میں بھی شرمگاہ کھولتے جھجکتے تھے تو یہ آیہ نازل ہوئی کہ اے بندو، اس قدر تکلف نہ کرو وہ اللہ تو ہر چھپی ظاہر شے کو جانتا ہے وہ تو تمہارے کپڑوں کے اندر سے بھی تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے۔

مسلمانوں کو فرمایا جا رہا ایمان والو! خبردار رہو کفار مکہ اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے لالچ کے انداز سے ملتے ہیں، حالانکہ ان کے دلوں میں حضور ﷺ اور اسلام کی دشمنی ہے یہ لوگ تمہارے پاس عجز و انکساری سے جھک کر آتے ہیں غلط عقیدے سے سینوں کو لپیٹ کر آتے ہیں عجز و انکساری کرتے ہیں کہ اپنے سینوں میں دشمنی کو چھپائے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے تمام ارادوں کو اچھی طرح جانتا ہے وہ اپنے دروازے بند کر لیں بستروں میں بھی چھپ جائیں اور جتنا چاہیں اپنے سینوں میں راز چھپائے رکھیں اللہ تعالیٰ ان کی صورت حال کو اچھی طرح جانتا ہے یا دوسرے معنوں میں جب شرمیلے مسلمان اپنے جسموں کو ڈھانپتے ہیں شرم کے مارے ظاہر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ان کی اس حالت کو بھی اچھی طرح جانتا ہے۔

آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو ہوشیار رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ کفار کے حیلوں، بہانوں مکر و فریب کے کارناموں سے پریشان نہ ہوں، ان کے حیلے بہانے بہر حال بے کار ہوں گے۔ آیہ کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کھلی دشمنی سے منافقت کی دشمنی زیادہ خطرناک ہے یہ بھی پتہ چل رہا ہے مکر و فریب سے دوستی کا انداز منافقین کی نشانی ہے جس سے بچا جائے۔

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کے سلسلہ میں عبد اللہ ابن شداد بیان کرتے ہیں منافقین جب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرتے تو اپنا سینہ موڑ لیتے اور سر جھکاتے تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے چھپ جائیں تب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی مجاہد اسے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ منافقین حق میں شک کرتے اور اپنی

طاقت کے مطابق اللہ سے چھپنے کی کوشش کرتے بہر حال ان کی منافقانہ چال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ وہ کسی طرح بھی اللہ سے اپنے نظریات ارادوں کو چھپا نہیں سکتے، اللہ پر اُن کا ظاہر باطن عیاں ہے۔ حضور ﷺ جب تلاوت فرماتے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ارشادات سے نوازتے تو منافقین اپنے سر جھکا لیتے اور سینوں کو اپنی رانوں سے ملا لیتے کہ حضور کی نگاہوں سے چھپ جائیں ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ اُن سے مخاطب ہو کر صورت حال واضح کر دیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ